بار اپنی بڑی بڑی مسجدوں میں جمع ہوتے ہیں۔ اسی دن تمام مخلوقات کی تخلیق مکمل ہوگئی تھی۔ یہ ان چھ ایام میں سے چھٹا یوم ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا۔ ① اسی دن آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، اسی دن جنت میں داخل کیا گیا، اسی دن انھیں جنت سے نکالا گیا اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ ② اسی دن ایک ایسی گھڑی ہے کہ جس میں مرد مومن اللہ تعالیٰ سے جو دعا بھی کرے، اللہ تعالیٰ اسے عطا فرما دیتا ہے جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ ③

قدیم لغت میں اس دن کو یوم العروبہ کہا جاتا تھا اور یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ ہم سے پہلی امتوں کو اس دن کے اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا مگر وہ اس سے بھٹک گئے۔ یہودیوں نے اپنے لیے ہفتے کے دن کا انتخاب کر لیا، حالانکہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے۔ عیسائیوں نے اپنے لیے اتوار کے دن کو پسند کر لیا جس میں تخلیق کی ابتدا ہوئی تھی، جبکہ اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن کو منتخب فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ نے تخلیق کو مکمل فرما دیا تھا۔ جیسا کہ امام بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا، ثُمَّ هٰذَا يَوْمُهُمُ الَّذِي فُرِضَ عَلَيْهِمْ فَاخْتَلَفُوا فِيهِ فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهُ فَالنَّاسُ لَنَا فِيهِ تَبَعٌ، اَلْيَهُودُ غَدًا وَّالنَّصَارٰى بَعْدَ غَدٍ] ”ہم آخر میں آنے والے لیکن روز قیامت سبقت کرنے والے ہوں گے، حالانکہ ان لوگوں کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی تھی۔ پھر یہ دن جسے اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض قرار دیا تھا، اس میں انھوں نے اختلاف کیا تو اس دن کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت فرما دی۔ لوگ اس میں ہمارے بعد ہیں یہود کل اور عیسائی کل کے بعد۔“ ④ یہ صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں۔ اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ [أَضَلَّ اللّٰهُ عَنِ الْجُمُعَةِ مَنْ كَانَ قَبْلَنَا، فَكَانَ لِلْيَهُودِ يَوْمُ السَّبْتِ وَكَانَ لِلنَّصَارٰى يَوْمُ الْأَحَدِ، فَجَاءَ اللّٰهُ بِنَا، فَهَدَانَا اللّٰهُ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ، فَجَعَلَ الْجُمُعَةَ وَالسَّبْتَ وَالْأَحَدَ، وَكَذٰلِكَ هُمْ تَبَعٌ لَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، نَحْنُ الْآخِرُونَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا، وَالْأَوَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَلْمَقْضِيُّ لَهُمْ قَبْلَ الْخَلَائِقِ] ”اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے لوگوں کو جمعہ سے بھٹکا دیا، یہودیوں کے لیے ہفتے کا دن ہے اور عیسائیوں کے لیے اتوار کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جمعہ کے دن کی ہدایت فرما دی ہے، پس اس نے (ترتیب اس طرح رکھی ہے کہ) جمعہ، ہفتہ، اتوار، اسی طرح قیامت کے دن بھی وہ ہم سے پیچھے ہوں گے۔ اہل دنیا میں سے ہم بعد میں آنے والے ہیں مگر قیامت کے دن پہلے ہوں گے اور تمام مخلوقات سے ہمارے بارے میں پہلے فیصلہ ہوگا۔“ ⑤

اللہ کے ذکر کے لیے جلدی کرنے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو جمعہ کے دن اپنی عبادت کے لیے جمع ہونے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ ”مومنو! جب جمعہ

① تفسير الطبرى: 268/8 عن مجاهد رحمه الله. ② صحيح مسلم، الجمعة، باب فضل يوم الجمعة، حديث: (18)-854 عن أبى هريرة رضي الله عنه. ③ صحيح البخارى، الجمعة، باب الساعة التى فى يوم الجمعة، حديث: 935 و صحيح مسلم، الجمعة، باب فى الساعة التى فى يوم الجمعة، حديث: 852 عن أبى هريرة رضي الله عنه. ④ صحيح البخارى، الجمعة، باب فرض الجمعة، حديث: 876 و صحيح مسلم، الجمعة، باب هداية هذه الأمة ليوم الجمعة، حديث: (20)-855. ⑤ صحيح مسلم، الجمعة، باب هداية هذه الأمة، حديث: 856 عن حذيفة رضي الله عنه.

کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (نماز) کے لیے دوڑو۔'' یعنی نماز جمعہ کے لیے جانے کے لیے خصوصی قصد و اہتمام کرو۔ یہاں سعی سے مراد تیز تیز چلنا نہیں ہے بلکہ خاص اہتمام کرنا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ ﴾ (بنی إسرآء یل 19:17) ''اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہو اور اس میں اتنی کوشش کرے جتنی اسے لائق ہے جبکہ وہ مومن ہو۔'' حضرت عمر بن خطاب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما اسے اس طرح پڑھتے تھے: فَامْضُوا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ.① جہاں تک نماز کے لیے تیز چل کر جانے کا تعلق ہے تو وہ ممنوع ہے کیونکہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [إِذَا سَمِعْتُمُ الْإِقَامَةَ فَامْشُوا إِلَى الصَّلَاةِ، وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ وَلَا تُسْرِعُوا، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا] ''تم جب اقامت کو سنو تو نماز کی طرف چل پڑو اور سکینت اور وقار کو اختیار کرو اور تیز تیز نہ چلو، نماز کا جو حصہ پالو اسے پڑھو اور جو حصہ تم سے نکل جائے اسے مکمل کرلو۔''② یہ بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں۔

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ نے کچھ لوگوں کی آوازوں کو سنا، جب آپ نماز سے فارغ ہوگئے تو فرمایا: [مَا شَأْنُكُمْ؟] ''کیا بات ہے؟'' انھوں نے عرض کی کہ ہم نے نماز کے لیے جلدی کی ہے۔ فرمایا: [فَلَا تَفْعَلُوا، إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا] ''اس طرح نہ کرو، جب تم نماز کے لیے آؤ تو سکینت کو اختیار کرو، جو حصہ پالو اسے پڑھ لو اور جو تم سے نکل جائے اسے پورا کرلو۔''③ اسے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ امام حسن فرماتے ہیں کہ اس آیت میں سعی سے مراد پاؤں سے تیز چلنا نہیں ہے کیونکہ نماز میں تیز تیز چل کر آنے سے منع کر دیا گیا اور سکینت و وقار کے ساتھ آنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے یہاں سعی سے مراد دلوں، نیت اور خشوع کے ساتھ جلدی کرنا ہے۔④ امام قتادہ نے بھی فرمایا ہے کہ دل اور عمل سے جلدی کرنا مراد ہے جبکہ اس نماز کے لیے چل کر جانے کا حکم ہے۔⑤ وہ ﴿ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ ﴾ (الصّٰٓفّٰت 102:37) کی تفسیر میں بھی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام کا اپنے والد گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنا ہے۔⑥ محمد بن کعب، زید بن اسلم اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔⑦

جمعہ کے لیے غسل کی اہمیت: نماز جمعہ کے لیے آنے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ آنے سے پہلے غسل کرلے کیونکہ صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ]

---

① تفسیر الطبری :129-127/28. ② صحیح البخاری، الأذان، باب: لا یسعی إلی الصلاة......، حدیث: 636 وصحیح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب إتیان الصلاة......، حدیث: 602 . ③ صحیح البخاری، الأذان، باب قول الرجل: فاتتنا الصلاة ، حدیث :635 وصحیح مسلم، المساجد......، باب استحباب إتیان الصلاة بوقار......، حدیث:603. ④ تفسیر ابن أبی حاتم :3356/10. ⑤ تفسیر الطبری :127/28. ⑥ تفسیر الطبری :91/23. ⑦ الدر المنثور : 528,527/5.

''جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لیے آئے تو غسل کرلے۔''① صحیحین ہی میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ] ''ہر بالغ کے لیے جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔''② ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[حَقٌّ لِّلّٰهِ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ، أَنْ يَّغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَ جَسَدَهُ] ''اللہ تعالیٰ کا ہر مسلمان پر یہ حق ہے کہ وہ ہر سات دنوں میں ایک بار غسل کرے اور اپنے سر اور جسم کو دھوئے۔''③ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[عَلٰى كُلِّ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ غُسْلُ يَوْمٍ، وَّهُوَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ] ''ہر مسلمان شخص پر سات دنوں میں سے ایک دن کا غسل فرض ہے اور وہ جمعہ کا دن ہے۔'' اسے امام احمد، نسائی اور ابن حبان نے بیان کیا ہے۔④

جمعہ کی فضیلت: امام احمد رحمہ اللہ نے اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ [مَنْ غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَبَكَّرَ وَابْتَكَرَ، وَمَشٰى وَلَمْ يَرْكَبْ، فَدَنَا مِنَ الْإِمَامِ فَاسْتَمَعَ وَلَمْ يَلْغُ، كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ أَجْرُ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا] ''جو شخص جمعہ کے دن نہائے دھوئے، جلدی سے چلا جائے، پیدل جائے اور سواری استعمال نہ کرے، امام سے قریب ہو کر بیٹھے، خاموشی سے سنے اور کوئی لغو کام نہ کرے تو اسے ہر قدم کے عوض ایک سال کے روزے رکھنے اور قیام کرنے کا ثواب ملتا ہے۔''⑤ اس حدیث کے مختلف طرق اور الفاظ ہیں۔ اہل سنن اربعہ نے بھی اسے روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔⑥

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَّمَنْ رَّاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَّمَنْ رَّاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَّاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَّمَنْ رَّاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ] ''جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت کی طرح غسل کرے، پھر جلدی چلا جائے تو اس نے گویا اونٹ کی قربانی کی، جو دوسری گھڑی میں جائے، اس

① صحيح البخاري، الجمعة، باب فضل الغسل يوم الجمعة......، حديث:877 وصحيح مسلم، كتاب وباب الجمعة، حديث: (4)-845 عن أبي هريرة ﷺ. ② صحيح البخاري، الجمعة، باب فضل الغسل يوم الجمعة......، حديث: 879 وصحيح مسلم، الجمعة، باب وجوب غسل الجمعة......، حديث: 846. ③ صحيح البخاري، الجمعة، باب: هل على من لم يشهد الجمعة غسل......؟ حديث: 897 وصحيح مسلم، الجمعة، باب الطيب والسواك يوم الجمعة، حديث: 849 واللفظ له. ④ مسند أحمد :304/3 وسنن النسائي، الجمعة، باب إيجاب الغسل يوم الجمعة، حديث: 1379 واللفظ له وصحيح ابن حبان، الطهارة، باب غسل الجمعة :21/4، حديث : 1219. ⑤ مسند أحمد : 9/4. ⑥ سنن أبي داود، الطهارة، باب في الغسل للجمعة، حديث : 345 وجامع الترمذي، الجمعة، باب ماجاء في فضل الغسل يوم الجمعة، حديث: 496 وسنن النسائي، الجمعة، باب فضل غسل يوم الجمعة، حديث: 1382 وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......، باب ماجاء في الغسل يوم الجمعة، حديث: 1087.

نے گویا گائے کی قربانی کی، جو تیسری گھڑی میں جائے، اس نے گویا سینگ والے مینڈھے کی قربانی کی، جو چوتھی گھڑی میں جائے اس نے گویا مرغی کی قربانی کی، جو پانچویں گھڑی میں جائے، اس نے گویا انڈے کی قربانی کی اور جب امام آجائے تو فرشتے بھی خطبہ سننے کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں۔''[1] اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

جمعہ کے لیے آنے والے کے لیے یہ بھی مستحب ہے کہ وہ اچھے کپڑے پہنے، خوشبو لگائے، مسواک کرے اور نظافت و طہارت کا اہتمام کرے۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ[2] حدیث میں ہے: [غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ]، [(وَالسِّوَاكُ) وَأَنْ يَّمَسَّ...... مِنْ طِيبِ أَهْلِهٖ] ''ہر بالغ کے لیے جمعہ کے دن کا غسل واجب ہے، نیز مسواک کرنا اور اہل خانہ کی خوشبو میں سے...... خوشبو استعمال کرنا (بھی واجب ہے۔)''[3] امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ [مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَمَسَّ مِنْ طِيبِ (أَهْلِهٖ) إِنْ كَانَ عِنْدَهٗ، وَلَبِسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهٖ، ثُمَّ خَرَجَ حَتّٰى يَأْتِيَ الْمَسْجِدَ فَيَرْكَعَ إِنْ بَدَا لَهٗ، وَلَمْ يُؤْذِ أَحَدًا، ثُمَّ أَنْصَتَ إِذَا خَرَجَ إِمَامُهٗ حَتّٰى يُصَلِّيَ كَانَتْ كَفَّارَةً لِّمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى] ''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے، اگر موجود ہو تو اہل خانہ کی خوشبو استعمال کرے، اچھے کپڑے پہنے، پھر گھر سے نکل کر مسجد میں آجائے، چاہے تو نماز ادا کرے، کسی کو تکلیف نہ دے، پھر جب امام آجائے تو خاموشی سے بیٹھ جائے حتی کہ نماز سے فارغ ہو جائے تو یہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔''[4]

سنن ابو داود اور ابن ماجہ میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [مَا عَلٰى أَحَدِكُمْ لَوِ اشْتَرٰى ثَوْبَيْنِ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ، سِوٰى (ثَوْبَيْ) مِهْنَتِهٖ] ''کیا خوب ہو اگر تم میں سے ہر ایک اپنے کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے دن کے لیے دو کپڑے خرید لے۔''[5] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا تو آپ نے انھیں اون سے بنے ہوئے کپڑے پہنے دیکھا، تو فرمایا: [مَا عَلٰى أَحَدِكُمْ، إِنْ وَّجَدَ سَعَةً، أَنْ يَّتَّخِذَ ثَوْبَيْنِ لِلْجُمُعَةِ، سِوٰى ثَوْبَيْ مِهْنَتِهٖ] "اگر کشادگی ہو تو پھر یہ

---

[1] صحيح البخاري، الجمعة، باب فضل الجمعة، حديث: 881 و صحيح مسلم، الجمعة، باب الطيب والسواك يوم الجمعة، حديث: 850. [2] اسی آیت کے تحت دیکھیے عنوان: ''جمعہ کے لیے غسل کی اہمیت'' [3] پہلا حصہ صحيح البخاري، الجمعة، باب فضل الغسل......، حديث: 879 و صحيح مسلم، الجمعة، باب وجوب غسل الجمعة......، حديث: 846، دوسرا حصہ المعجم الأوسط للطبراني: 280,279/2، حديث: 3287 کے مطابق ہے جبکہ قوسین والا جملہ سنن النسائي، الجمعة، باب الأمر بالسواك يوم الجمعة، حديث: 1376. [4] مسند أحمد: 420/5 جبکہ قوسین والا لفظ اسی معنی و مفہوم کی ایک اور روایت میں آتا ہے۔ دیکھیے جامع الترمذي، الجمعة، باب ماجاء في السواك والطيب يوم الجمعة، حديث: 528 عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......، باب ماجاء في الزينة يوم الجمعة، حديث: 1097 عن أبي ذر رضی اللہ عنہ. [5] سنن أبي داود، الصلاة، باب اللبس للجمعة، حديث: 1078 و سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات......، باب ماجاء في الزينة يوم الجمعة، حديث: 1095 و اللفظ له البتہ قوسین والا لفظ سنن ابو داود کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہے۔

بات کتنی عمدہ ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنے کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ دو کپڑے جمعہ کے لیے خاص کر لے۔‘‘ [1]

جمعۃ المبارک کی اذان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ ﴾ ’’جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے۔‘‘ اس سے مراد وہ دوسری اذان ہے جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس وقت دی جاتی تھی جب آپ تشریف لا کر منبر پر جلوہ افروز ہو جاتے تھے تو اس وقت آپ کے سامنے اذان دی جاتی تھی، اس سے یہی اذان مراد ہے۔ پہلی اذان جس کا اضافہ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کیا تھا تو وہ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے تھا جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جمعہ کے دن پہلی اذان رسول اللہ ﷺ کے عہد اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور کے بعد جب لوگوں کی کثرت ہوگئی تو انھوں نے مقام زوراء پر دوسری اذان کا اضافہ کیا۔ [2] یہ اذان اس گھر کی چھت پر دی جاتی تھی جسے زوراء کہا جاتا تھا۔ مسجد کے قریب مدینہ میں یہ سب سے اونچا گھر تھا۔

اذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت کی حرمت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَذَرُوا الْبَيْعَ ﴾ ’’اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔‘‘ یعنی جب اذان ہو جائے تو خرید و فروخت ترک کر دو اور اللہ کے ذکر، یعنی نماز کے لیے جلدی کرو۔ اسی وجہ سے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دوسری اذان کے بعد خرید و فروخت حرام ہے۔ [3] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑨ ﴾ ’’اگر سمجھو تو یہ تمھارے حق میں بہت بہتر ہے۔‘‘ یعنی اگر سمجھو تو خرید و فروخت کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز کی طرف متوجہ ہونا تمھارے لیے دنیا و آخرت میں بہتر ہے۔ ﴿ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ ﴾ ’’پھر جب نماز ہو چکے۔‘‘ یعنی تم نماز سے فارغ ہو جاؤ ﴿ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ﴾ ’’تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔‘‘ جب نماز کے لیے تصرف پر پابندی لگا دی اور جمعہ کے لیے جمع ہونے کا حکم دے دیا تو نماز سے فراغت کے بعد زمین میں پھیل جانے اور اللہ کا فضل تلاش کرنے کی اجازت دے دی جیسا کہ عراک بن مالک رضی اللہ عنہ نماز جمعہ سے فراغت کے بعد مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! أَجَبْتُ دَعْوَتَكَ وَصَلَّيْتُ فَرِيضَتَكَ وَانْتَشَرْتُ كَمَا أَمَرْتَنِي فَارْزُقْنِي مِنْ فَضْلِكَ، وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ] ’’اے اللہ! میں نے تیری دعوت کو قبول کیا، تیرے عائد کردہ فریضۂ نماز کو ادا کیا اور جیسے تو نے حکم دیا میں زمین میں اپنی راہ لے رہا ہوں، پس اپنے فضل و کرم سے تو مجھے رزق عطا فرما کہ تو سب سے بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے۔‘‘ [4] اسے ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ⑩ ﴾ ’’اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔‘‘ یعنی خریدتے اور بیچتے وقت، لیتے اور دیتے وقت اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو اور دنیا تمھیں اس سے غافل نہ کر دے

---

① سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات ......، باب ماجاء في الزينة يوم الجمعة، حديث: 1096. ② صحيح البخاري، الجمعة، باب الأذان يوم الجمعة، حديث: 912-916. ③ كتاب المجموع للنووي، باب صلاة الجمعة: 367/4.
④ تفسير ابن أبي حاتم: 3356/10.

وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآىِٕمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ

اور (اے نبی!) جب وہ تجارت ہوتی یا کوئی تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ جاتے ہیں، کہہ دیجیے: جو اللہ کے پاس

اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ⑪ ع 2/3/12

ہے وہ تماشے اور (سامانِ) تجارت سے کہیں بہتر ہے اور اللہ سب رزق دینے والوں سے بہتر (رزق دینے والا) ہے⑪

جو آخرت میں تمھارے لیے نفع بخش ہے۔ اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ جو بازار میں داخل ہو کر یہ دعا پڑھ لے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ، وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ كُلُّهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ] تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتا اور اس کی دس لاکھ برائیاں مٹا دیتا ہے۔[1] امام مجاہد فرماتے ہیں کہ بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کا کثرت کے ساتھ ذکر کرنے والوں میں سے نہیں ہو سکتا جب تک کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے۔[2]

تفسیر آیت: 11

جب امام خطبہ دے رہا ہو، مسجد سے جانے کی ممانعت: جمعہ کے دن خطبہ چھوڑ کر اس تجارتی قافلے کی طرف چلے جانے پر، جو اس دن مدینہ میں آیا تھا، اللہ تعالیٰ نے سرزنش کرتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآىِٕمًا ؕ﴾ ''اور جب یہ لوگ سودا بکتا یا تماشا ہوتا دیکھتے ہیں تو ادھر بھاگ جاتے ہیں اور آپ کو (کھڑے کا) کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔''، یعنی منبر پر خطبہ دیتے ہوئے کھڑا چھوڑ جاتے ہیں جیسا کہ کئی ایک تابعین ابوالعالیہ، حسن، زید بن اسلم اور قتادہ نے ذکر کیا ہے۔[3] مقاتل بن حیان کا خیال ہے کہ اس تجارت کا تعلق اسلام لانے سے قبل دحیہ بن خلیفہ سے تھا۔ اس کے سودے کے ساتھ طبلہ بجنے کا بھی اہتمام تھا۔ لوگ اس کی طرف چلے گئے اور چند لوگوں کے سوا باقی سب رسول اللہ ﷺ کو منبر پر کھڑا چھوڑ گئے۔[4] صحیح حدیث میں بھی اس کا ذکر ہے، چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ نے سالم بن ابو جعد سے اور انھوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک تجارتی قافلہ مدینہ میں آیا، رسول اللہ ﷺ اس وقت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ لوگ مسجد سے باہر نکل گئے اور صرف بارہ آدمی مسجد میں باقی رہ گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا﴾ ''اور جب یہ لوگ سودا بکتا یا تماشا ہوتا دیکھتے ہیں تو ادھر بھاگ جاتے ہیں۔''[5] اسے امام بخاری اور امام مسلم نے سالم کے واسطے سے ہی بیان کیا ہے۔[6]

---

① جامع الترمذی، الدعوات، باب مايقول إذا دخل السوق، حديث: 3428 وسنن ابن ماجه، التجارات، باب الأسواق ودخولها، حديث: 2235 عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3134/9. ③ تفسير الطبری: 133,132/28. ④ تفسير القرطبی: 110/18. ⑤ مسند أحمد: 313/3. ⑥ صحيح البخاری، التفسير، باب: ﴿وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا﴾ (الجمعة 11:62)، حديث: 4899 وصحيح مسلم، الجمعة، باب فی قوله تعالٰی: ﴿وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً﴾، حديث: (38)-863.

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ ﴾ ''اور آپ کو (کھڑے کا) کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔'' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام کو جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دینا چاہیے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ کے دو خطبے ہوتے تھے۔ آپ دونوں کے درمیان بیٹھ جاتے تھے۔ قرآن مجید پڑھتے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔[1] ﴿ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ ''کہہ دیں کہ جو چیز اللہ کے ہاں ہے۔'' یعنی آخرت میں اللہ تعالیٰ کے پاس جو ثواب ہے ﴿ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ ﴾ ''وہ تماشے اور (سامان) تجارت سے کہیں بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔'' اسے جو اس کی ذات پاک پر توکل کرے اور وقت پر رزق کو طلب کرے۔

سورۂ جمعہ کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.

[1] صحیح مسلم، الجمعة، باب ذكر الخطبتين……، حديث: 862.

تفسیر سُوْرَۃُ مُنٰفِقُوْن

یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ

(اے نبی!) جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو وہ کہتے ہیں: ہم شہادت دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ

يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ① اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

بے شک آپ اس کے رسول ہیں۔ اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ یقیناً منافق البتہ جھوٹے ہیں ① انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے، پھر وہ (لوگوں کو)

اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ② ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ

اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، بے شک برا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں ② یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایمان لائے، پھر انھوں نے کفر کیا، تو ان کے دلوں پر مہر لگا

لَا يَفْقَهُوْنَ ③ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ

دی گئی، تو وہ سمجھتے ہی نہیں ③ اور جب آپ انھیں دیکھیں تو آپ کو ان کے جسم اچھے لگتے ہیں اور اگر وہ (کوئی بات) کہیں تو آپ ان کی بات پر کان

خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ؗ

لگائیں گویا وہ ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں ہوں۔ وہ ہر اونچی آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں، وہی (اصل) دشمن ہیں، لہٰذا آپ ان سے بچیں، اللہ انھیں ہلاک

اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ④

کرے وہ کہاں پھیرے جاتے ہیں ④

وقف لازم

تفسیر آیات: 4-1

منافقین کے حالات اور ان کی قلابازیاں: اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ جب وہ نبی ﷺ کے پاس آتے ہیں تو منہ سے اسلام کا اقرار کرتے ہیں لیکن حقیقت میں ان کا یہ حال نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس ہے، اسی لیے اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﴾ ''(اے محمد!) جب منافق لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو (ازراہ نفاق) کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بلاشبہ آپ یقیناً اللہ کے پیغمبر ہیں۔'' جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کے سامنے اس بات کا اظہار کرتے ہیں لیکن حقیقت حال اس طرح نہیں جیسے یہ کہتے ہیں۔ اسی لیے درمیان میں یہ جملہ معترضہ خبریہ لایا گیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، ﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ ﴾ ''اور اللہ جانتا ہے کہ درحقیقت

آپ ہی اس کے پیغمبر ہیں۔'' پھر فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ ﴾ ''اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق لوگ یقیناً جھوٹے ہیں۔'' اس بات کی خبر دینے میں گو ان کی یہ خبر حقیقت کے مطابق ہے لیکن یہ اپنی اس بات کے صحیح ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے اور نہ اسے سچا سمجھتے ہیں، لہٰذا ان کا یہ کذب ان کے اعتقاد کی وجہ سے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ﴾ ''انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے، پھر وہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روک رہے ہیں۔'' یعنی یہ لوگوں سے جھوٹی قسموں کے ذریعے سے بچ جاتے ہیں تاکہ وہ ان کی باتوں کی تصدیق کر دیں، لہٰذا جو شخص ان کی حقیقت حال سے آگاہ نہیں ہے، وہ دھوکا کھا جاتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ مسلمان ہیں اور بسا اوقات وہ ان کے افعال کی اقتدا کرنے لگتا اور ان کی باتوں کو سچا سمجھنے لگتا ہے، حالانکہ دلی اور باطنی طور پر ان لوگوں کا اسلام اور اہل اسلام سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ بہر حال ان کے اسی کرتوت کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے بڑا نقصان اٹھایا ہے۔ اسی لیے اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے: ﴿ فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ ''پس وہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روکتے ہیں، کچھ شک نہیں کہ جو کام یہ کرتے ہیں برے ہیں۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ ﴾ ''یہ اس لیے کہ بے شک یہ (پہلے تو) ایمان لائے، پھر کافر ہو گئے تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، اب یہ سمجھتے ہی نہیں۔'' یعنی نفاق ان کے مقدر میں اسی لیے کر دیا گیا ہے کہ انھوں نے ایمان سے کفر کی طرف رجوع کر لیا ہے، ہدایت کے بجائے گمراہی اختیار کر لی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور یہ سمجھتے ہی نہیں، یعنی ہدایت اور خیر ان کے دلوں تک نہیں پہنچ سکتی جس کی وجہ سے یہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے عاری ہو چکے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۭ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۭ ﴾ ''اور جب آپ ان کو دیکھتے ہیں تو ان کے جسم آپ کو اچھے معلوم ہوتے ہیں اور جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو آپ ان کی تقریر کو توجہ سے سنتے ہیں۔'' یعنی ان کی شکلیں خوب صورت اور ان کی زبانیں فصیح و بلیغ ہیں۔ ان کی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے سننے والے ان کی بات کو توجہ سے سنتے ہیں مگر اس سب کچھ کے باوجود وہ انتہائی کمزور، بزدل و دوں ہمت، گھبرائے ہوئے اور خوف زدہ ہوتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۭ ﴾ ''ہر بلند آواز کو اپنے ہی خلاف سمجھتے ہیں۔'' یعنی جب بھی کوئی امر واقع ہوتا ہے یا کوئی حادثہ پیش آتا ہے یا خوف کی کوئی بات ہوتی ہے تو بزدلی کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ یہ افتاد انھی پر نازل ہونے والی ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ښ فَاِذَا جَاۗءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَي الْخَيْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ ﴾ (الأحزاب 19:33) (یہ اس لیے کہ) تمھارے بارے میں وہ بخل کرتے ہیں، پھر جب (ان پر) ڈر (کا وقت) آتا ہے تو آپ انھیں دیکھتے ہیں کہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں (اور) ان کی آنکھیں (اسی طرح) پھر رہی ہیں جیسے کسی کو موت سے غشی آ رہی ہو، پھر جب خوف جاتا رہتا ہے تو تیز زبانوں کے ساتھ تمھارے بارے میں زبان درازی کرتے ہیں، حالانکہ وہ حریص ہیں مال (غنیمت) پر، یہ لوگ حقیقت میں ایمان لائے ہی نہیں، لہٰذا اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ

اور جب ان سے کہا جائے: آؤ، رسول اللہ تمھارے لیے استغفار کریں، تو وہ (نفی میں) اپنے سر پھیر لیتے ہیں، اور آپ انھیں دیکھتے

وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ⑤ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ط لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ط

ہیں کہ وہ تکبر کرتے ہوئے رک جاتے ہیں⑤ ان کے حق میں برابر ہے کہ آپ ان کے لیے استغفار کریں یا ان کے لیے استغفار نہ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑥ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ

کریں، اللہ انھیں ہرگز نہیں بخشے گا، بے شک اللہ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا⑥ وہ وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ تم ان پر خرچ نہ کرو جو رسول

رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ط وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ⑦

اللہ کے پاس ہیں، یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں، اور آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں، لیکن منافق سمجھتے نہیں⑦ وہ کہتے

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ط وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ

ہیں: البتہ اگر ہم لوٹ کر مدینے گئے تو معزز ترین لوگ ذلیل ترین لوگوں کو وہاں سے نکال دیں گے، اور عزت اللہ ہی کے لیے ہے، اور

ع 1/8 13 وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑧ ع

اس کے رسول کے لیے، اور مومنوں کے لیے، اور لیکن منافق (اس حقیقت کو) نہیں جانتے⑧

اور یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔'' یہ بلاشک وشبہ لاشے اور مجسمے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ط قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ④ ﴾ ''یہ (آپ کے) دشمن ہیں، لہٰذا آپ ان سے بے خوف نہ رہیں، اللہ انھیں ہلاک کرے، یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں؟'' یعنی یہ کس قدر ہدایت کے بجائے گمراہی اختیار کیے ہوئے ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ لِلْمُنَافِقِينَ عَلَامَاتٍ يُّعْرَفُونَ بِهَا: تَحِيَّتُهُمْ لَعْنَةٌ، وَّطَعَامُهُمْ نُهْبَةٌ، وَّغَنِيمَتُهُمْ غُلُولٌ، وَّلَا يَقْرَبُونَ الْمَسَاجِدَ إِلَّا هَجْرًا، وَّلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا دُبُرًا، مُّسْتَكْبِرِينَ، لَا يَأْلِفُونَ وَلَا يُؤْلَفُونَ، خُشُبٌ بِاللَّيْلِ، صُخُبٌ بِالنَّهَارِ] ''یقیناً منافقین کی کچھ علامات ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں: ان کا سلام ودعا لعنت ہے اور ان کا کھانا لوٹ مار ہے اور ان کی غنیمت خیانت ہے اور مساجد کے قریب بہت کم آتے ہیں۔ وہ نماز بہت تاخیر سے ادا کرتے ہیں اور بے حد متکبر ہیں، نہ محبت کرتے ہیں اور نہ محبت کیے جاتے ہیں، رات کو لکڑیاں ہیں اور دن کو بہت جھگڑالو اور شور وغوغا کرنے والے۔'' حدیث میں آنے والے اس لفظ [صُخُبٌ] کو یزید بن مرہ نے [سُخُبٌ] یعنی سین کے ساتھ پڑھا ہے اور دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ ①

تفسیر آیات: 5 - 8

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار اور آپ کے رفقاء پر خرچ کرنے سے اعراض: اللہ تعالیٰ نے ملعون منافقوں کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ ﴾ ''اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ

① مسند أحمد: 293/2، اس حدیث کی سند کو الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 303,302/13 میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

تمھارے لیے مغفرت مانگیں تو وہ (نفی میں) اپنے سر ہلا دیتے ہیں۔'' یعنی ان سے جب یہ بات کہی جاتی ہے تو وہ رک جاتے اور از راہ تکبر و حقارت اس سے اعراض کرتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ ﴾ ''اور آپ انھیں دیکھتے ہیں کہ وہ تکبر کرتے ہوئے رک جاتے ہیں۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں اس کی سزا سناتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ ﴾ ''آپ ان کے لیے مغفرت مانگیں یا نہ مانگیں ان کے حق میں برابر ہے، اللہ انھیں ہرگز نہیں بخشے گا، بے شک اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' جیسا کہ سورۂ براءت میں بھی ہے جہاں اس سلسلے میں بحث اور مروی احادیث بیان کی جا چکی ہیں۔[1]

کئی ایک ائمۂ سلف نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیات عبداللہ بن اُبی ابن سلول کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جیسا کہ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے۔ وَبِهِ الثِّقَةُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ. امام محمد بن اسحاق نے ''سیرت'' میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ احد سے مدینہ میں واپس تشریف لائے تو جیسا کہ مجھ سے ابن شہاب زہری نے بیان کیا کہ عبداللہ بن اُبی ہر جمعے ایک جگہ کھڑا ہوا کرتا تھا۔ اس کے اور اس کی قوم کے شرف کے باعث اس کی بات کو رد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ اپنی قوم کا ایک معزز آدمی سمجھا جاتا تھا، لہٰذا جب نبی ﷺ جمعے کے دن خطبے کے لیے منبر پر جلوہ افروز ہوتے تو عبداللہ بن ابیّ ابن سلول لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کھڑا ہوتا اور کہتا: لوگو! یہ رسول اللہ ﷺ تمھارے ہاں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں ان کے ساتھ عزت بخشی ہے، لہٰذا آپ کی عزت و تکریم بجا لاؤ، آپ کی بات سنو اور اطاعت کرو اور پھر وہ بیٹھ جاتا حتی کہ احد کے دن اس نے کیا جو کیا، یعنی لشکر کے ایک تہائی حصے کو اپنے ساتھ لے کر واپس آ گیا، اور پھر جب اس نے کھڑے ہو کر اسی طرح کرنا چاہا جس طرح وہ پہلے کرتا تھا تو مسلمانوں نے اسے کپڑوں سے پکڑ کر ہر طرف سے گھسیٹا اور کہنے لگے کہ اللہ کے دشمن! بیٹھ جا، اپنے کرتوت کے بعد اب تو اس قابل نہیں ہے۔ تو وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا نکل گیا اور کہہ رہا تھا: میں نے کوئی بری بات کہی ہے؟ میں تو اس کے معاملے کو مضبوط بنانے کے لیے کھڑا ہوا تھا۔

مسجد کے دروازے پر اسے کچھ انصاری ملے اور انھوں نے کہا کہ تجھ پر افسوس! تجھے کیا ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں تو اس کے معاملے کو مضبوط بنانے کے لیے کھڑا ہوا تھا مگر اس کے صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے مجھ پر چڑھائی کر کے مجھے کھینچنا شروع کر دیا۔ وہ میرے ساتھ سختی کا معاملہ کر رہے تھے گویا میں نے کوئی بری بات کی ہو، حالانکہ میں تو اس کے معاملے کو مضبوط بنانے کے لیے کھڑا ہوا تھا۔ ان انصاریوں نے کہا کہ تجھ پر افسوس ہے، تو واپس جا تاکہ رسول اللہ ﷺ تیرے لیے بخشش کی دعا مانگیں۔ وہ کہنے لگا: واللہ! میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے لیے بخشش کی دعا مانگیں۔[2] قتادہ اور سدی نے بھی کہا ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن اُبی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے رشتہ داروں میں سے ایک لڑکے نے رسول اللہ ﷺ

---

[1] دیکھیے التوبۃ، آیت: 84 کے تحت عنوان: ''منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت'' [2] السيرة النبوية لابن إسحاق، مافعله عبدالله بن أبيّ بعد غزوة أحد: 350/2 و السيرة النبوية لابن هشام، شأن عبدالله بن أبيّ بعد ذلك: 111/3.

کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے بارے میں آپ کو بہت سی ناگوار باتیں بتائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بلا کر اس سے پوچھا تو وہ قسمیں کھا کھا کر اس سے براءت کا اظہار کرنے لگا، چنانچہ انصار نے اس لڑکے کو ملامت اور طعن وتشنیع شروع کر دی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی جسے تم سن رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس دشمن سے کہا گیا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ (اور معافی مانگو) تو اس نے انکار میں سر ہلانا شروع کر دیا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ [1]

یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے محمد بن یحییٰ بن حبان، عبداللہ بن ابوبکر اور عاصم بن عمر بن قتادہ نے قصہ بنو مصطلق کے ضمن میں بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ وہاں مقیم تھے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ملازم جہجاہ بن سعید غفاری اور سنان بن وَبَر کا پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن یحییٰ بن حبان نے بیان کیا کہ دونوں نے پانی کے بارے میں آپس میں جھگڑا کیا تو سنان نے کہا: اے گروہ انصار! اور جہجاہ نے کہا: اے گروہ مہاجرین! اس وقت زید بن ارقم اور انصار کے کچھ لوگ عبداللہ بن ابی کے پاس تھے، اس نے جب اس آواز کو سنا تو کہنے لگا کہ انھوں نے ہمارے علاقے ہی میں ہمیں شر میں مبتلا کر دیا ہے۔ واللہ! ہماری اور ان قریشیوں کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ اپنے کتے کو موٹا کرو گے تو وہ تمھیں کھا جائے گا۔ اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ لوٹے تو زیادہ عزت والا، زیادہ ذلت والے کو اس سے نکال دے گا، پھر وہ اپنے پاس اپنی قوم کے بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہنے لگا کہ تم نے کیا کیا ہے، تم نے اپنے علاقے میں انھیں جگہ دی اور اپنے اموال ان میں تقسیم کر دیے، اللہ کی قسم! اگر تم ان کے ساتھ تعاون سے رک جاؤ تو وہ تمھارے علاقے کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں گے۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی یہ بات سن لی تھی اور پھر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر آپ کو بھی یہ بات بتا دی۔ زید بن ارقم اس وقت چھوٹے لڑکے تھے۔ آپ کے پاس اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے انھیں بھی یہ بات بتائی تو انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ عبّاد بن بشر کو حکم دیں کہ وہ اس کی گردن اڑا دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَكَيْفَ يَا عُمَرُ! إِذَا تَحَدَّثَ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَّقْتُلُ أَصْحَابَهٗ ! لَا، وَلٰكِنْ أَذِّنْ بِالرَّحِيلِ] ''عمر! یہ کام کیسے کیا جا سکتا ہے، تب تو لوگ یہ باتیں بنائیں گے کہ محمد ﷺ نے اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے! (عمر!) یہ تو نہیں ہو سکتا، البتہ اب لوگوں میں کوچ کرنے کے لیے اعلان کر دو۔''

عبداللہ بن ابی کو جب معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی یہ خبر پہنچ گئی ہے تو اس نے آپ کے پاس آ کر معذرت کرنا شروع کر دی اور اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ اس نے یہ نہیں کہا جو زید بن ارقم نے آپ کو بتایا ہے۔ عبداللہ بن ابی اپنی قوم میں صاحبِ حیثیت آدمی تھا، اس لیے لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) ہو سکتا ہے کہ اس لڑکے کو بات سمجھنے میں غلطی لگی ہو اور وہ یہ بات اچھی طرح نہ سمجھ سکا ہو جو اس شخص نے کی تھی۔

رسول اللہ ﷺ دوپہر میں اس وقت تشریف لائے جب آپ ایسے وقت میں تشریف نہیں لایا کرتے تھے۔ آپ سے اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ملے اور انھوں نے آپ کی خدمت میں سلام نبوت عرض کیا اور پھر کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ تو اس وقت

---

[1] تفسير الطبري: 140/28.

پہلے کبھی تشریف نہیں لائے تھے۔ آپ نے فرمایا: [أَمَا بَلَغَكَ مَا قَالَ صَاحِبُكَ ابْنُ أُبَيٍّ؟ زَعَمَ أَنَّهُ إِذَا قَدِمَ الْمَدِينَةَ أَنَّهُ سَيُخْرِجُ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ] ''تمھیں نہیں معلوم کہ تمھارے ساتھی ابن اُبی نے کیا کہا ہے۔ اس کا گمان ہے کہ جب وہ مدینہ میں واپس آئے گا تو زیادہ عزت والا زیادہ ذلت والے کو مدینہ سے نکال دے گا۔'' انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) آپ ہی عزت واکرام والے ہیں اور وہی ذلیل ہے۔ پھر کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس شخص سے نرمی فرمائیں۔ اللہ کی قسم! جب آپ یہاں تشریف لائے تو ہم اس کی تاج پوشی کے لیے اہتمام کر رہے تھے۔ اس کا خیال ہے کہ آپ نے اس کی بادشاہت ختم کر دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے حتی کہ شام، رات، صبح اور اگلے دن کا کچھ حصہ بھی گزر گیا اور دھوپ تیز ہو گئی، پھر آپ لوگوں کے پاس آئے تاکہ انھیں اس بات سے مشغول کر دیں۔ لوگ سکون میں نہ تھے حتی کہ انھوں نے سونے کے لیے مناسب زمین پائی اور وہ سو گئے اور اسی اثنا میں سورۂ منافقون نازل ہو گئی۔ [1]

حافظ ابوبکر بیہقی نے عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ ہم ایک غزوے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، ایک مہاجر شخص نے ایک انصاری کی پشت پر مارا تو انصاری نے آواز دی: اے انصار! اور مہاجر نے آواز دی: اے مہاجرین! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَا بَالُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ؟ دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ] ''یہ کیسی جاہلیت کی آواز ہے! اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ بدبودار ہے۔''

عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا: کیا انھوں نے ایسی باتیں کرنا شروع کر دی ہیں، اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ کی طرف واپس لوٹے تو عزت والا ذلت والے کو باہر نکال دے گا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو انصار کی تعداد مہاجرین سے زیادہ تھی لیکن پھر اس کے بعد مہاجرین کی تعداد زیادہ ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: [دَعْهُ! لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ] ''اسے چھوڑ دے! تاکہ لوگ یہ بات نہ کریں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔'' [2] اسے امام احمد، امام بخاری اور مسلم نے بھی بیان کیا ہے۔ [3]

عکرمہ اور ابن زید وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ لوگ جب مدینہ واپس آئے تو عبداللہ بن ابی ابن سلول کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ مدینہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور انھوں نے تلوار سونت لی۔ لوگوں نے ان کے پاس سے گزرنا شروع کیا اور جب ان کا باپ عبداللہ بن ابی آیا تو اس کے بیٹے نے کہا: پیچھے ہٹ جاؤ! اس نے کہا: تجھ پر افسوس! تجھے کیا ہو گیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ

---

[1] دلائل النبوة للبيهقي، باب ما ظهر في هذه الغزوة من نفاق عبدالله بن أبي ابن سلول: 53,52/4 والسيرة النبوية لابن إسحاق، غزوة بني المصطلق: 441,440/2 و السيرة النبوية لابن هشام، غزوة بني المصطلق: 304,303/3. [2] دلائل النبوة للبيهقي، باب ماظهر في هذه الغزوة من نفاق عبدالله بن أبي ابن سلول: 54,53/4. [3] مسند أحمد: 392/3 وصحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ﴾ الآية (المنفقون 6:63)، حديث: 4905 وصحيح مسلم، البر والصلة......، باب نصر الأخ ظالما أومظلوما، حديث: (63)-2584.

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ

اے ایمان والو! تمھارے مال اور تمھاری اولادیں تمھیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں، اور جو کوئی یہ کام کرے تو وہی لوگ خسارہ پانے

ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ⑨ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ

والے ہیں⑨ اور تم اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں رزق دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی ایک کو موت آئے، پھر وہ کہے: اے

الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ⑩

میرے رب! تو نے مجھے کچھ مدت تک اور کیوں نہ مہلت دی کہ میں صدقہ کرتا اور میں صالحین میں سے ہوتا⑩ اور اللہ کسی کو ہرگز مہلت نہ دے گا

ع 2 3 14 وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑪ ع

جب اس کی اجل آ جائے گی، اور اللہ اس سے خوب باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو⑪

اللہ کی قسم! جب تک رسول اللہ ﷺ اجازت عطا نہ فرمائیں تو یہاں سے گزر نہیں سکتا کیونکہ وہ عزت والے ہیں اور تو ذلیل ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ تواضع کے باعث پیچھے چلتے تھے تو عبداللہ بن ابی نے اپنے بیٹے کی آپ سے شکایت کی تو اس کے بیٹے عبداللہ نے کہا: واللہ! اے اللہ کے رسول! جب تک آپ اجازت عطا نہ فرمائیں، وہ مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے اجازت عطا فرما دی تو انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اجازت عطا فرما دی ہے تو اب تو داخل ہو سکتا ہے۔ ①

امام ابوبکر عبداللہ بن زبیر حمیدی نے اپنی مسند میں ابو ہارون مدنی سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن ابی ابن سلول نے اپنے باپ سے کہا کہ اللہ کی قسم! تو اس وقت تک مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک تو یہ نہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ معزز ہیں اور میں ذلیل ہوں۔ انھوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ میرے باپ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں نے اس کی ہیبت کی وجہ سے کبھی غور سے اس کے چہرے کی طرف نہیں دیکھا لیکن اگر آپ پسند فرمائیں تو میں اس کا سر آپ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں، البتہ میں اپنے باپ کا قاتل کہلانا پسند نہیں کرتا۔ ②

تفسیر آیات:9-11

موت سے پہلے پہلے صدقہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو کثرت سے اپنے ذکر کا حکم دیا ہے اور اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مال و اولاد ہی میں مشغول ہو کر نہ رہ جائیں۔ اور فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا کی زندگی اور زیب و زینت ہی کو مطمح نظر بنا کر اپنے رب کی اطاعت اور اس کے ذکر سے غافل ہو جائے تو وہ ان خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا جو قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو خسارے میں مبتلا کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت میں خرچ کرنے کی ترغیب دیتے

① تفسير البغوي: 101/5 عن زيد بن أرقم ﷺ. ② مسند الحميدي، أحاديث جابر بن عبدالله الأنصاري ﷺ: 520/2، حديث: 1240.

ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ⑩ ﴾ ’’اور تم اس میں سے خرچ کرو جو مال ہم نے تم کو دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے، پھر وہ کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! تو نے مجھے تھوڑی سی اور مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کرلیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہوجاتا۔‘‘ ہر کوتاہی کرنے والا موت کے وقت ندامت کا اظہار کرتا ہے اور مہلت طلب کرتا ہے، خواہ تھوڑے سے وقت کے لیے مل جائے تاکہ معذرت کرے اور اس سے جو کوتاہی ہوئی ہے اس کی تلافی کر سکے مگر اس وقت مہلت کہاں! جو ہو چکا سو ہو چکا اور جو ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ اور ہر شخص سے اس کی کوتاہی کا حساب لیا جائے گا۔ کفار کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَ اَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَ لَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۙ ﴾ (إبراهيم 44:14) ’’اور (اے نبی!) لوگوں کو اس دن سے آگاہ کریں جب ان پر عذاب آجائے گا تب ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں تھوڑی سی مہلت عطا کرتا کہ ہم تیری دعوت (توحید) قبول کریں اور (تیرے) پیغمبروں کے پیچھے چلیں (تو جواب ملے گا) کیا تم پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ تمھارے لیے کوئی زوال نہیں؟‘‘ اور فرمایا: ﴿ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۙ لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمنون 100,99:23) ’’(یہ لوگ اسی طرح غفلت میں رہیں گے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے گی تو کہے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے پھر (دنیا میں) واپس بھیج دے تاکہ میں اس (دنیا) میں جسے چھوڑ آیا ہوں نیک کام کروں، ہرگز نہیں! یقیناً یہ (ایک ایسی) بات ہے کہ وہ اسے (زبان سے) کہہ رہا ہوگا (اور اس کے ساتھ عمل نہیں ہوگا) اور ان کے آگے پردہ ہے اس دن تک جب وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔‘‘

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَ لَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑪ ﴾ ’’اور اللہ کسی کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اس کی موت آجائے گی اور اللہ اس سے خبردار ہے جو تم عمل کرتے ہو۔‘‘ یعنی موت آجانے کے بعد اللہ تعالیٰ کسی کو مہلت نہیں دیتا اور وہ خوب جانتا اور خوب خبر رکھتا ہے کہ اپنے قول اور سوال میں کون سچا ہے اور کون ہے کہ جسے اگر لوٹایا جائے تو وہ پہلے سے بھی برا ثابت ہوگا، اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑪ ﴾ ’’اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔‘‘

سورۂ منافقون کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.

تفسیر سُورۂ تغابُن

یہ سورت مدنی اور ایک قول کے مطابق مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

اللہ کی تسبیح کرتی ہے جو چیز آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے۔ اسی کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لیے (ہر قسم کی) حمد ہے، اور وہ ہر چیز پر خوب

قَدِيْرٌ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ②

قادر ہے① وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر اور کوئی مومن ہے، اور تم جو عمل کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھنے والا ہے②

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③ يَعْلَمُ مَا فِي

اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور تمھیں صورت دی تو تمھاری صورتیں بہت اچھی بنائیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے③ وہ جانتا ہے، جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④

آسمانوں اور زمین میں ہے، اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو، اور اللہ سینوں کے راز خوب جانتا ہے④

تفسیر آیات :1-4

تسبیح اللہ ہی کی ہے: یہ مُسَبِّحات میں سے آخری سورت ہے۔ مخلوقات کی اپنے خالق و مالک کی تسبیح کے بارے میں گفتگو قبل ازیں ہو چکی ہے،[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ﴾ ''اسی کی (سچی) بادشاہی ہے اور اسی کی تعریف (لامتناہی) ہے۔'' یعنی ساری کائنات میں اس کا تصرف کارفرما ہے اور اپنے تمام خلق و قدرت میں وہ بے حد قابل ستائش ہے۔ ﴿ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① ﴾ ''اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' یعنی جو ارادہ فرماتا ہے، وہ کسی رکاوٹ کے بغیر فوراً ہو جاتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ ﴾ ''وہی تو ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر کچھ تم میں سے کافر ہیں اور کچھ مومن ہیں۔'' یعنی اس نے تمھیں اس صفت میں پیدا فرمایا ہے اور اس کا تم سے ارادہ کیا ہے، لہٰذا مومن اور کافر کا وجود ضروری ہے۔ اور وہ دیکھتا ہے کہ تم میں سے مستحق ہدایت کون اور مستحق ضلالت کون ہے اور وہ اپنے بندوں کے اعمال پر گواہ ہے اور وہ عنقریب انھیں پوری پوری جزا دے گا، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ② ﴾

---

[1] دیکھیے الحدید، آیت: 1 کے ذیل میں عنوان: ''تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے'' اور یونس، آیت: 10 کے ذیل میں عنوان: ''ازل سے ابد تک اللہ تعالیٰ ہی حمد و ثنا کا مستحق ہے''

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ز فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ

کیا تمھارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جنھوں نے اس سے پہلے کفر کیا؟ پھر انھوں نے اپنے معاملے (عملوں) کا وبال چکھا، اور ان کے لیے نہایت

اَلِيْمٌ ⑤ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ز

دردناک عذاب ہے ⑤ یہ اس لیے کہ بے شک ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں لاتے تھے تو انھوں نے کہا: کیا بشر ہمیں راہ دکھائیں گے؟

فَكَفَرُوْا وَ تَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑥

پھر انھوں نے کفر کیا اور (حق سے) منہ موڑا اور اللہ نے (ان سے) بے پروائی کی، اور اللہ بے پروا، بہت قابل تعریف ہے ⑥

''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھتا ہے۔''

اللہ کے خلق اور علم کا ذکر: پھر فرمایا: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ﴾ ''اس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا۔'' یعنی عدل و حکمت کے ساتھ پیدا فرمایا۔ ﴿ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ﴾ ''اور اسی نے تمھاری صورتیں بنائیں، پھر صورتیں بھی بہت اچھی بنائیں۔'' یعنی اس نے تمھاری شکلیں حسین و جمیل بنائیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝ ﴾ (الانفطار 82:6-8) ''اے انسان! تجھے تیرے صاحب کرم پروردگار کے بارے میں کس چیز نے دھوکا دیا؟ (وہی تو ہے) جس نے تجھے پیدا کیا اور تجھے ٹھیک ٹھاک کیا اور تجھے معتدل بنایا، اس نے جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔'' اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ط ...... ﴾ الآية (المؤمن 64:40) ''اللہ ہی تو ہے جس نے زمین کو تمھارے لیے ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمھاری صورتیں بنائیں اور صورتیں بھی اچھی بنائیں اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا......'' ﴿ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③ ﴾ ''اور اسی کی طرف (تمھیں) لوٹ جانا ہے۔'' یعنی اسی کی طرف لوٹنا اور ٹھکانا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ تمام کائنات سماوی و ارضی و نفسانی کو جانتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④ ﴾ ''وہ سب جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو وہ اس سے بھی آگاہ ہے اور اللہ سینوں کے بھیدوں سے خوب واقف ہے۔''

تفسیر آیات :6,5

سابقہ کفار کی ہلاکت کے ساتھ ڈراوا: اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں اور ان کی طرف سے پیغمبروں کی مخالفت اور حق کی تکذیب کی وجہ سے آنے والے عذاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ﴾ ''کیا تم کو ان لوگوں کے حال کی خبر نہیں پہنچی، جو پہلے کافر ہوئے تھے؟'' یعنی ان کی خبر اور ان کے حالات تمھیں معلوم نہیں ہوئے، ﴿ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ﴾ ''پس انھوں نے اپنے کاموں کی سزا (کے مزے) کو چکھ لیا۔'' یعنی انھوں نے تکذیب اور اپنے برے اعمال کا انجام دیکھ لیا اور وہ یہ کہ دنیا میں انھیں عبرت ناک سزا اور ذلت و رسوائی میں مبتلا ہونا پڑا۔ ﴿ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑤ ﴾ ''اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' یعنی اس دنیوی سزا کے علاوہ آخرت کا عذاب بھی ہے، پھر اس کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

زَعَمَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنۡ لَّنۡ یُّبۡعَثُوۡا ؕ قُلۡ بَلٰی وَ رَبِّیۡ لَتُبۡعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلۡتُمۡ ؕ

کافروں نے دعویٰ کیا کہ وہ (قبروں سے) ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ (اے نبی!) کہہ دیجیے: کیوں نہیں؟ میرے رب کی قسم! تمھیں ضرور اٹھایا

وَ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیۡرٌ ⑦ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ النُّوۡرِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلۡنَا ؕ وَ اللّٰهُ

جائے گا، پھر تمھیں ضرور جتائے جائیں گے جو تم نے عمل کیے، اور یہ اللہ پر بالکل آسان ہے ⑦ چنانچہ تم اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر ایمان

بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ⑧ یَوۡمَ یَجۡمَعُكُمۡ لِیَوۡمِ الۡجَمۡعِ ذٰلِكَ یَوۡمُ التَّغَابُنِ ؕ وَ مَنۡ یُّؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ

لاؤ جو ہم نے نازل کیا، اور اللہ اس سے خوب باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو ⑧ جس دن وہ تمھیں جمع ہونے کے دن اکٹھا کرے گا، وہی ہار جیت کا

وَ یَعۡمَلۡ صَالِحًا یُّكَفِّرۡ عَنۡهُ سَیِّاٰتِهٖ وَ یُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ

دن ہے۔ اور جو کوئی اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو اللہ اس سے اس کی برائیاں مٹا دے گا اور اسے ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے

خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ⑨ وَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا وَ كَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ

نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے ابد تک۔ یہی عظیم کامیابی ہے ⑨ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات جھٹلائیں وہی دوزخ

ع 1 10 15 اَصۡحٰبُ النَّارِ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ؕ وَ بِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ⑩ ع

والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور وہ برا ٹھکانا ہے ⑩

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتۡ تَّاۡتِیۡهِمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ ﴾ ”یہ اس لیے کہ بے شک ان کے پاس ان کے پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آتے تھے۔“ یعنی دلائل و براہین ﴿ فَقَالُوۡۤا اَبَشَرٌ یَّهۡدُوۡنَنَا ﴾ ”تو یہ کہتے کہ کیا آدمی ہمارے ہادی بنتے ہیں۔“ انھوں نے اس بات کو بعید سمجھا کہ انسان نبوت و رسالت سے سرفراز ہو اور ان کی ہدایت کا سامان انھی جیسے انسانوں کے ہاتھوں سے ہو ﴿ فَكَفَرُوۡا وَ تَوَلَّوۡا ﴾ ”تو انھوں نے (ان کو) نہ مانا اور پھر گئے۔“ یعنی انھوں نے حق کی تکذیب کی اور عمل سے منہ موڑ لیا ﴿ وَّ اسۡتَغۡنَی اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیۡدٌ ⑥ ﴾ ”اور اللہ نے پروا نہ کی اور اللہ مستغنی، سزاوار حمد (وثنا) ہے۔“

تفسیر آیات :7-10

موت کے بعد زندگی حق ہے: اللہ تعالیٰ نے کفار، مشرکین اور ملحدین کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ انھیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا۔ ﴿ قُلۡ بَلٰی وَ رَبِّیۡ لَتُبۡعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلۡتُمۡ ؕ ﴾ ”کہہ دیں: کیوں نہیں، میرے پروردگار کی قسم! البتہ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر جو بھی کام تم کرتے رہے ہو وہ تمھیں ضرور بالضرور بتائے جائیں گے۔“ تمھیں تمھارے چھوٹے بڑے اور حقیر و عظیم تمام اعمال کے بارے میں بتا دیا جائے گا۔ ﴿ وَ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیۡرٌ ⑦ ﴾ ”اور یہ (بات) اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔“ یعنی تمھیں دوبارہ زندہ اٹھانا اور تمھارے اعمال کا تمھیں بدلہ دینا۔ یہ تیسری آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ آخرت کے وقوع و وجود پر اپنے رب تعالیٰ کی قسم کھائیں۔ ان میں سے یہ پہلی آیت سورۂ یونس میں ہے: ﴿ وَ یَسۡتَنۡۢبِـُٔوۡنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلۡ اِیۡ وَ رَبِّیۡۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕۚ وَ مَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ ○ ﴾ (یونس 53:10) ”اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا وہ حق ہے؟ کہہ دیں: ہاں، میرے رب کی قسم! بلاشبہ وہ سچ ہے۔

اور تم (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔'' دوسری سورۂ سبا کی یہ آیت ہے: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ...... ﴾ الآية (سبا 3:34) ''اور کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی، کہہ دیں: کیوں نہیں! میرے پروردگار کی قسم! وہ تم پر ضرور ہی آئے گی......'' اور تیسری یہ آیت ہے: ﴿ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ ﴾ ''کافروں نے دعویٰ کیا کہ وہ (دوبارہ) ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ کہہ دیں: کیوں نہیں! میرے پروردگار کی قسم! تم ضرور بالضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر جو جو کام تم کرتے رہے ہو وہ تمھیں ضرور ہی بتائے جائیں گے اور یہ (بات) اللہ کے لیے نہایت آسان ہے۔'' پھر فرمایا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے: ﴿ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ ﴾ ''چنانچہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور (قرآن) پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل فرمایا ہے اور اللہ تمھارے سب اعمال سے خبردار ہے۔'' یعنی تمھارے اعمال میں سے کوئی عمل بھی اس سے مخفی نہیں۔

نقصان اٹھانے کے دن کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ﴾ ''جس دن وہ تم کو اکٹھا ہونے (قیامت) کے دن اکٹھا کرے گا۔'' قیامت کے دن کو اکٹھا ہونے کے دن سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ اس میں سب اگلے پچھلے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا جائے گا اور پکارنے والا انھیں اپنی آواز سنا سکے گا اور نظر انھیں دیکھ سکے گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝ ﴾ (هود 103:11) ''یہ وہ دن ہوگا جس میں سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے اور یہی وہ دن ہوگا جس میں سب (اللہ کے روبرو) حاضر کیے جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۵ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ﴾ (الواقعة 50,49:56) ''کہہ دیں کہ بے شک پہلے اور پچھلے یقیناً ایک معلوم دن کے مقرر وقت پر سب جمع کیے جائیں گے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ ﴾ ''یہی نقصان اٹھانے کا دن ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور یہ نام اس لیے ہے کہ اہل جنت، اہل دوزخ کو نقصان پہنچائیں گے۔[1] امام قتادہ و مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔[2] مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر کوئی نقصان نہیں ہوگا کہ اہل جنت تو جنت میں داخل ہو جائیں اور دیگر بدنصیب لوگوں کو جہنم رسید کر دیا جائے۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ اس کی تفسیر درج ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے بھی ہوتی ہے: ﴿ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾ ''اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو وہ (اللہ) اس سے اس کی برائیاں دور کرے گا اور داخل کرے گا اسے باغہائے بہشت میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں،

[1] تفسیر الطبری: 156/28 مختصرًا۔ [2] تفسیر الطبری: 156/28.

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ

جو مصیبت بھی آتی ہے وہ اللہ ہی کے حکم سے آتی ہے، اور جو کوئی اللہ پر ایمان لائے تو وہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز کو خوب

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ

جاننے والا ہے⑪ اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر تم (حق سے) منہ موڑو، تو ہمارے رسول کا کام بس کھول کر پہنچا دینا

الْمُبِيْنُ ⑫ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬

ہے⑫ اللہ (وہ ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، اور پس لازم ہے کہ مومن اللہ ہی پر توکل کریں⑬

وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے ابد تک، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہی اہل دوزخ ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔'' اس طرح کی آیات کی تفسیر قبل ازیں کئی دفعہ بیان کی جا چکی ہے۔ ①

تفسیر آیات:11-13

انسان کو جو پیش آتا ہے، وہ اللہ کے حکم سے ہے: اللہ تعالیٰ نے اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے جیسا کہ سورۂ حدید میں یہ فرمایا تھا: ﴿ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ۚۖ ﴾ (الحدید 22:57) ''زمین میں اور تمھاری جانوں پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ تو کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے، اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں یقیناً یہ (کام) اللہ کو بہت آسان ہے۔'' اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ''کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی مگر اللہ کے حکم سے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یعنی اللہ کے امر اور اس کی قدرت و مشیت کے ساتھ نازل ہوتی ہے۔ ﴿ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑪ ﴾ ''اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے تو وہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔'' یعنی جس شخص کو کوئی مصیبت پہنچے، وہ جان لے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کے ساتھ ہے، پھر وہ صبر کرے، اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے آگے سر تسلیم جھکا دے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت سے سرفراز فرمائے گا۔ اور دنیا کے جس مال سے محروم ہوا، اس کے بدلے میں اس کے دل کو ہدایت اور یقین صادق سے لبریز کر دے گا۔ جس مال سے اسے محروم کر دیا گیا بسا اوقات وہ مال یا اس سے بھی بہتر اسے عطا کر دیا جاتا ہے۔ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو یقین کے لیے ہدایت عطا فرما دیتا ہے اور اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اسے جو پہنچا ہے، وہ اس سے خطا ہو ہی نہیں سکتا تھا اور جو خطا ہو گیا ہے، وہ اسے مل ہی نہیں سکتا تھا۔ ②

متفق علیہ حدیث میں ہے کہ [(عَجَبًا لِّلْمُؤْمِنِ لَا يَقْضِي اللّٰهُ لَهُ شَيْئًا إِلَّا كَانَ خَيْرًا لَّهُ)، وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ] ''مومن پر

① دیکھیے التوبۃ، آیت: 72 کے ذیل میں عنوان: ''مومنوں کو دائمی نعمتوں کی بشارت'' اور النحل، آیت: 29,28 کے ذیل میں عنوان: ''بوقت وفات اور بعد از وفات کافروں کے حالات'' ② تفسیر الطبری: 157/28.

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجِكُمۡ وَاَوۡلَادِكُمۡ عَدُوًّا لَّكُمۡ فَاحۡذَرُوۡهُمۡ‌ۚ وَاِنۡ تَعۡفُوۡا

اے ایمان والو! بے شک تمھاری بیویوں اور تمھاری اولاد میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں، لہٰذا تم ان سے محتاط رہو۔ اور اگر تم معاف کر دو

وَتَصۡفَحُوۡا وَتَغۡفِرُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿14﴾ اِنَّمَاۤ اَمۡوَالُكُمۡ وَاَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ‌ ؕ

اور درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ خوب بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ﴿14﴾ بلاشبہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد فتنہ (آزمائش)

وَاللّٰهُ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ﴿15﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ وَاسۡمَعُوۡا وَاَطِيۡعُوۡا وَاَنۡفِقُوۡا

ہیں، اور اللہ ہی کے پاس اجرِ عظیم ہے ﴿15﴾ چنانچہ جہاں تک تمھاری استطاعت ہو تم اللہ سے ڈرو اور سنو، اور اطاعت کرو، اور خرچ کرو، یہ

خَيۡرًا لِّاَنۡفُسِكُمۡ‌ ؕ وَمَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿16﴾ اِنۡ تُقۡرِضُوا

تمھاری ذات کے لیے بہتر ہے، اور جسے اپنے نفس کے لالچ سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ﴿16﴾ اگر تم اللہ کو قرض دو، قرضِ

اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا يُّضٰعِفۡهُ لَكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوۡرٌ حَلِيۡمٌ ﴿17﴾ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ

حسنہ، تو وہ اسے تمھارے لیے بڑھا دے گا اور تمھیں بخش دے گا۔ اور اللہ بڑا قدر دان، بہت حلم والا ہے ﴿17﴾ وہ غیب اور ظاہر کا علم رکھنے

وَالشَّهَادَةِ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿18﴾ ع 2/8/16

والا، زبردست، خوب حکمت والا ہے ﴿18﴾

تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جس چیز کا بھی فیصلہ فرمائے وہ اس کے حق میں بہتر ہے، اور مومن کے سوا کسی کو یہ بات حاصل نہیں ہے، اگر اسے کوئی خوشی و مسرت لاحق ہو تو وہ شکر کرتا ہے اور شکر کرنا اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور صبر کرنا اس کے حق میں بہتر ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ ﴾ ''اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور (اس کے) رسول کی اطاعت کرو۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت کے بارے میں اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اسی طرح جو حکم دیا اس کے بجا لانے کا اور جس سے منع فرمایا اور ڈانٹ پلائی اسے ترک کر دینے کا بھی حکم دیا ہے، پھر فرمایا: ﴿ فَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ﴿12﴾ ﴾ ''پھر اگر تم پھر گئے تو ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہے۔'' یعنی اگر تم نے عمل نہ کیا تو رسول اللہ ﷺ کے ذمے تو صرف احکام الٰہی کا پہنچا دینا ہے اور تمھارا کام سمع و طاعت ہے جو تم پر فرض کی گئی ہے۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام ہے، رسول اللہ ﷺ کا کام اسے پہنچا دینا ہے اور ہمارا فرض اسے تسلیم کر لینا ہے۔[2]

توحید: پھر اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کی ذات پاک یکتا و بے نیاز ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ

---

[1] صحيح مسلم، الزهد......، باب المؤمن أمره كله خير، حديث: 2999 عن صهيب رضی اللہ عنہ جبکہ قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 24/5 عن أنس رضی اللہ عنہ میں ہیں۔ [2] صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: [يا أيها الرسول بلغ ما أنزل إليك من ربك وإن لم تفعل فما بلغت رسالاته]، قبل الحديث: 7530.

﴿ اِلَّا هُوَ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾ ”اللہ (جو معبود برحق ہے) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، لہٰذا مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسا رکھیں۔“ آیت کے پہلے حصے میں توحید کے بارے میں خبر دی گئی اور اس کے معنی طلب کے ہیں، یعنی الوہیت میں بھی اسے واحد مانو، توحید کو اسی کی ذات گرامی کے لیے خالص کر دو اور پھر اس کی ذات پاک پر بھروسا رکھو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝ ﴾ (المزمّل 9:73) ”وہی مشرق اور مغرب کا مالک ہے (اور) اس کے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا اسی کو اپنا کارساز بنالیں۔“

تفسیر آیات:14-18

بیوی بچوں کے فتنے سے بچنے کی تلقین: اللہ تعالیٰ نے بیویوں اور اولاد کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان میں سے کچھ اپنے خاوند اور باپ کی دشمن بھی ہیں، اس معنی میں کہ ان کی وجہ سے وہ عمل صالح سے غافل ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ﴾ (المنفقون 9:63) ”مومنو! تمھارے مال اور اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے گا تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔“ اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ فَاحْذَرُوْهُمْ ﴾ ”لہٰذا تم ان سے بچو۔“ ابن زید کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے دین کے بارے میں ان سے بچتے رہو۔[1] امام مجاہد اس آیت: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ ﴾ ”اے ایمان والو! بے شک تمھاری بیویوں اور تمھاری اولاد میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں، پس تم ان سے محتاط رہو۔“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بیوی بچے انسان کو بسا اوقات قطع رحمی یا اپنے رب تعالیٰ کی نافرمانی پر آمادہ کر دیتے ہیں اور محبت کے باوجود انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کر سکتا۔[2]

امام ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مکہ میں مسلمان ہو گئے تھے، انھوں نے مدینہ جا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا مگر ان کے بیوی بچوں نے اصرار کیا کہ وہ انھیں چھوڑ کر نہ جائیں، بہر حال جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ لوگوں نے دین کی سمجھ بوجھ حاصل کر لی ہے تو انھوں نے بیوی بچوں کی وجہ سے پیچھے رہ جانے پر انھیں سزا دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ ”اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بلاشبہ اللہ بھی بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“[3] امام ترمذی نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا اور حسن صحیح قرار دیا ہے۔[4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ ﴾ ”بلاشبہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد آزمائش ہیں اور اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کی

---

[1] تفسیر الطبری: 160/28. [2] تفسیر الطبری: 159/28. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 3358/10. [4] جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة التغابن، حدیث: 3317.

طرف سے اس کی مخلوق کے لیے آزمائش اور ابتلا ہیں تا کہ وہ جان لے کہ اس کی اطاعت کون بجالاتا ہے اور نافرمانی کون کرتا ہے!

﴿ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ ﴾ ''اور اللہ کے ہاں۔'' یعنی روزِ قیامت ﴿ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ ''بہت بڑا اجر ہے۔'' جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ○ ﴾ (ال عمرٰن 14:3) ''لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے جو عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں (مگر) یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں اور اللہ کے پاس بہت اچھا ٹھکانا ہے۔''

امام احمد نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما آ گئے، انھوں نے دو سرخ رنگ کی قمیصیں پہنی ہوئی تھیں۔ چلتے تو لڑکھڑانے لگتے۔ رسول اللہ ﷺ نے منبر سے اتر کر انھیں اٹھالیا اور اپنے سامنے بٹھا لیا، پھر فرمایا: [صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ: ﴿ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ ﴾ نَظَرْتُ إِلٰى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَرَفَعْتُهُمَا] ''سچ فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے: ''بلاشبہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد آزمائش ہیں۔'' میں نے جب ان دو بچوں کی طرف دیکھا کہ چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے ہیں تو میں صبر نہ کر سکا حتی کہ میں نے اپنی گفتگو کو منقطع کر کے ان کو اٹھالیا۔''[1] اسے اہل سنن نے بھی روایت کیا اور امام ترمذی نے اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔[2]

بقدر استطاعت تقویٰ اختیار کرنے کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ ''چنانچہ جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرو۔'' یعنی اپنی قوت و طاقت کے مطابق جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ] ''جب میں تمھیں کسی بات سے منع کروں تو اس سے اجتناب کرو اور جب میں تمھیں کسی بات کا حکم دوں تو اسے مقدور بھر بجالاؤ۔''[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا ﴾ ''اور (اس کے احکام کو) سنو اور اطاعت کرو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمھیں جو حکم دیں تو اس کے اطاعت گزار بن جاؤ اور دائیں بائیں نہ دیکھو، نہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ جس کا تمھیں حکم دیا گیا ہو، اس سے پس و پیش نہ کرو اور جس سے تمھیں منع کر دیا گیا ہو، اس کا ارتکاب نہ کرو۔

صدقے کی ترغیب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ ﴾ ''اور خرچ کرو یہ تمھارے نفسوں کے لیے بہت بہتر ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں جو رزق عطا فرمایا ہے، اس میں سے اپنے قرابت داروں، فقیروں، مسکینوں اور

[1] مسند أحمد: 354/5. [2] سنن أبي داود، الصلاة، باب الإمام يقطع الخطبة للأمر يحدث، حديث: 1109 و جامع الترمذي، المناقب، باب حلمه ووضعه ﷺ......، حديث: 3774 و سنن النسائي، الجمعة، باب نزول الإمام عن المنبر......، حديث: 1414 و سنن ابن ماجه، اللباس، باب لبس الأحمر للرجال، حديث: 3600. [3] صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، حديث: 7288 و صحيح مسلم، الحج، باب فرض الحج مرة في العمر، حديث: 1337.

ضرورت مندوں پر بھی خرچ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر احسان کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمھیں اپنے احسانات سے نوازا ہے۔ یہ بات تمھارے لیے دنیا و آخرت میں موجب خیر و برکت ہوگی اور اگر ایسا نہ کرو گے تو یہ بات تمھارے لیے دنیا و آخرت میں بری ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يُوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ ''اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' اس آیت کریمہ کی تفسیر قبل ازیں سورۂ حشر میں بیان کی جا چکی ہے۔ اور اس مفہوم کی احادیث مبارکہ بھی ذکر کی جا چکی ہیں، [1] لہٰذا ان کے اعادے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ﴾ ''اگر تم اللہ کو قرض حسنہ دو گے تو وہ تم کو اس کا دو چند دے گا اور تمھیں بخش دے گا۔'' یعنی تم جو بھی خرچ کرو گے تو وہ تمھیں اس کے بدلے میں ضرور دے گا، تم جو چیز بھی صدقہ کرو گے، وہ تمھیں اس کا ضرور اجر دے گا۔ اللہ کے رستے میں خرچ کرنے کو اسے قرض دینے کے مترادف قرار دیا گیا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: [مَنْ يُقْرِضُ غَيْرَ عَدِيمٍ وَّلَا ظَلُومٍ] ''کون ہے جو اس عظیم ہستی کو قرض دے جو نہ تو قلاش ہے اور نہ ذرہ بھر ظلم کرنے والا ہی ہے۔'' [2] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ تمھیں اس کے بدلے میں دو چند عطا فرمائے گا جیسا کہ قبل ازیں سورۂ بقرہ میں یہ گزر چکا ہے: ﴿ فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ﴾ (البقرة 245:2) ''وہ اس کو اس کے بدلے میں کئی حصے زیادہ دے گا۔'' ﴿ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ﴾ ''اور وہ تمھیں بخش دے گا۔'' اسی لیے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ ﴾ ''اور اللہ بڑا قدر شناس ہے۔'' تھوڑے عمل کی بھی بہت زیادہ جزا عطا فرماتا ہے۔ ﴿ حَلِيْمٌ ﴾ ''خوب حوصلے والا ہے۔'' وہ گناہوں، لغزشوں، خطاؤں اور برائیوں سے درگزر فرماتا، انھیں معاف فرماتا، ان کی پردہ پوشی فرماتا اور ان سے تجاوز فرماتا ہے۔ ﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ ''پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا نہایت غالب، بڑی حکمت والا۔'' اس آیت کریمہ کی تفسیر کئی بار بیان ہو چکی ہے۔ [3]

سورۂ تغابن کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

[1] دیکھیے الحشر، آیت: 9 کے ذیل میں عنوان: ''انصار کا ایثار'' [2] صحیح مسلم، صلاة المسافرين......، باب الترغيب فی الدعاء والذكر......، حديث:(171)-758 عن أبي هريرة رضي الله عنه. [3] دیکھیے الحشر، آیت: 22 کے ذیل میں عنوان: ''اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے ساتھ اس کی بزرگی'' اور الرعد، آیت: 9 کے ذیل میں عنوان: ''عالم الغیب اللہ تعالیٰ ہی کی ذات گرامی ہے''

تفسیر سُورَۂ طَلَاق

یہ سورت مدنی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحۡصُوا الۡعِدَّةَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ

اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو انھیں ان کی عدت کے (آغاز) وقت میں طلاق دو، اور عدت گنتے رہو۔

رَبَّكُمۡ ۚ لَا تُخۡرِجُوۡهُنَّ مِنۡۢ بُیُوۡتِهِنَّ وَ لَا یَخۡرُجۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ بِفَاحِشَةٍ

اور اللہ سے جو تمھارا رب ہے، ڈرو۔ تم انھیں ان کے گھروں سے نہ نکالو، اور نہ وہ خود نکلیں، مگر یہ کہ وہ کوئی کھلی بے حیائی

مُّبَیِّنَةٍ ؕ وَ تِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنۡ یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَهٗ ؕ

کریں، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو شخص اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو یقیناً اس نے خود پر ظلم کیا۔ (اے مخاطب!)

لَا تَدۡرِیۡ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِكَ اَمۡرًا ①

تو نہیں جانتا شاید اللہ اس (طلاق) کے بعد کوئی نئی راہ نکال دے ①

تفسیر آیت :1

عورت کو عدت کے آغاز میں طلاق دی جائے، وہ عدت کا شمار کرے اور دورانِ عدت اپنے گھر سے نہ نکلے: اس آیت کریمہ میں پہلے تشریف وتکریم کے طور پر نبی ﷺ کو مخاطب کیا گیا اور پھر تبعاً امت کو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ﴾ ”اے پیغمبر! (مسلمانوں سے کہہ دیں کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کی عدت (کے شروع) میں طلاق دو۔“ امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی جبکہ وہ حالتِ حیض میں تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے اور پھر فرمایا: [لِيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ فَتَطْهُرَ فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُّطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ أَنْ يَّمَسَّهَا، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ كَمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ] ”اسے چاہیے کہ وہ اس (بیوی) سے رجوع کرلے، پھر اسے روکے رکھے حتی کہ وہ پاک ہوجائے، پھر حیض شروع ہوجائے، پھر پاک ہوجائے اور اگر وہ اسے طلاق دینا چاہے تو اسے حالت طہر میں مباشرت سے پہلے طلاق دے۔ یہی وہ عدت ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔“①

① صحيح البخاري، التفسير، باب: 1، حديث: 4908.

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اس مقام پر اور اپنی کتاب کے دیگر کئی مقامات پر بھی اسی طرح روایت کیا ہے،① نیز اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے: [فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ يُّطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ] ''یہ ہے وہ عدت جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کے مطابق عورتوں کو طلاق دی جائے۔''② سب سے واضح الفاظ جو ہم یہاں ذکر کریں گے، وہ ہیں جو امام مسلم نے اپنی صحیح میں بطریق ابن جریج روایت کیے ہیں کہ مجھے ابو زبیر نے خبر دی، انھوں نے عَزَّہ کے آزاد کردہ غلام عبدالرحمٰن بن ایمن سے سنا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سوال پوچھا جا رہا تھا جبکہ وہاں ابو زبیر بھی سن رہے تھے کہ اس شخص کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے جو اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دیتا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں حالت حیض میں طلاق دے دی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لِيُرَاجِعْهَا۔ فَرَدَّهَا۔ وَقَالَ: إِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْ أَوْ لِيُمْسِكْ] ''اسے رجوع کر لینا چاہیے۔ پس انھوں نے رجوع کر لیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ وہ جب پاک ہو تو اسے چاہیے کہ طلاق دے یا (اسے) اپنے پاس رکھے۔'' ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہ پڑھا: [يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ! إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ فِي قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ] ''اے پیغمبر! (مسلمانوں سے کہہ دیں کہ) جب تم طلاق دینے لگو تو ان کی عدت کے شروع میں طلاق دو۔''③ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ ''تو ان کی عدت (کے شروع) میں طلاق دو'' کے بارے میں روایت ہے کہ انھیں ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں مباشرت نہ کی گئی ہو۔④ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، عطاء، مجاہد، حسن، ابن سیرین، قتادہ، میمون بن مہران اور مقاتل بن حیان رحمہم اللہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔⑤ عکرمہ اور ضحاک کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے۔⑥ علی بن ابو طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق نہ دے اور نہ ایسی حالت طہر میں جس میں اس نے اس سے جماع کیا ہوا سے وہ چھوڑ دے حتی کہ جب اسے حیض آئے اور پھر وہ پاک ہو جائے تو اسے ایک طلاق دے دے۔⑦

عکرمہ نے ﴿فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ عدت سے مراد ''طہر'' اور ''قُرء'' سے مراد حیض ہے۔ وہ اسے حالت حمل میں طلاق دے سکتا ہے جبکہ حمل واضح ہو، البتہ اس صورت میں طلاق نہ دے جب اس سے جماع کیا ہو اور معلوم نہ ہو کہ وہ حاملہ ہے یا نہیں۔ اسی سے فقہاء نے طلاق کے احکام اخذ کیے ہیں اور طلاق کی دو قسمیں: طلاقِ سنت اور طلاقِ بدعت

---

① صحیح البخاری، الطلاق، باب وقول اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ﴾ (الطلاق 1:65)، حدیث: 5251 و5332 والأحکام، باب هل يقضي القاضي أو يفتي......؟ حدیث: 7160. ② صحیح البخاری، الطلاق، باب وقول اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ﴾ (الطلاق 1:65)، حدیث: 5251 و صحیح مسلم، الطلاق، باب تحریم طلاق الحائض......، حدیث: 1471. ③ صحیح مسلم، الطلاق، باب تحریم طلاق الحائض......، حدیث: (14)-1471. اس حدیث میں بیان کردہ قراءت شاذ ہے۔ دیکھیے شرح النووی: 101/10، تحت الحدیث: (14)-1471. ④ تفسیر الطبری: 165/28. ⑤ تفسیر الطبری: 167,166/28. ⑥ تفسیر الطبری: 167,166/28. ⑦ تفسیر الطبری: 168/28.

قرار دی ہیں۔ طلاق سنت یہ ہے کہ اسے حالت طہر میں طلاق دے اور اس نے اس سے جماع نہ کیا ہو یا حالت حمل میں طلاق دے جبکہ حمل واضح ہو۔ اور طلاق بدعت یہ ہے کہ حالت حیض میں طلاق دے یا ایسی حالتِ طہر میں جس میں جماع کیا ہو اور معلوم نہ ہو کہ وہ حاملہ ہے یا نہیں۔ طلاق کی ایک تیسری قسم بھی ہے جو نہ طلاقِ سنت ہے اور نہ طلاقِ بدعت۔ اور وہ یہ ہے کہ چھوٹی عمر کی لڑکی کو یا حیض سے مایوس عورت کو یا اس عورت کو طلاق دی جائے جس سے جماع نہ کیا ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ﴾ ''اور تم عدت کو شمار کرو'' یعنی اس کی حفاظت کرو اور اس کی ابتدا اور انتہا کو پہچان لو تا کہ عورت کے لیے عدت زیادہ طویل نہ ہو جائے اور پھر وہ نکاح نہ کر سکے۔ ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ﴾ ''اور تم اللہ سے ڈرو جو تمھارا پروردگار ہے۔'' یعنی اس معاملے میں۔

عدت رجعت میں نفقہ و سکنیٰ شوہر کے ذمے ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ ﴾ ''نہ تو تم ان کو (ایام عدت میں) ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ (خود) نکلیں۔'' یعنی مدت عدت میں اور جب تک وہ حالت عدت میں ہو، اس کا حق ہے کہ شوہر اسے رہائش فراہم کرے۔ مرد کے لیے جائز نہیں کہ اسے گھر سے نکالے اور نہ اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ گھر سے نکلے کیونکہ وہ اپنے شوہر کے حق کے لیے بھی اس کے گھر میں عدت گزار رہی ہوتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ﴾ ''مگر یہ کہ وہ کوئی صریح بے حیائی کریں (تو نکال دینا چاہیے۔)'' یعنی وہ اپنے گھروں سے نہ نکلیں الا یہ کہ عورت صریح بے حیائی کا ارتکاب کرے تو اسے گھر سے نکال دینا چاہیے۔ صریح بے حیائی کے الفاظ زنا پر بھی مشتمل ہیں جیسا کہ ابن مسعود، ابن عباس رضی اللہ عنہم، سعید بن مسیّب، شعبی، حسن، ابن سیرین، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، ابو قِلابہ، ابو صالح، ضحاک، زید بن اسلم، عطاء خراسانی، سدی، سعید بن ابو ہلال اور دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔[1] اور یہ اس بات پر بھی مشتمل ہے کہ عورت زیادتی کرے یا مرد کے گھر والوں سے بدکلامی کرے اور انھیں قول و فعل سے ایذا پہنچائے جیسا کہ ابی بن کعب، ابن عباس رضی اللہ عنہم، عکرمہ اور دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔[2] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ﴾ ''اور یہ اللہ کی حدیں ہیں۔'' یعنی اس کے شرائع اور اس کی طرف سے حرام کردہ امور ہیں۔ ﴿ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ ﴾ ''اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا۔'' یعنی ان سے باہر ہو جائے گا، ان سے تجاوز کرے گا اور ان کے مطابق عمل نہیں کرے گا ﴿ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ﴾ ''تو یقیناً وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا۔''

شوہر کے گھر میں عدت گزارنے میں مصلحت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ① ﴾ ''(اے طلاق دینے والے!) تو نہیں جانتا شاید اللہ اس (طلاق) کے بعد کوئی (رجعت کی) سبیل پیدا کر دے۔'' یعنی ہم نے مطلقہ کو عدت کی مدت شوہر کے گھر میں گزارنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ شاید وہ طلاق دینے میں ندامت محسوس کرے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ رجوع کرنے کا خیال پیدا فرما دے۔ اور اس کے گھر میں ہونے کی صورت میں یہ معاملہ زیادہ سہل

① تفسیر الطبری: 170/28 و تفسیر القرطبی: 156/18. ② تفسیر القرطبی: 156/18 و تفسیر الطبری: 171/28.

اور آسان ہوگا۔ امام زہری نے عبید اللہ بن عبد اللہ سے اور انھوں نے فاطمہ بنت قیس سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا① ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد رجعت ہے۔① امام شعبی، عطاء، قتادہ، ضحاک، مقاتل بن حیان اور ثوری کا بھی یہی قول ہے۔②

طلاق بائنہ والی کے لیے نفقہ و سکنیٰ نہیں: اسی سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جیسے کچھ ائمۂ سلف اور ان کے پیروکاروں نے یہ بات اخذ کی ہے کہ طلاق بائنہ والی عورت کے لیے اور اسی طرح جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کے لیے رہائش واجب نہیں ہے۔ انھوں نے اپنے اس موقف کے لیے فاطمہ بنت قیس فِہرِیّہ کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ جب اس کے شوہر ابو عمرو بن حفص نے اسے آخری تیسری طلاق بھی دے دی اور وہ اس وقت گھر سے غائب یمن میں تھا وہاں سے اس نے طلاق بھیجی اور اس نے اپنے وکیل کے ہاتھ نفقہ کے لیے جَو بھی بھیجا مگر فاطمہ ناراض ہوگئی۔ اس نے کہا: واللہ! ہمارے ذمے تیرا نفقہ نہیں ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے فرمایا: [لَیْسَ لَکِ عَلَیْہِ نَفَقَۃٌ] ''اس کے ذمے تیرا نفقہ نہیں ہے۔''③ مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے: [وَلَا سُکْنٰی] ''اور نہ (اس کے ذمے تیری) رہائش ہے۔''④ آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر میں عدت گزارے، پھر فرمایا: [تِلْکَ امْرَأَۃٌ یَغْشَاھَا أَصْحَابِی، اِعْتَدِّی عِنْدَ ابْنِ أُمِّ مَکْتُومٍ، فَإِنَّہٗ رَجُلٌ أَعْمٰی تَضَعِینَ ثِیَابَکِ......] ''اس عورت کے پاس میرے صحابہ کثرت سے آتے جاتے ہیں، اس لیے تو ابن ام مکتوم کے گھر میں عدت گزار، وہ نابینا شخص ہیں، لہٰذا تو ان کے گھر میں اپنے (اضافی) کپڑے اتار سکتی ہے......۔''⑤ مکمل حدیث ملاحظہ کیجیے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ایک دوسری سند کے ساتھ اس حدیث کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اُنْظُرِی یَابِنْتَ آلِ قَیْسٍ! إِنَّمَا النَّفَقَۃُ وَالسُّکْنٰی لِلْمَرْأَۃِ عَلٰی زَوْجِھَا مَا کَانَتْ لَہٗ عَلَیْھَا رَجْعَۃٌ، فَإِذَا لَمْ یَکُنْ لَہٗ عَلَیْھَا رَجْعَۃٌ، فَلَا نَفَقَۃَ وَلَا سُکْنٰی، اُخْرُجِی فَانْزِلِی عَلٰی فُلَانَۃَ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّہٗ یُتَحَدَّثُ إِلَیْھَا، اِنْزِلِی عَلَی ابْنِ أُمِّ مَکْتُومٍ، فَإِنَّہٗ أَعْمٰی لَا یَرَاکِ......] ''اے بنت آل قیس! غور و فکر کرلو۔ یقیناً نفقہ اور سکنیٰ عورت کے لیے اپنے اس شوہر پر واجب ہے جسے اس عورت سے رجوع کا حق حاصل ہو اور اگر اسے رجوع کا حق حاصل نہ ہو تو پھر اس کے لیے نفقہ اور سکنیٰ نہیں ہے، لہٰذا تم اس گھر سے نکل کر فلاں عورت کے پاس سکونت اختیار کرلو، پھر فرمایا: ان کے پاس گفتگو کے لیے لوگ آتے ہیں، لہٰذا تم ابن ام مکتوم کے ہاں قیام کرلو، وہ نابینا ہیں، تمھیں نہیں دیکھیں گے......۔''⑥ اور امام احمد نے مکمل حدیث بیان کی۔

---

① مسند أحمد: 415,414/6 و تفسیر عبد الرزاق: 317/3، رقم: 3236. ② تفسیر الطبري: 174,173/28 و تفسیر القرطبي: 157,156/28. ③ صحیح مسلم، الطلاق، باب المطلقۃ البائن لا نفقۃ لھا، حدیث: 1480. ④ صحیح مسلم، الطلاق، باب المطلقۃ البائن......، حدیث: (37)-1480. ⑤ صحیح مسلم، الطلاق، باب المطلقۃ البائن لا نفقۃ لھا، حدیث: 1480. ⑥ مسند أحمد: 373/6 اور الموسوعۃ الحدیثیۃ (مسند أحمد): 54/45 میں ہے کہ [اُنْظُرِی یَا بِنْتَ آلِ قَیْسٍ! إِنَّمَا النَّفَقَۃُ وَالسُّکْنٰی لِلْمَرْأَۃِ عَلٰی زَوْجِھَا مَا کَانَتْ لَہٗ عَلَیْھَا رَجْعَۃٌ] کے علاوہ یہ حدیث کئی ایک طرق کے ساتھ صحیح ہے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا

پھر جب وہ اپنی عدت (ختم ہونے) کو پہنچیں تو تم انھیں معروف طریقے سے (اپنے پاس بحیثیت بیوی) روک لو یا انھیں معروف طریقے سے جدا

ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ

کردو، اور تم اپنے میں سے دو صاحب عدل آدمی گواہ بنالو، اور اللہ کے لیے گواہی قائم کرو، اس (حکم) کی اسے نصیحت کی جاتی ہے جو کوئی اللہ اور

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ② وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ

یوم آخرت پر ایمان لائے، اور جو شخص اللہ سے ڈرے تو وہ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے ② اور وہ اسے رزق دیتا ہے

لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ

جہاں سے اسے گمان تک نہیں ہوتا۔ اور جو شخص اللہ پر توکل کرے تو وہ اس کے لیے کافی ہے، بے شک اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ بے شک

اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ③

اللہ نے ہر چیز کے لیے اندازہ مقرر کر رکھا ہے ③

ابوالقاسم طبرانی نے عامر شعبی سے روایت کیا ہے کہ وہ فاطمہ بنت قیس کے پاس گئے، جو ضحاک بن قیس قرشی کی بہن تھیں اور جن کے شوہر ابوعمرو بن حفص بن مغیرہ مخزومی تھے تو انھوں نے کہا کہ ابوعمرو بن حفص نے میری طرف اس وقت طلاق کا پیغام بھیجا جب وہ لشکر کے ساتھ یمن کی طرف جا رہے تھے، میں نے اس کے ساتھیوں سے اپنے نفقہ اور سکنٰی کی بابت پوچھا تو انھوں نے کہا کہ اس کے لیے انھوں نے نہ تو ہماری طرف کوئی چیز بھیجی ہے اور نہ ہمیں اس بارے میں کوئی وصیت ہی کی ہے، پس میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! ابوعمرو بن حفص نے میری طرف طلاق بھیجی ہے، میں نے اس کے ساتھیوں سے اپنے نفقہ اور سکنٰی کی بابت پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ اس نے اس کے لیے ہمارے پاس کوئی چیز نہیں بھیجی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّمَا السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةُ لِلْمَرْأَةِ إِذَا كَانَ لِزَوْجِهَا عَلَيْهَا رَجْعَةٌ، فَإِذَا كَانَتْ لَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَلَا نَفَقَةَ لَهَا وَلَا سُكْنٰى] ”عورت کے لیے نفقہ اور سکنٰی صرف اس صورت میں ہوتا ہے جب اس کے شوہر کو اس سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہو اور اگر عورت اس کے لیے اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک وہ اس کے سوا کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرے تو پھر اس کے لیے نفقہ اور سکنٰی نہیں ہے۔“[①] امام نسائی نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔[②]

تفسیر آیات: 3,2

مطلقہ سے احسان کا حکم، خواہ رجوع کا ارادہ ہو یا جدائی کا: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جب عدت گزارنے والی عورتیں اپنی مدت تک پہنچ جائیں، یعنی انقضائے عدت کے قریب ہوں اور عدت ابھی مکمل طور پر ختم نہ ہوئی ہو تو اس وقت شوہر اسے یا تو

---

① المعجم الکبیر للطبرانی، ترجمة عامر الشعبي عن فاطمة بنت قیس: 383,382/24، حدیث: 948. ② السنن الکبرٰی للنسائي، الطلاق، باب الرخصة في ذلك: 350/3، حدیث: 5596.

اپنے پاس رکھنے کا ارادہ کرلے، یعنی اسے عصمت نکاح کی طرف لوٹائے اور اسی طرح اپنے پاس رکھنے کا عزم کرے جیسا کہ یہ پہلے اس کے پاس تھی ﴿ بِمَعْرُوْفٍ ﴾ ”معروف طریقے سے۔“ یعنی حسن سلوک کے ساتھ اس کی رفاقت کو اختیار کرے یا اس سے علیحدگی اختیار کرنے کا عزم کرلے ﴿ بِمَعْرُوْفٍ ﴾ ”اچھے طریقے سے۔“ یعنی اسے نہ برا بھلا کہے، نہ گالی گلوچ دے اور نہ سختی و درشتی کا مظاہرہ کرے بلکہ اچھے اور مستحسن طریقے سے اسے طلاق دے دے۔

رجوع پر گواہ بنانے کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ ﴾ ”اور تم اپنوں میں سے دو منصف مردوں کو گواہ بنالو۔“ یعنی جب تم رجوع کرنے کا عزم کرلو تو رجعت پر دو گواہ بنالو جیسا کہ امام ابوداود اور ابن ماجہ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس شخص کی بابت پوچھا گیا جو عورت کو طلاق دیتا ہے اور پھر اس سے مقاربت کرتا ہے اور اس نے نہ تو طلاق دیتے وقت گواہ مقرر کیے اور نہ رجوع کے وقت تو انھوں نے جواب دیا کہ اس عورت کو خلاف سنت طلاق دی گئی ہے اور خلاف سنت اس سے رجوع کیا گیا ہے، اس کی طلاق پر بھی گواہ مقرر کرو اور رجعت پر بھی اور آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا۔[1] ابن جریج کہتے ہیں کہ عطاء ﴿ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ ﴾ ”اور تم اپنے میں سے دو منصف مردوں کو گواہ بنالو“ کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ نکاح، طلاق اور رجوع دو عادل گواہوں کے بغیر جائز نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے الا یہ کہ کوئی عذر ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ ”ان (باتوں) سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔“ یعنی یہ جو ہم نے تمھیں گواہ بنانے اور گواہی کو نافذ کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی اطاعت وہ کرے گا جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے کیونکہ اسی (اللہ تعالیٰ) نے یہ حکم مقرر کیا ہے، اور وہ بھی جو آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کے لیے مخلصی کی صورت پیدا فرما دیتا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ ”اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا تو وہ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کی صورت پیدا کردے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہ ہو۔“ یعنی جو شخص ان امور میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اور انھیں بجالائے گا جن کے کرنے کا اس نے حکم دیا اور ان کو ترک کردے گا جن سے اس نے منع فرمایا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ رنج و غم سے مخلصی کی صورت پیدا فرما دے گا اور ایسی ایسی جگہوں سے اسے رزق عطا فرمائے گا جو کبھی اس کے حاشیۂ خیال پر بھی نہ کھٹکی ہوں گی۔

امام ابن ابو حاتم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید کی سب سے جامع آیت: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ﴾ (النحل 90:16) ”بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔“ ہے اور سپردگی کے اعتبار سے سب سے سخت آیت: ﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ﴾ ہے۔[2] عکرمہ کا قول ہے کہ جس شخص نے اس

[1] سنن أبي داود، الطلاق، باب الرجل یراجع ولا یشهد، حدیث: 2186 و سنن ابن ماجه، الطلاق، باب الرجعة، حدیث: 2025. [2] المصنف لعبد الرزاق، فضائل القرآن، باب تعلیم القرآن وفضله: 371,370/3، حدیث: 6002 والمعجم الکبیر للطبراني: 134/9، حدیث: 8661 البتہ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ مصیبت و تکلیف سے نکلنے کے لیے سب سے بڑی آیت ﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ﴾ ہے۔

وَالّٰٓـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ

اور وہ جو حیض سے مایوس ہو جائیں تمھاری (طلاق یافتہ) عورتوں میں سے، اگر تم شک میں پڑو تو ان کی عدت تین ماہ ہے، اور (اسی

وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ

طرح) ان کی بھی جنھیں (ابھی) حیض نہیں آیا۔ اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے۔ اور جو شخص اللہ سے ڈرے تو وہ

يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ④ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ؕ

اس کے لیے اس کے کام میں آسانی فرماتا ہے ④ یہ اللہ کا حکم ہے جسے اس نے تمھاری طرف نازل کیا ہے، اور جو (شخص) اللہ سے

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ⑤

ڈرے تو وہ اس سے اس کی برائیاں مٹا دیتا ہے، اور اسے زیادہ اجر دیتا ہے ⑤

طرح طلاق دی جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ رنج و غم سے نجات کی صورت پیدا فرما دے گا۔[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور مسروق اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو یہ جانتا اور مانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو عطا فرماتا ہے اور اگر وہ نہ چاہے تو محروم کر دیتا ہے۔ ﴿مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ﴾ کے معنی ہیں کہ ایسی جگہ سے جسے وہ نہیں جانتا۔[3] امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے شبہات امور اور موت کے وقت کی سختیوں سے نجات عطا فرما دیتا ہے۔ ﴿وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ﴾ اور ایسی جگہ سے اسے رزق عطا فرماتا ہے جہاں سے کوئی امید نہ ہو۔[4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ﴾ ''اور جو کوئی اللہ پر بھروسا رکھے گا تو وہ اسے کافی ہے۔'' امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انھوں نے بیان کیا ہے کہ ایک دن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: [يَا غُلَامُ! إِنِّي مُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِاجْتَمَعُوا عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوكَ، لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَلَوِاجْتَمَعُوا عَلٰى أَنْ يَّضُرُّوكَ، لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ، وَجَفَّتِ الصُّحُفُ] ''اے لڑکے! میں تمھیں کچھ باتیں سکھاتا ہوں (انھیں اچھی طرح یاد رکھو) تم اللہ (کے اوامر و نواہی) کی حفاظت کرو، وہ تمھاری حفاظت فرمائے گا، اللہ (کے حقوق) کی حفاظت کرو، تم اسے (ہمیشہ) اپنے سامنے پاؤ گے، جب کچھ مانگو تو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو، جب مدد طلب کرو تو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرو اور اس بات کو خوب جان لو کہ اگر ساری امت اس بات پر جمع ہو جائے کہ وہ تمھیں نفع پہنچائے تو وہ صرف وہی نفع پہنچا سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے لکھ رکھا ہے اور اگر وہ سارے اس بات پر جمع

① تفسیر الطبری: 176/28. ② تفسیر الطبری: 176/28. ③ تفسیر الطبری: 176/28. ④ تفسیر الطبری: 177/28.

ہو جائیں کہ تمھیں نقصان پہنچائیں تو وہ تمھیں صرف وہ نقصان پہنچا سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے لکھ رکھا ہے، قلموں کو اٹھا لیا گیا ہے اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔''[1] اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا اور حسن صحیح قرار دیا ہے۔[2] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ ﴾ ''بے شک اللہ اپنے کام کو پورا کرنے والا ہے۔'' یعنی وہ اپنے فیصلے اور احکام اپنی مرضی ومشیت کے مطابق اپنی مخلوق میں نافذ فرما دیتا ہے۔ ﴿ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝۳ ﴾ ''یقیناً اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ ﴾ (الرعد 8:13) ''اور ہر چیز کا اس کے ہاں ایک اندازہ مقرر ہے۔''

تفسیر آیات: 5,4

اس کی عدت جو حیض سے ناامید ہو یا اسے ابھی حیض نہ آنے لگا ہو: اللہ تعالیٰ نے آیسہ کی عدت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے، آیسہ سے مراد وہ ہے جسے کبر سنی کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا ہو، وہ تین ماہ ہے بجائے تین قُرُوء (حیض) کے جو حائضہ عورت کی عدت ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔[3] اسی طرح چھوٹی عمر کی وہ عورتیں جنھیں ابھی حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو، ان کی عدت بھی حیض سے ناامید عورتوں کی طرح تین ماہ ہی ہے۔ اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ ﴾ ''اور ان کی جن کو ابھی حیض نہیں آیا۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِنِ ارْتَبْتُمْ ﴾ ''اگر تم کو شبہ ہو۔'' کے بارے میں دو قول ہیں: (1) ایک یہ جو مجاہد، زہری اور ابن زید جیسے سلف کے ایک گروہ کا قول ہے کہ اگر وہ خون دیکھیں اور تمھیں اس کے حیض یا استحاضہ ہونے کے بارے میں شک وشبہ ہو۔[4] اور (2) دوسرا یہ کہ اگر تمھیں ان کی عدت کے حکم کے بارے میں شک ہو اور معلوم نہ ہو تو اس صورت میں عدت تین ماہ ہے۔ یہ قول سعید بن جبیر سے مروی ہے۔[5] امام ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے[6] اور معنی کے اعتبار سے بھی یہ قول زیادہ واضح ہے۔ امام ابن جریر نے اس کی تائید میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے جسے انھوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! عورتوں کی عدت کی کئی صورتیں کتاب اللہ میں مذکور نہیں ہیں، مثلاً: صغیر السن، کبیر السن اور حاملہ عورتوں کی عدت۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ وَالّٰٓـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ ﴾ ''اور تمھاری (مطلقہ) عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تم کو (ان کی عدت کے بارے میں) شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور (اسی طرح) ان کی جن کو (ابھی) حیض نہیں آنے لگا۔ اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل (بچہ جننے تک) ہے۔''[7] ابن ابو حاتم نے اس حدیث کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اس سے زیادہ وسیع سیاق کے ساتھ روایت کیا

---

① مسند أحمد: 293/1. ② جامع الترمذي، صفة القيامة......، باب حديث حنظلة، حديث: 2516. ③ دیکھیے البقرة، آیت: 228 کے ذیل میں عنوان: ''قَرْءٌ کے معنی'' ④ تفسير الطبري: 180,179/28. ⑤ دیکھیے تفسير البغوي: 111/5 عن مالك رحمه الله والدر المنثور: 358/6 عن سعيد بن مسيب رحمه الله. ⑥ تفسير الطبري: 181,180/28. ⑦ تفسير الطبري: 180/28.

ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! جب عورتوں کی عدت کے بارے میں سورۂ بقرہ کی آیت نازل ہوئی[1] تو مدینہ کے کچھ لوگوں نے کہا کہ عورتوں کی عدت کی کچھ صورتیں ایسی ہیں جو قرآن مجید میں مذکور نہیں ہیں، مثلاً: صغیر السن، کبیر السن عورتیں جن کو حیض آنا موقوف ہوگیا ہو اور حاملہ عورتیں تو اس کے جواب میں چھوٹی سورۂ نساء (سورۂ طلاق) میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ وَالّٰٓـِٔیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ ﴾[2]

حاملہ عورت کی عدت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ ﴾ ''اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل (بچہ جننے تک) ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل تک ہے، خواہ وہ طلاق یا موت کے فوراً بعد بچے کو جنم دے۔ جمہور علمائے سلف وخلف کا یہی قول ہے۔ اس آیت کریمہ اور سنت نبویہ کی نص سے بھی یہی ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوسلمہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اس وقت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اس نے کہا کہ مجھے اس عورت کے بارے میں فتویٰ دیں جس نے اپنے شوہر کی وفات کے چالیس راتوں کے بعد بچے کو جنم دیا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ اسے دونوں عدتوں میں سے آخری عدت گزارنی چاہیے۔ میں نے کہا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ ﴾ ''اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل (بچہ جننے تک) ہے۔'' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی اپنے بھتیجے، یعنی ابوسلمہ کے ساتھ ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے غلام کریب کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ مسئلہ پوچھنے کے لیے بھیجا تو انھوں نے فرمایا کہ سُبَیعہ اسلمِیّہ کا شوہر قتل ہوگیا تھا اور وہ حاملہ تھی، اس نے ان کی موت کے چالیس راتوں بعد بچے کو جنم دیا تو انھیں منگنی کا پیغام دیا گیا، ان کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرایا تھا، انھیں منگنی کا پیغام دینے والوں میں ابوسَنابل بھی تھا۔[3] امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اس مقام پر اسی طرح اختصار کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ امام مسلم اور دیگر اصحاب کتب نے دیگر اسانید کے ساتھ اسے مطول بھی بیان کیا ہے۔[4]

امام احمد رحمہ اللہ نے مِسور بن مَخرَمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سبیعہ اسلمیہ کا شوہر اس وقت فوت ہوا جب وہ حاملہ تھی اور پھر چند راتوں کے بعد ہی اس نے بچے کو جنم دے دیا اور جب وہ نفاس سے پاک ہوگئی تو اسے منگنی کے پیغام آنے لگے، چنانچہ اس نے نکاح کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تو آپ نے اسے نکاح کرنے کی اجازت عطا فرمادی

---

[1] دیکھیے البقرة، آیت: 234 کے ذیل میں۔ [2] تفسیر ابن أبي حاتم: 3360/10. [3] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ ﴾...... (الطلاق 4:65)، حديث: 4909. [4] صحيح البخاري، الطلاق، باب: ﴿ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ ﴾...... (الطلاق 4:65)، حديث: 5318 و صحيح مسلم، الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها وغيرها بوضع الحمل، حديث: 1484 و سنن أبي داود، الطلاق، باب في عدة الحامل، حديث: 2306 و جامع الترمذي، الطلاق واللعان، باب ماجاء في الحامل المتوفى عنها زوجها تضع، حديث: 1193 و سنن النسائي، الطلاق، باب عدة الحامل المتوفى عنها زوجها، حديث: 3539 و سنن ابن ماجه، الطلاق، باب الحامل المتوفى عنها زوجها......، حديث: 2029,2028.

اور اس نے نکاح کر لیا۔ ① اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، نیز امام مسلم، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ نے کئی سندوں کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔ ② جیسا کہ امام مسلم بن حجاج نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد نے عمر بن عبداللہ بن ارقم زہری کی طرف لکھا کہ وہ سبیعہ بنت حارث اسلمیہ کے پاس جا کر ان کی حدیث کے بارے میں، نیز اس بارے میں پوچھیں کہ جب انھوں نے فتویٰ طلب کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے کیا فرمایا تھا۔ عمر بن عبداللہ نے انھیں جواب میں لکھا کہ سبیعہ نے انھیں یہ بتایا ہے کہ وہ سعد بن خولہ۔۔ یہ بدری صحابی تھے۔۔ کے نکاح میں تھیں، حجۃ الوداع میں ان کا انتقال ہوا اور وہ اس وقت حاملہ تھیں، ان کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد ہی انھوں نے بچے کو جنم دے دیا اور جب یہ نفاس سے پاک ہوئیں تو انھوں نے منگنی کا پیغام دینے والوں کے لیے بناؤ سنگار کا اہتمام کیا، ان کے پاس ابوسنابل بن بَعْکَكْ آیا اور اس نے کہا: کیا بات ہے تم نے زیب و زینت کا اہتمام کر رکھا ہے؟ شاید تم نکاح کرنا چاہتی ہو، اللہ کی قسم! تم تو اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک چار ماہ دس دن نہ گزر جائیں۔

سبیعہ کہتی ہیں کہ جب اس نے مجھ سے یہ کہا تو میں نے شام کے وقت کپڑے بدلے اور اس بارے میں پوچھنے کے لیے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئی، آپ نے مجھے فتویٰ عطا فرمایا کہ وضع حمل کے بعد میں نکاح کے لیے حلال ہوگئی ہوں، آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو شادی کر سکتی ہو۔ ③ یہ مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے اختصار کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ ④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝ ﴾ ''اور جو اللہ سے ڈرے گا، وہ (اللہ) اس کے کام میں سہولت پیدا کر دے گا۔'' اس کے کام میں سہولت اور آسانی پیدا فرما دے گا اور اسے بہت جلد کشادگی اور کشائش عطا فرما دے گا، پھر فرمایا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے: ﴿ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ﴾ ''یہ اللہ کا حکم ہے جو اس (اللہ) نے تمھاری طرف نازل کیا ہے۔'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی شریعت ہے جو اس نے رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے تمھاری طرف بھیجی ہے۔ ﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝ ﴾ ''اور جو اللہ سے ڈرے گا، وہ اس سے اس کے گناہ دور کر دے گا اور اس کے اجر و ثواب کو بڑھائے گا۔'' یعنی وہ اس کے گناہوں کو مٹا دے گا اور تھوڑے عمل کا بھی اسے بے پایاں اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

---

① مسند أحمد : 327/4. ② صحيح البخاري، الطلاق، باب: ﴿ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ ﴾ (الطلاق 65: 4)، حديث: 5320 وصحيح مسلم، الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها......، حديث : 1484 وسنن أبي داود، الطلاق، باب في عدة الحامل، حديث: 2306 وسنن النسائي، الطلاق، باب عدة الحامل المتوفى عنها زوجها، حديث: 3536,3537 وسنن ابن ماجه، الطلاق، باب الحامل المتوفى عنها زوجها......، حديث: 2029. ③ صحيح مسلم، الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها......، حديث: 1484. ④ صحيح البخاري، الطلاق، باب: ﴿ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ ﴾ (الطلاق 65: 4)، حديث: 5319,5320.

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ

تم انھیں رہائش دو جہاں تم (خود) رہتے ہو اپنی حیثیت کے مطابق، اور ان کو تنگ کرنے کے لیے انھیں تکلیف نہ دو۔ اور اگر وہ (طلاق

وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ

یافتہ) حمل والیاں ہوں تو وضع حمل تک تم ان پر خرچ کرو، پھر اگر وہ (بچے کو) تمھارے لیے دودھ پلائیں تو تم انھیں ان کی اجرت دو، اور

اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ⑥

(یہ) آپس میں دستور کے مطابق مشورے سے (طے) کرو، اور اگر تم باہم ضد پکڑ لو تو اسے کوئی اور عورت دودھ پلائے ⑥ پس لازم ہے

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ

کہ وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے، اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہو تو وہ اسی میں سے خرچ کرے جو اسے اللہ نے دیا۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ⑦ ع ١/٧/١٧

اللہ کسی شخص پر اتنی ہی ذمہ داری ڈالتا ہے جتنا اس نے اسے دیا۔ اللہ تنگی کے بعد جلد آسانی فرما دے گا ⑦

تفسیر آیات: 7،6

شوہر مطلقہ کو اپنی استطاعت کے مطابق رہائش فراہم کرے: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب ان میں سے کوئی اپنی بیوی کو طلاق دے تو انقضائے عدت تک اسے اپنے گھر میں رہائش فراہم کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ ﴾ ''تم انھیں رکھو جہاں تم (خود) رہتے ہو اپنی حیثیت کے مطابق۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ ﴿ مِّنْ وُّجْدِكُمْ ﴾ کے معنی ہیں اپنے مقدور کے مطابق۔ [1] حتی کہ امام قتادہ نے فرمایا ہے کہ اگر تمھارے پاس گھر کا ایک گوشہ ہو تو اسے بھی اسی گوشے میں اپنے ساتھ رکھو۔ [2]

مطلقہ کو تکلیف دینے کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ ﴾ ''اور تم ان کو تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ دو۔'' مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ عورت کو اس قدر تنگ نہ کرو کہ وہ مال دے کر اس سے جان چھڑانا چاہے یا اس کے گھر ہی سے نکل جائے۔ [3] ثوری نے منصور سے اور انھوں نے ابوالضحیٰ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا یہ مفہوم ہے کہ اسے طلاق دے دو اور جب دو دن باقی رہ جائیں تو اس سے رجوع کر لو۔ [4]

حاملہ بائنہ کا وضع حمل تک نفقہ شوہر کے ذمے ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾ ''اور اگر وہ حمل سے ہوں تو ان کا خرچ دیتے رہو، یہاں تک کہ وہ اپنے حمل وضع کر دیں۔'' یہ حکم بائنہ عورت کے لیے ہے کہ اگر وہ حمل سے ہو تو وضع حمل تک اسے خرچ دیا جائے گا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ طلاق رجعی میں تو خرچ دینا ہر حال میں واجب ہے، خواہ وہ حاملہ ہو یا نہ ہو۔

مطلقہ ماں کے لیے رضاعت کی اجرت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ ﴾ ''پھر اگر وہ (بچے کو) تمھارے

① تفسیر الطبری: 185/28. ② الدر المنثور: 361/6. ③ دیکھیے تفسیر الطبری: 186/28. ④ تفسیر القرطبی: 168/18.

لیے دودھ پلائیں۔'' یعنی جب وہ بچے کو جنم دے دیں اور وہ مطلقہ ہوں تو انقضائے عدت سے وہ بائنہ ہو جائیں گی۔ اور اس صورت میں بھی وہ بچے کو دودھ پلا سکتی اور دودھ پلانے کی اجرت لے سکتی ہیں لیکن ابتدائی دودھ پلانے کے بعد کہ نومولود کے لیے غالباً زندگی بسر کرنے کے لیے صرف وہی غذا ہوتی ہے اور اگر وہ دودھ پلائیں تو وہ اجر مثل کی مستحق ہوں گی۔ وہ بچے کے باپ یا وارث سے معاہدہ کر سکتی ہیں کہ وہ اسے کتنی اجرت دیں گے۔ اسی لیے اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ﴾ ''پھر اگر وہ (بچے کو) تمھارے لیے دودھ پلائیں تو انھیں ان کی اجرت دو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ﴾ ''اور (بچے کے بارے میں) پسندیدہ طریق سے اپنے درمیان موافقت رکھو۔'' یعنی اپنے معاملات دستور کے مطابق اچھے طریقے سے طے کر لو اور ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچاؤ جیسا کہ سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے: ﴿ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ﴾ (البقرة 233:2) ''نہ تو ماں کو اس کے بچے کے سبب تکلیف دی جائے اور نہ باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے (تنگ کیا جائے۔)'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۞ ﴾ ''اور اگر ایک دوسرے کو تنگ کرو گے تو اسے کوئی دوسری عورت دودھ پلائے گی۔'' یعنی اگر مرد اور عورت میں اختلاف ہو جائے، عورت دودھ پلانے کی بہت زیادہ اجرت طلب کرے اور مرد اسے تسلیم نہ کرے یا مرد بہت تھوڑی اجرت دینا چاہے اور وہ عورت کے لیے ناقابل قبول ہو تو پھر اس بچے کو کوئی دوسری عورت دودھ پلا دے اور اگر بچے کی ماں بھی اس اجرت پر راضی ہو جائے جو کسی دوسری عورت کے ساتھ طے کی گئی ہو تو وہ اپنے بچے کو دودھ پلانے کی زیادہ حق دار ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ﴾ ''صاحب وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔'' یعنی بچے پر اس کے والد یا وارث کو اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔ ﴿ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۭ ﴾ ''اور جس کے رزق میں تنگی ہو تو جتنا اللہ نے اس کو دیا ہے، اس کے موافق خرچ کرے، اللہ کسی پر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کے مطابق جو اس کو دیا ہے۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ ﴾ (البقرة 286:2) ''اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی طاقت سے بڑھ کر ذمے داری کا بوجھ نہیں ڈالتا۔''

متقی عورت کا قصہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۞ ﴾ ''اللہ عنقریب تنگی کے بعد کشائش بخشے گا۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، وہ اس کے خلاف نہیں کرتا۔ یہ آیت اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ ﴾ (الانشراح 6,5:94) ''پس یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے (اور) بے شک مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے۔''

امام احمد رحمہ اللہ نے ایک حدیث بیان کی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں ذکر کر دیا جائے، انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ پہلے لوگوں میں سے ایک مرد اور عورت تھے جن کے پاس کچھ نہ تھا۔ ایک دفعہ وہ آدمی سفر سے واپس اپنی بیوی کے پاس آیا اور وہ بھوکا تھا بلکہ وہ شدید ترین بھوک میں مبتلا تھا۔ اس نے اپنی بیوی سے پوچھا: کیا

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ

اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے ان کا شدید محاسبہ کیا، اور

وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ⑧ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ⑨

ہم نے انھیں ہولناک عذاب دیا⑧ بالآخر (ان بستیوں نے) اپنے کرتوتوں کا وبال چکھا اور ان کے کرتوتوں کا انجام

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۛۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ

خسارہ ہی تھا⑨ اللہ نے ان کے لیے شدید عذاب تیار کیا ہے، لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اے عقل والو جو ایمان لائے ہو! تحقیق

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۙ ⑩ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ

اللہ نے تمھاری طرف ذکر (قرآن) نازل کیا ہے⑩ (اور) ایک رسول جو تم پر اللہ کی واضح آیات تلاوت کرتا ہے،

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ

تاکہ وہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائے، اور جو شخص اللہ پر

بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

ایمان لائے اور نیک عمل کرے، وہ اسے ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ

فِيْهَاۤ اَبَدًا ۭ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ⑪

رہیں گے ابد تک۔ اللہ نے اسے خوب رزق دیا ہے⑪

تمھارے پاس کچھ ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں، خوش ہو جاؤ، ہمارے پاس اللہ کا رزق آ گیا ہے۔ اس نے اس سے پرزور مطالبہ کیا اور کہا کہ تجھ پر افسوس! اگر تمھارے پاس کچھ ہے تو لاؤ۔ اس نے جواب دیا: ہاں، بس ذرا صبر کرو۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتی تھی۔ حتی کہ جب وقت طول پکڑ گیا تو اس نے کہا کہ تجھ پر افسوس! اگر تمھارے پاس کچھ ہے تو کھڑی ہو جاؤ اور لاؤ، میں شدت بھوک کی وجہ سے بے حد نڈھال ہو گیا ہوں۔ اس نے جواب دیا: ہاں، ابھی تنور گرم ہو رہا ہے، لہٰذا جلدی نہ کرو۔ جب وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گیا اور پھر اس سے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ عورت نے اپنے دل میں کہا کہ میں کھڑی ہو کر اپنے تنور میں دیکھوں تو سہی، چنانچہ جب اس نے کھڑے ہو کر تنور میں دیکھا تو وہ بکری کی بھنی ہوئی رانوں سے بھرا ہوا تھا اور اس کی دونوں چکیاں آٹا پیس رہی تھیں۔ چکی کے پاس جا کر اس نے اسے جھاڑ دیا اور تنور سے بکری کی بھنی ہوئی رانوں کو باہر نکال لیا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَوْ أَخَذَتْ مَا فِي رَحَيَيْهَا وَلَمْ تَنْفُضْهَا لَطَحَنَتْهَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ''اگر وہ خاتون چکی سے آٹے کو لے لیتی اور اسے نہ جھاڑتی تو وہ چکی روز قیامت تک آٹا پیستی رہتی۔''①

① مسند أحمد: 421/2 اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 277/15 ملحوظہ: ''ابھی تنور گرم ہو رہا ہے۔'' یہ يَنْضَجُ کے معنی ہیں جبکہ تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں نَفْتَحُ ''ہم کھولتے ہیں۔'' ہے لیکن مذکورہ حوالے کے مطابق وہی ہے جو ہم نے لکھا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ایک اور مقام پر یہ حدیث اس طرح بیان کی ہے کہ ایک شخص اپنے اہل وعیال کے پاس آیا جب اس نے ان کی غربت دیکھی تو جنگل کی طرف نکل گیا، اس کی بیوی نے جب یہ دیکھا تو وہ چکی کی طرف گئی اور اسے (تیار کر کے) رکھ دیا، نیز تندور بھڑکایا، پھر کہا: اے اللہ! ہمیں رزق عطا فرما، چنانچہ اس نے دیکھا کہ اچانک چکی کا ٹب بھر گیا ہے، وہ تندور کی طرف گئی تو اسے بھی (بکری کی بھنی ہوئی رانوں سے) بھرا پایا، جب اس کا خاوند واپس آیا تو اس نے پوچھا: کیا میرے جانے کے بعد تمھیں کوئی چیز میسر آئی ہے؟ اس کی بیوی نے کہا: ہاں، ہمارے رب کی طرف سے (رزق) ملا ہے۔ پھر وہ چکی کی طرف گیا (اور پاٹ اٹھالیا)، نبی اکرم ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: [أَمَا إِنَّهُ لَوۡ لَمۡ يَرۡفَعۡهَا لَمۡ تَزَلۡ تَدُورُ إِلَى يَوۡمِ الۡقِيَامَةِ] ''ہاں! اگر وہ اسے نہ اٹھاتا تو قیامت کے دن تک وہ (چکی) گھومتی رہتی۔''[1]

تفسیر آیات: 8-11

اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرکشی کی سزا: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے جو اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، اس کے رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ رستے کے علاوہ اور رستے پر چلتے ہیں، نیز اس روش کی وجہ سے سابقہ امتوں پر جو عذاب نازل ہوا، اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ جل شانہ فرماتا ہے: ﴿ وَكَأَيِّنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ عَتَتۡ عَنۡ أَمۡرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ ﴾ ''اور بہت سی بستیوں کے رہنے والوں نے اپنے پروردگار اور اس کے پیغمبروں کے احکام سے سرکشی کی۔'' یعنی انھوں نے سرکشی اور بغاوت کی روش کو اختیار کیا، اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع اور اس کے پیغمبروں کی فرماں برداری کے بجائے تکبر اور غرور کا اظہار کیا ﴿ فَحَاسَبۡنٰهَا حِسَابًا شَدِيۡدًا ۙ وَّعَذَّبۡنٰهَا عَذَابًا نُّكۡرًا ⑧ ﴾ ''تو ہم نے ان (بستیوں میں رہنے والوں) کا سخت محاسبہ کیا اور ان کو بڑی ہولناک سزا دی۔'' یعنی جو بہت دردناک اور عبرت ناک عذاب تھا، ﴿ فَذَاقَتۡ وَبَالَ أَمۡرِهَا ﴾ ''سو انھوں نے اپنے معاملے کے انجام کار کو چکھ لیا۔'' یعنی اپنی مخالفت کے انجام کا نتیجہ بھگت لیا اور پھر ندامت کا اظہار کرنے لگے کہ اس وقت اظہار ندامت کچھ کام نہیں آتا۔ ﴿ وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمۡرِهَا خُسۡرًا ⑨ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمۡ عَذَابًا شَدِيۡدًا ۙ ﴾ ''اور ان کے کرتوتوں کا انجام خسارہ ہی تو تھا، اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' یعنی اس دنیوی عذاب کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار فرما رکھا ہے۔ ان لوگوں کے حالات کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤأُولِي الۡأَلۡبَابِ ﴾ ''تو اے ارباب دانش! اللہ سے ڈرو۔'' یعنی اے صحیح عقل والو! اللہ سے ڈرو اور ان جیسے نہ بنو تاکہ تم اس عذاب سے بچ جاؤ جس میں وہ مبتلا ہوئے تھے۔ ﴿ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ۛ ﴾ ''جو ایمان لائے ہو۔'' یعنی جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی تصدیق کی ہے۔ ﴿ قَدۡ أَنۡزَلَ اللّٰهُ إِلَيۡكُمۡ ذِكۡرًا ۙ ⑩ ﴾ ''یقیناً اللہ نے تمھاری طرف نصیحت (کی کتاب) اتاری ہے۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا

---

[1] مسند أحمد: 513/2 ، مزید دیکھیے السلسلة الصحيحة: 1052,1051/6، حدیث: 2937. البتہ یہ روایت المصباح المنیر میں نہیں ہے۔

الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ (الحجر 15:9) ’’بے شک یہ کتاب نصیحت ہمیں نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔‘‘

رسول اللہ ﷺ کی صفات: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ ﴾ ’’(اور اپنے) پیغمبر (بھی بھیجے ہیں) جوتم پر اللہ کی واضح آیتیں پڑھتے ہیں۔‘‘ بعض نے کہا کہ ’’رسول‘‘ بدل اشتمال و ملابست کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ رسول ہی نے کتاب نصیحت کو پہنچایا ہے۔[1] امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول، ذکر کی تفسیر ہے۔[2] اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ ﴾ ’’(اور اپنے) پیغمبر (بھی بھیجے) جوتم پر اللہ کی واضح آیتیں پڑھتے ہیں۔‘‘ یعنی ایسی آیات جو بہت واضح، جلی اور روشن ہیں۔ ﴿ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾ ’’تاکہ جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آئیں۔‘‘ جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾ (إبراهيم 14:1) ’’(یہ) ایک (پرنور) کتاب ہے اس کو ہم نے آپ پر اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾ (البقرة 2:257) ’’جولوگ ایمان لائے ہیں، اللہ ان کا دوست ہے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔‘‘ یعنی کفر اور جہالت کی تاریکی سے نکال کر ایمان اور علم کی روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس وحی کو نازل فرمایا ہے اسے بھی نور سے موسوم فرمایا ہے کیونکہ اس سے ہدایت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اس نے وحی کو روح سے بھی موسوم فرمایا ہے کیونکہ اس سے دلوں کو زندگی نصیب ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ (الشورىٰ 42:52) ’’اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف روح (قرآن) کی وحی کی ہے، آپ نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو لیکن ہم نے اس کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور بے شک (اے محمد!) آپ سیدھے رستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔‘‘

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴾ ’’اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے گا اور عمل نیک کرے گا، وہ اسے باغہائے بہشت میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، ابد الآباد ان میں رہیں گے، یقیناً اللہ نے ان کو خوب رزق دیا ہے۔‘‘ اس مفہوم کی آیات کی تفسیر قبل ازیں کئی دفعہ بیان کی جا چکی ہے، لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

[1] تفسير القرطبي: 18/173. [2] تفسير الطبري: 28/194.

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ

اللہ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمینیں بھی ان (آسمانوں) کی مثل ، ان کے درمیان اس کا حکم نازل ہوتا

لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ۬ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ⑫ ع 2/5/18

ہے ، تاکہ تم جان لو کہ بلاشبہ اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ، اور بلاشبہ اللہ نے (اپنے) علم سے ہر شے کا احاطہ کر رکھا ہے ⑫

تفسیر آیت :12

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا بیان: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور سلطنت عظیم الشان کا ذکر فرمایا ہے تا کہ اس دین متین کی تعظیم کا جذبہ پیدا ہو جسے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے، ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ﴾ ''اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا تھا: ﴿ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۙ ﴾ (نوح 15:71) ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات آسمان کیسے اوپر تلے پیدا کیے ہیں۔'' نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 44:17) ''ساتوں آسمان اور زمین اور جو (مخلوق) ان میں ہے، سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ﴾ ''اور زمین سے بھی انھی کے مانند۔'' یعنی زمینیں بھی سات پیدا فرمائیں جیسا کہ صحیحین میں حدیث ہے: [مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ مِّنَ الْأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ] ''جس نے کسی کی بالشت بھر زمین پر ظالمانہ قبضہ کیا تو اللہ تعالیٰ اسے ساتوں زمینوں کا طوق پہنائے گا۔''① صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ [...... خُسِفَ بِهِ إِلٰى سَبْعِ أَرَضِينَ] ''اسے ساتوں زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔''② البدایہ والنہایہ کے آغاز میں زمین کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے میں نے اس حدیث کے تمام طرق، الفاظ اور ان کے مصادر و مآخذ کو بیان کیا ہے۔③ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

جس شخص نے اسے سات اقالیم پر محمول کیا ہے، وہ بہت دور کی کوڑی لایا ہے، اختلافات کو اس نے ہوا دی ہے اور بلا دلیل قرآن و سنت کی مخالفت کی ہے۔

سورۂ طلاق کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

① صحيح البخاري، المظالم، باب إثم من ظلم شيئا من الأرض، حديث: 2453 و صحيح مسلم، المساقاة......، باب تحريم الظلم......، حديث: 1612 عن عائشة ﷺ. ② صحيح البخاري، المظالم، باب إثم من ظلم شيئا من الأرض، حديث: 2454 و مسند أحمد: 99/2 و اللفظ له عن عبدالله بن عمر ﷺ. ③ البداية والنهاية، ماجاء في سبع أرضين: 18-16/1.

تفسیر سُورَۃُ تَحرِیم

یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

اے نبی! آپ حرام کیوں ٹھہراتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا ہے؟ آپ اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتے ہیں۔ اور اللہ خوب بخشنے والا،

رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ

بہت رحم کرنے والا ہے ① تحقیق اللہ نے تمھارے لیے تمھاری (ناجائز) قسمیں کھولنا (توڑنا) فرض کر دیا ہے، اور اللہ تمھارا مولا ہے، اور وہ خوب

الْحَكِيْمُ ② وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ

جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ② اور جب نبی نے اپنی بیویوں میں سے کسی ایک سے ایک بات چھپا کر کہی، پھر جب اس نے (دوسری کو) وہ بتا دی

اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ

اور اللہ نے وہ (گفتگو) اس (نبی) پر ظاہر کر دی تو اس نے اس میں سے کچھ (اس بیوی کو) جتائی اور کچھ ٹال دی۔ پھر جب اس (نبی) نے اسے وہ

مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ

(بات) بتائی تو وہ کہنے لگی: آپ کو یہ کس نے بتائی؟ اس (نبی) نے فرمایا: مجھے خوب جاننے والے، بہت باخبر (اللہ) نے خبر دی ہے ③ اگر تم دونوں

قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ

اللہ سے توبہ کرتی ہو (تو بہتر ہے) پس یقیناً تمھارے دل (حق سے) ہٹ گئے ہیں، اور اگر تم دونوں اس (نبی) کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو

الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ④ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ

بے شک اللہ خود اس کا مددگار ہے اور جبریل اور تمام نیک مومن اور ان کے علاوہ (تمام) فرشتے (بھی) مددگار ہیں ④ اگر وہ (نبی) تمھیں طلاق دے دے تو

اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ

قریب ہے کہ اس کا رب اس کو تم سے بہتر بیویاں بدلے میں دے، مسلمان، مومن، فرمانبردار، توبہ کرنے والی، عبادت گزار، روزہ دار،

ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ⑤

شوہر دیدہ اور کنواری عورتیں ⑤

تفسیر آیات : 1-5

حلال کو حرام قرار دینے پر اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی سے اظہار خفگی: امام بخاری نے کتاب الأیمان والنذور میں عبید بن

عمیر سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بیان کرتے ہوئے سنا، ان کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت زینب بنت جحش کے پاس ٹھہرتے اور شہد نوش فرمایا کرتے تھے، چنانچہ میں نے اور حفصہ نے اس بات سے اتفاق کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں، تو وہ یہ کہے کہ مجھے آپ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے، کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ رسول اللہ ﷺ جب ان دونوں میں سے ایک کے پاس آئے تو اس نے آپ سے یہی کہا، آپ نے فرمایا: [لَا، بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَّلَنْ أَعُودَ لَهُ] ''نہیں، بلکہ میں نے تو زینب بنت جحش کے ہاں شہد پیا ہے اور آئندہ میں اسے استعمال نہیں کروں گا'' تو اس وقت یہ: ﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ﴾ سے لے کر ﴿ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ﴾ ''اے پیغمبر! جو چیز اللہ نے آپ کے لیے حلال کی ہے آپ اسے کیوں حرام کرتے ہیں...... اگر تم دونوں اللہ کے آگے توبہ کرو تو بہتر ہے کیونکہ یقیناً تم دونوں کے دل (حق سے) ہٹ گئے ہیں۔'' تک نازل ہوئی۔ یہ حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما سے خطاب ہے، ﴿ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ﴾ ''اور جب پیغمبر نے اپنی ایک بیوی سے ایک بھید کی بات کہی۔'' یعنی آپ کا یہ کہنا: [بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا] ''بلکہ میں نے تو شہد پیا ہے۔'' جبکہ ابراہیم بن موسیٰ نے ہشام سے روایت کیا ہے کہ اس بھید کی بات سے مراد یہ ہے: [وَلَنْ أَعُودَ لَهُ وَقَدْ حَلَفْتُ، فَلَا تُخْبِرِي بِذٰلِكَ أَحَدًا] ''آئندہ میں اسے استعمال نہیں کروں گا اور میں نے اسے استعمال نہ کرنے کی قسم کھالی ہے مگر یہ بات کسی کو نہ بتانا۔''[1]

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الطلاق میں بھی اس حدیث کو اس سند کے ساتھ اسی طرح بیان کیا ہے اور ان دونوں روایتوں کے الفاظ بھی قریباً ایک جیسے ہیں۔[2] پھر انھوں نے فرمایا ہے کہ مغافیر گوند کی طرح کی ایک چیز ہے جو رِمث (غضا (جھاؤ) کے مشابہ ایک درخت کا نام) میں ہوتی ہے اور یہ میٹھی ہوتی ہے۔ أَغْفَرَ الرِّمْثُ اس وقت کہتے ہیں جب اس میں گوند ظاہر ہو جائے، اس کا واحد مُغفور ہے، نیز مغاثیر بھی کہا جاتا ہے۔[3] علامہ جوہری نے بھی اسی طرح کہا ہے اسی طرح آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ[4] مغفور عُشَر (ایک درخت جس سے گوند حاصل ہوتا ہے)[5] ثُمام (ایک قسم کی گھاس جو زیادہ لمبی نہیں ہوتی)، سَلَم (ایک قسم کا کانٹے دار درخت جس کے پتوں سے چمڑا رنگنے کا کام لیا جاتا ہے۔) اور طَلْح (کھجور کے درخت کا شگوفہ) کو بھی لگتا ہے۔[6] نیز انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ رِمث کسرے کے ساتھ اونٹ کے چرنے کی گھاسوں میں سے ایک گھاس ہے جو ترش ہوتی ہے،[7] مزید فرمایا: عُرفط بھی ایک جنگلی درخت ہے جس سے مُغفور نکلتا ہے۔[8] امام مسلم نے اس حدیث کو اپنی صحیح کی کتاب الطلاق میں

---

(1) صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب إذا حرّم طعاما......، حديث: 6691. (2) صحيح البخاري، الطلاق، باب: ﴿ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ﴾، حديث: 5267. (3) اس معنی کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباري: 377/9، تحت الحديث: 5267 میں الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ مزید دیکھیے غريب الحديث لأبي العبيد القاسم بن سلّام: 349,348. (4) الصحاح، مادة: غفر. (5) لسان العرب، مادة: عشر. (6) الصحاح، مادة: غفر. (7) الصحاح، مادة: رمث. (8) الصحاح، مادة: عرفط.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے [1] اور اس کے الفاظ اس حدیث کے الفاظ کے مطابق ہیں جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے الأیمان و النذور میں ذکر فرمایا ہے۔ [2]

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الطلاق میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ میٹھی چیز اور شہد کو پسند فرماتے تھے، چنانچہ نماز عصر سے فراغت کے بعد آپ اپنی ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے اور ایک ایک کا حال معلوم فرماتے۔ آپ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو آپ نے ان کے ہاں معمول سے زیادہ قیام فرمایا جس سے مجھے غیرت آئی اور میں نے اس کا سبب معلوم کیا تو مجھے بتایا گیا کہ ان کی قوم کی ایک عورت نے انھیں شہد کا ایک ڈبہ بطور تحفہ دیا ہے اور انھوں نے اس میں سے نبی ﷺ کو بھی پلایا ہے۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم آپ کے لیے کوئی حیلہ سوچیں گی، چنانچہ میں نے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ عنقریب تمھارے پاس آئیں گے، آپ جب تشریف لے آئیں تو آپ سے کہنا کہ کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے۔ آپ فرمائیں گے نہیں، تو پھر تم کہنا کہ یہ بو کہاں سے آرہی ہے۔ آپ فرمائیں گے کہ مجھے حفصہ نے شہد پلایا ہے، تم کہنا کہ ہوسکتا ہے کہ شہد کی مکھیوں نے عُرفُط درخت سے یہ شہد حاصل کیا ہو، میں بھی یہی بات کہوں گی اور صفیہ تم بھی یہی بات کہنا۔ سودہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ واللہ! آپ تھوڑی دیر بعد ہی دروازے پر کھڑے تھے، میں نے تمھارے ڈر کی وجہ سے ارادہ کیا کہ آپ سے وہ بات کہوں جس کا تم نے مجھے حکم دیا تھا، بہرحال جب آپ ان کے پاس تشریف لے گئے تو سودہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا: [لَا] ''نہیں'' تو انھوں نے کہا کہ پھر آپ سے یہ بو کس چیز کی آرہی ہے؟ آپ نے فرمایا: [سَقَتْنِی حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ] ''مجھے حفصہ نے شہد پلایا تھا'' انھوں نے کہا کہ شہد کی مکھیوں نے عرفط سے شہد حاصل کیا ہوگا، جب آپ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے بھی اسی طرح کہا، جب آپ صفیہ کے پاس تشریف لے گئے تو انھوں نے بھی اسی طرح کہا اور جب آپ پھر حفصہ کے پاس تشریف لے گئے تو انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں آپ کو وہ پھر پلاؤں؟ آپ نے فرمایا: [لَا حَاجَةَ لِی فِیهِ] ''مجھے اس کی ضرورت نہیں'' سودہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم نے آپ کو اس سے محروم کردیا ہے۔ میں نے ان سے کہا: خاموش ہوجاؤ۔ [3]

یہ الفاظ بخاری کی روایت کے ہیں اور اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے اور ان کی روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بہت گراں محسوس ہوتی تھی کہ آپ سے بو آئے۔ [4] اسی لیے ازواج مطہرات نے آپ سے کہا تھا کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے کیونکہ اس کی بو ناگوار ہے، لہٰذا جب آپ نے فرمایا کہ [بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا] ''بلکہ میں

---

(1) صحیح مسلم، الطلاق، باب وجوب الکفارة......، حدیث: 1474. (2) صحیح البخاری، الأیمان والنذور، باب: إذا حرم طعاما......، حدیث: 6691. (3) صحیح البخاری، الطلاق، باب: ﴿لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾، حدیث: 5268. (4) صحیح مسلم، الطلاق، باب وجوب الکفارة علی من حرّم امرأته......، حدیث: (21)-1474.

نے تو شہد پیا ہے“ تو انھوں نے کہا کہ شہد کی مکھیوں نے عرفط سے شہد حاصل کیا ہوگا۔[1] اور مغافیر اسی درخت کے گوند کا نام ہے، اسی لیے اس شہد میں اس گوند کی بو رچ بس گئی۔ جوہری کہتے ہیں کہ جَرَسَتِ النَّحلُ الْعُرُفُطَ تَجرِسُ کے الفاظ اس وقت استعمال کیے جاتے ہیں جب شہد کی مکھی اس درخت کو کھائے، اسی وجہ سے شہد کی مکھیوں کو جَوَارِس بھی کہتے ہیں۔ شاعر نے کہا ہے ۔

تَظَلُّ عَلَى الثَّمْرَاءِ مِنْهَا جَوَارِسُ

”اس کے پھل دار درختوں پر شہد کی مکھیاں بیٹھی رہتی ہیں“

علامہ جوہری نے کہا ہے کہ جَرْس اور جِرْس مخفی آواز کو کہتے ہیں۔ سَمِعْتُ جَرْسَ الطَّيْرِ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی چیز کو کھاتے ہوئے پرندوں کی چونچوں کی آواز کو سنیں۔ حدیث میں ہے: [فَيَسْمَعُونَ جَرْسَ طَيْرِ الْجَنَّةِ] ”تو وہ جنت کے پرندوں کی آواز کو سنیں گے۔“ اصمعی نے کہا ہے کہ میں شعبہ کی مجلس میں تھا کہ انھوں نے کہا: [فَيَسْمَعُونَ جَرْشَ طَيْرِ الْجَنَّةِ] یعنی انھوں نے جَرْس کو سین کے بجائے شین کے ساتھ پڑھا تو میں نے کہا کہ یہ لفظ جرس ہے، انھوں نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: یہ لفظ اس سے لے لو کیونکہ یہ اسے ہماری نسبت زیادہ جانتے ہیں۔[2] غرض یہ ہے کہ اس سیاق میں شہد پلانے والی کا نام حفصہ ہے اور یہ ہشام بن عروہ، وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنی خالہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے ہے۔ اور ابن جریج از عطاء از عبید بن عمیر از عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق میں ہے کہ زینب بنت جحش نے شہد پلایا تھا اور حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما نے باہمی اتفاق سے آپ کے خلاف پروگرام بنایا تھا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ دو واقعے ہیں، اگرچہ اس میں بُعد نہیں مگر ان دونوں واقعات کا اس آیت کریمہ کا سببِ نزول ہونا محلِ نظر ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

اس بات کی دلیل کہ حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما آپ کے مقابلے میں ایک دوسری کی اعانت کرنے والی تھیں، وہ حدیث ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور جس میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ اس بات کی خواہش رکھتا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ازواج مطہرات میں سے ان دو عورتوں کی بابت پوچھوں کہ وہ کون تھیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ﴾ ”اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو بہتر ہے)

---

[1] صحيح البخاري، الحيل، باب ما يكره من احتيال المرأة......، حديث:6972 وصحيح مسلم، الطلاق، باب وجوب الكفارة على من حرّم امرأته ولم ينو الطلاق، حديث:(21)-1474 وغیرہما کے سیاق حدیث میں جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرُفُطَ ”شہد کی مکھیوں نے عرفط سے شہد حاصل کیا ہوگا۔“ سے پہلے [سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ] ”مجھے حفصہ نے شہد پلایا تھا۔“ ہے۔ اسی طرح صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب: إذا حرّم طعاما، حديث:6691 وصحيح مسلم، الطلاق، باب وجوب الكفارة......، حديث:1474 ہی میں أَكَلْتَ مَغَافِيرَ کے بعد [بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا......] ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ نہ [بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا] کے بعد جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرُفُطَ ہے اور نہ ہی [سَقَتْنِي حَفْصَةُ ......] سے پہلے أَكَلْتَ مَغَافِيرَ ہے۔

[2] الصحاح، مادة: جرس.

کیونکہ یقیناً تم دونوں کے دل (حق سے) ہٹ گئے ہیں۔'' حتی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو میں نے بھی آپ کے ساتھ حج کیا جب ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رستے میں الگ چلے گئے تو میں بھی پانی کا برتن لے کر آپ کے ساتھ ہو گیا۔ آپ نے حاجت کو پورا کیا اور پھر میرے پاس آئے تو میں نے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا، آپ نے وضو کیا تو میں نے عرض کی: امیر المومنین! ازواج مطہرات میں سے وہ دو عورتیں کون تھیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ﴾ ''اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو بہتر ہے) کیونکہ تم دونوں کے دل (حق سے) ہٹ گئے ہیں۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابن عباس! تم پر تعجب ہے۔ زہری کہتے ہیں کہ واللہ! انھوں نے اس سوال کو اگرچہ ناپسند کیا مگر اس کے جواب کو چھپایا نہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ ان دو عورتوں سے مراد عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر انھوں نے حدیث کو اس طرح بیان کرنا شروع کیا کہ ہم قریشی ایسے لوگ تھے کہ ہم عورتوں پر غالب تھے لیکن جب ہم مدینہ میں آئے تو ہم نے دیکھا کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کی عورتیں ان پر غالب ہیں۔ ہماری عورتوں نے بھی ان سے سیکھنا شروع کر دیا۔ میرا گھر عوالی (قدیم مدینہ کے مضافات میں علاقے کا نام، اب مدینہ میں شامل ہے) میں بنو امیہ بن زید کے محلے میں تھا، میں ایک دن اپنی بیوی سے اس وقت ناراض ہوا جب اس نے مجھ سے گفتگو میں تکرار شروع کیا۔ میں نے اس کے تکرار کا انکار کیا تو اس نے کہا کہ تم تکرار کو کیوں ناپسند کرتے ہو جبکہ اللہ کی قسم! ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو میں تکرار کرتی ہیں جس کی وجہ سے بسا اوقات ان میں سے ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا دن، رات تک قطع تعلق کیے رکھتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حفصہ کے پاس چلا گیا اور میں نے اس سے پوچھا: کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو میں تکرار کرتی ہو؟ اس نے جواب دیا: ہاں، میں نے پوچھا کہ اس کی وجہ سے بسا اوقات تم میں سے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا دن، رات تک قطع تعلق کیے رکھتی ہے؟ اس نے کہا: ہاں، میں نے کہا: تم میں سے جو ایسا کرے، وہ خائب وخاسر ہے۔ کیا تم اس بات سے بے خوف ہو کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ناراض ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم پر اپنا غضب نازل فرما دے اور پھر وہ ہلاک ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ گفتگو میں تکرار کرو اور نہ آپ سے کچھ مانگو جو مال چاہو مجھ سے مانگ لو۔ اور یہ بات تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے کہ تمھاری پڑوسن بھی ایسا کرتی ہے کیونکہ وہ تمھاری نسبت زیادہ حسین وجمیل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے۔ آپ کا اشارہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا ایک پڑوسی تھا، ہم باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دن وہ اور ایک دن میں حاضر ہوتا، چنانچہ وہ میرے پاس وحی وغیرہ کی خبر لے کر آتا اور اسی طرح میں بھی اسے وحی کی خبر بتا دیتا تھا۔

ان دنوں ہم یہ باتیں کیا کرتے تھے کہ غسانی لوگ ہم پر چڑھائی کرنے کے لیے اپنے گھوڑوں کو تیار کر رہے ہیں۔ میرا ساتھی ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پھر وہ عشاء کے وقت واپس آیا، اس نے میرے دروازے پر دستک دی اور پھر مجھے آواز بھی دی، میں گھر سے نکل کر اس کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ ایک بہت بڑا واقعہ رونما ہو گیا ہے۔

میں نے پوچھا: وہ کیا؟ کیا غسانی آ گئے ہیں؟ اس نے کہا: نہیں، اس سے بھی بڑا واقعہ رونما ہوا ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ میں نے کہا کہ حفصہ نا کام و نامراد ہوگئی ہے۔ میرا خیال تھا کہ ایسا ضرور ہوگا۔ نمازِ صبح سے فراغت کے بعد میں نے کپڑے بدلے اور پھر میں حفصہ کے پاس چلا گیا، دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ میں نے پوچھا: کیا رسول اللہ ﷺ نے تمھیں طلاق دے دی ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں، رسول اللہ ﷺ سب سے الگ اس بالاخانے میں تشریف فرما ہیں۔ میں آپ کے سیاہ رنگ غلام کے پاس گیا اور اس سے کہا: عمر کے لیے اجازت طلب کرو، غلام اندر گیا اور پھر باہر آ گیا اور کہنے لگا: میں نے آپ کا ذکر کیا مگر رسول اللہ ﷺ خاموش رہے، پھر میں آپ کے منبر کے پاس چلا گیا، وہاں لوگوں کا ایک گروہ بیٹھا ہوا تھا جن میں سے بعض لوگ رو رہے تھے۔ میں تھوڑی دیر منبر کے پاس بیٹھا رہا، پھر مجھ پر احساس کا غلبہ ہوا تو میں غلام کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ عمر کے لیے اجازت طلب کرو، وہ اندر گیا اور پھر باہر آ گیا اور کہنے لگا: میں نے آپ کا ذکر کیا مگر رسول اللہ ﷺ خاموش رہے، میں پھر منبر کے پاس آ کر بیٹھ گیا، پھر مجھ پر احساس کا غلبہ ہوا تو میں غلام کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ عمر کے لیے اجازت طلب کرو، غلام اندر گیا اور پھر باہر آ گیا اور اس نے کہا: میں نے آپ کا ذکر کیا مگر رسول اللہ ﷺ خاموش رہے، چنانچہ میں پلٹ آیا تو غلام نے مجھے پیچھے سے بلانا شروع کر دیا اور کہا کہ آ جائیں، آپ کو اجازت مل گئی ہے۔ میں اندر داخل ہوا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ آپ چٹائی پر تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ اور پہلو مبارک پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا: [لَا] ''نہیں'' میں نے کہا: اللہ اکبر، اے اللہ کے رسول! اگر آپ ہمارا جائزہ لیں تو آپ معلوم فرمائیں گے کہ ہم ایسے لوگ تھے کہ عورتوں پر غالب تھے، جب ہم مدینہ میں آئے تو ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ ان کی عورتیں ان پر غالب ہیں۔ ہماری عورتوں نے بھی ان سے سیکھنا شروع کر دیا، چنانچہ میں ایک دن اپنی بیوی سے ناراض ہوا کیونکہ وہ مجھ سے گفتگو میں تکرار کر رہی تھی، لہٰذا میں نے اس کے تکرار کرنے کو برا محسوس کیا تو وہ کہنے لگی کہ آپ میرے تکرار کرنے کو محسوس کیوں کرتے ہیں جبکہ واللہ! نبی ﷺ کی ازواج مطہرات بھی تو گفتگو میں آپ سے تکرار کرتی ہیں حتی کہ بسا اوقات ان میں سے ایک آپ ﷺ سے سارا دن، رات تک قطع تعلق کیے رکھتی ہے۔ میں نے کہا کہ تم[1] میں سے جو ایسا کرے وہ خائب و خاسر ہے۔ کیا تم اس سے بے خوف ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی ناراضی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی تم سے ناراض ہو جائے اور تم ہلاک ہو جاؤ۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں حفصہ کے پاس گیا تھا اور میں نے اسے سمجھایا ہے کہ اپنی پڑوسن کی وجہ سے مبتلائے فریب نہ ہو جانا، وہ تمھاری نسبت زیادہ حسین و جمیل اور رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبوب ہے۔ رسول اللہ ﷺ دوبارہ مسکرائے، پھر میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں بیٹھے رہنے کے لیے اجازت

[1] حدیث کے ابتدائی حصے سے واضح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ خطاب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے تھا۔

طلب کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ] ’’ہاں‘‘ میں بیٹھ گیا اور پھر میں نے سر اٹھا کر گھر کا جائزہ لیا تو مجھے گھر میں صرف تین چیزوں کے سوا اور کچھ نظر نہ آیا، تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو وسعت و کشادگی عطا فرما دے۔ اس نے فارس و روم کو مالی خوشحالی سے نوازا ہے، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے۔ آپ اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: [أَفِي شَكٍّ أَنْتَ؟ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! أُولٰئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا] ’’اے ابن خطاب! کیا تمھیں کوئی شک ہے؟ ان لوگوں کو اچھی اچھی چیزیں جلدی سے دنیا کی زندگی ہی میں دے دی گئی ہیں۔‘‘ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ میرے لیے بخشش کی دعا فرمائیں۔ شدید ناراضی کے باعث رسول اللہ ﷺ نے یہ قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک ان کے پاس نہیں جائیں گے حتی کہ اللہ عزوجل نے آپ پر خفگی کا اظہار فرمایا۔ [1] اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے بھی کئی سندوں سے روایت کیا ہے۔ [2]

شیخین نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کے بارے میں سوال کرنے کے لیے ایک سال انتظار کرتا رہا۔ ان کی ہیبت کی وجہ سے مجھے ان سے سوال پوچھنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی حتی کہ آپ جب حج کے لیے گئے تو میں بھی آپ کے ساتھ حج کے لیے گیا تھا۔ واپسی پر جب ہم ایک رستے پر تھے تو آپ رستے سے ہٹ کر قضائے حاجت کے لیے جنگل کی طرف گئے تو میں کھڑا رہا حتی کہ آپ فارغ ہو گئے، میں پھر آپ کے ساتھ چل پڑا، میں نے عرض کی: امیر المؤمنین! وہ دو عورتیں کون تھیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے کے لیے باہم اعانت کی تھی؟ [3] یہ صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں اور مسلم کی روایت میں ہے کہ وہ دو عورتیں کون تھیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَإِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ ﴾ ’’اور اگر تم دونوں پیغمبر (کی ایذا) پر باہم اعانت کرو گی۔‘‘ انھوں نے جواب دیا کہ وہ عائشہ اور حفصہ تھیں۔ [4] پھر انھوں نے اس حدیث کو مفصل بیان کیا ہے جبکہ بعض محدثین نے اسے اختصار کے ساتھ بھی روایت کیا ہے۔ [5]

امام مسلم رحمہ اللہ ہی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ نے اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار فرمائی تھی تو میں مسجد میں داخل ہوا اور لوگ زمین پر کنکریاں پھینک رہے اور کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ یہ پردے کے حکم سے پہلے کی بات ہے۔ میں نے

---

[1] مسند أحمد: 34,33/1. [2] صحيح البخاري، المظالم، باب الغرفة والعلية المشرفة......، حديث: 2468 و صحيح مسلم، الطلاق، باب في الإيلاء واعتزال النسآء......، حديث: 1479 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة التحريم، حديث: 3318 والسنن الكبرى للنسائي، عشرة النسآء، باب هجرة المرأة زوجها...... : 367,366/5، حديث: 9157. [3] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ﴾ ...... (التحريم 66: 2,1)، حديث: 4913 و صحيح مسلم، الطلاق، باب في الإيلاء واعتزال النسآء......، حديث: (31)-1479. [4] صحيح مسلم، الطلاق، باب في الإيلاء واعتزال النسآء......، حديث: (34)-1479 مزید اسی سورت میں دیکھیے عنوان: ’’حلال کو حرام قرار دینے پر اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی سے اظہار خفگی‘‘ [5] السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَإِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ ﴾، حديث: 11610.

کہا کہ میں آج اس بات کو معلوم کروں گا...... پھر انھوں نے وہ حدیث ذکر کی جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما کے پاس جانے اور انھیں وعظ و نصیحت کرنے کا ذکر ہے اور پھر انھوں نے کہا کہ میں گیا اور چھپر کی دہلیز پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام رَباح سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا کہ رباح میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرو۔ پھر آگے اسی طرح ذکر ہے جیسے قبل ازیں (قریب ہی) بیان ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے کہا: میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کو عورتوں کا معاملہ گراں نہ گزرے، اگر آپ نے انھیں طلاق دے دی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، جبریل و میکائیل، میں اور ابوبکر اور سارے مومن آپ کے ساتھ ہیں۔ اور بہت کم ایسا ہوا، اور اس بات پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں نے کوئی بات کی ہو مگر اللہ تعالیٰ سے امید رکھی کہ وہ میری بات کی تصدیق فرما دے گا، چنانچہ میری اس بات کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت تخییر نازل فرما دی: ﴿ عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ ﴾ ''اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ ان کا پروردگار تمھارے بدلے میں ان کو تم سے بہتر بیویاں دے دے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ﴾ ''اور اگر تم دونوں پیغمبر (کی ایذا) پر باہم اعانت کرو گی تو بے شک اللہ اور جبریل اور تمام نیک مومن اور اس کے بعد فرشتے بھی (ان کے) مددگار ہیں۔'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ نے ان کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا: [لَا] ''نہیں'' تو میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے اعلان کیا کہ آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی۔ اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ ﴾ (النسآء 83:4) ''اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں، حالانکہ اگر اس کو پیغمبر اور اپنے سرداروں کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے۔'' چنانچہ میں نے اس معاملے کی تحقیق کر لی ہے۔ [1] سعید بن جبیر، عکرمہ، مقاتل بن حیان، ضحاک اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے یہ بیان کیا ہے کہ ﴿ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ ''اور صالح مومن۔'' اس سے مراد ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ [2] امام حسن بصری رحمہ اللہ نے یہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام بھی لیا ہے۔ لیث بن ابوسلیم، مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ ﴿ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ سے مراد حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ [3]

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے باہمی رشک و رقابت کی وجہ سے آپ کے خلاف اتفاق کر لیا تو میں نے ان سے کہا: ﴿ عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ ﴾ ''اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ ان کا پروردگار تمھارے بدلے ان کو تم سے بہتر بیویاں

---

[1] صحیح مسلم، الطلاق، باب في الإيلاء واعتزال النسآء......، حدیث:1479. [2] تفسیر الطبری: 208,207/28، وتفسیر القرطبی: 189/18. [3] دیکھیے تفسیر البحر المحیط: 297/10 (C.D) جبکہ تفسیر الطبری: 207/28 میں امام مجاہد رحمہ اللہ سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ قول منقول ہے۔ واللہ أعلم.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

اے ایمان والو! تم خود کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر تندمزاج (اور)

عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ⑥

سخت گیر فرشتے (مقرر) ہیں، اللہ انھیں جو حکم دے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہ وہی کرتے ہیں جو انھیں حکم دیا جاتا ہے⑥

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑦ ع 1 7 19

اے کفر کرنے والو! تم آج عذر پیش نہ کرو، یقیناً تمھیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو تم عمل کرتے تھے ⑦

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ

اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور خالص توبہ کرو، قریب ہے کہ تمھارا رب تم سے تمھاری برائیاں دور کر دے

عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ

اور تمھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، اس دن جب اللہ نبی کو اور اس کے ساتھ

النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ

ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہوگا، وہ کہیں گے:

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑧

اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر اور ہماری مغفرت فرما، بے شک تو ہر چیز پر خوب قادر ہے ⑧

دے دے۔" چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرما دیا۔① قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ کئی مقامات پر قرآن مجید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت میں نازل ہوا،② مثلاً: نزول حجاب میں،③ بدر کے قیدیوں کے بارے میں④ اور مقام ابراہیم کو مُصلّٰی بنانے کے بارے میں۔⑤ امام ابن ابو حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے امہات المؤمنین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین ایک بات کا علم ہوا تو میں نے انھیں تلاش کیا اور ان سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے سے رک جاؤ گی یا پھر اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے بہتر بیویاں عطا فرما دے گا حتی کہ میں جب آخری ام المؤمنین کے پاس پہنچا تو انھوں نے کہا: عمر! اپنی بیویوں کو وعظ و نصیحت کرنے کے لیے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافی نہیں ہیں، جو تم وعظ و نصیحت کرنے لگے ہو، میں خاموش ہو گیا حتی کہ اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ

---

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ﴾ (التحریم66:5)، حدیث:4916. ② دیکھیے البقرۃ، آیت:125 کے ذیل میں عنوان: "مقام ابراہیم" ③ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ﴾ (الأحزاب33:53)، حدیث:4790. ④ صحیح مسلم، الجهاد......، باب الإمداد بالملائكة فی غزوة بدر......، حدیث:1763 و مسند أحمد:243/3 اس کی وضاحت الأنفال، آیات:68,67 کے تحت دیکھی جا سکتی ہے۔ ⑤ صحیح البخاری، الصلاة، باب ماجاء فی القبلة......، حدیث:402 و صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ، حدیث:2399 مختصرًا.

﴿ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا۝۵ ﴾

''اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ ان کا پروردگار تمھارے بدلے میں ان کو تم سے بہتر بیویاں دے دے مسلمان، صاحب ایمان، فرماں بردار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار، روزے دار، شوہر دیدہ اور کنواریاں۔'' [1]

یہ خاتون جنھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وعظ و نصیحت سے روکا، یہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں جیسا کہ صحیح بخاری سے ثابت ہے۔ [2] ﴿ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ ﴾ کے معنی تو بالکل واضح ہیں، البتہ ﴿ سٰٓئِحٰتٍ ﴾ کے معنی روزہ رکھنے والیاں ہیں۔ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، مجاہد، سعید بن جبیر، عطاء، محمد بن کعب قرظی، ابوعبدالرحمٰن سلمی، ابومالک، ابراہیم نخعی، حسن، قتادہ، ضحاک، ربیع بن انس، سدی رحمہم اللہ اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔ [3] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا۝۵ ﴾ ''شوہر دیدہ اور کنواریاں۔'' یعنی ان میں سے کچھ شوہر دیدہ ہوں گی اور کچھ کنواریاں ہوں گی تاکہ نفس کے لیے زیادہ مرغوب ہوں کیونکہ تنوع سے نفس میں بشاشت پیدا ہوتی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا۝۵ ﴾

تفسیر آیات: 6-8

اہل و عیال کو ادب اور دین کی تعلیم دینا علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا ﴾ ''اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ۔'' کے معنی یہ ہیں کہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے عمل کرو، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو اور اپنے اہل و عیال کو بھی حکم دو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں، اس سے اللہ تعالیٰ تم سب کو آتش جہنم سے نجات عطا فرما دے گا۔ [4] مجاہد کہتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم خود بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے اہل و عیال کو بھی اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی وصیت کرو۔ [5] قتادہ کہتے ہیں کہ تم انھیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دو، اس کی نافرمانی سے منع کرو، اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کے لیے ان کی نگرانی کرو، انھیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کا حکم بھی دو اور اس سلسلے میں ان کی مدد بھی کرو۔ اور اگر انھیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھو تو انھیں اس پر زجر و توبیخ کرو۔ [6] ضحاک اور مقاتل نے بھی اسی طرح کہا ہے کہ مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال، قرابت داروں، لونڈیوں اور غلاموں کو ان امور کی تعلیم دے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض قرار دیا ہے یا جن سے منع فرمایا ہے۔ [7]

اسی آیت کریمہ کے معنی میں وہ حدیث بھی ہے جسے امام احمد، ابوداود اور ترمذی نے ربیع بن سَبْرَہ سے اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ إِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِينَ، وَإِذَا بَلَغَ عَشْرَ سِنِينَ فَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا] ''بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب وہ دس سال کا ہو جائے (اور نماز نہ

---

[1] تفسیر الطبری: 209/28. [2] صحیح البخاري، التفسیر، باب: ﴿ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ﴾ ...... (التحریم 66:1، 2)، حدیث: 4913 [3] تفسیر الطبری: 210/28 و تفسیر الماوردی: 42/2. [4] تفسیر الطبری: 212/28. [5] تفسیر الطبری: 212/28. [6] تفسیر الطبری: 212/28. [7] تفسیر القرطبي: 196/18.

پڑھے) تو اسے اس کی وجہ سے مارو۔‘‘[1] یہ الفاظ ابوداود کی روایت کے ہیں اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

جہنم کا ایندھن اور اس کے فرشتے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ﴾ ’’جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔‘‘ یعنی اس میں جو ایندھن ڈالا جائے گا، وہ انسانوں کے لاشے ہوں گے۔ ﴿ وَالْحِجَارَةُ ﴾ ’’اور پتھر‘‘ پتھر سے مراد وہ بت ہیں جن کی پوجا کی جاتی تھی کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ﴾ (الأنبیاء 21:98) ’’(کافرو! اس روز) بے شک تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔‘‘ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، مجاہد، ابوجعفر باقر اور سدی فرماتے ہیں کہ یہ گندھک کے پتھر ہوں گے۔[2] مجاہد نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ گلی سڑی لاش سے بھی زیادہ بدبودار ہوں گے۔[3] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ ﴾ ’’اس پر تندخو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں۔‘‘ یعنی ان کی طبیعتیں بہت سخت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والوں کے بارے میں ان کے دلوں سے رحمت وشفقت چھین لی گئی ہے۔ ﴿ شِدَادٌ ﴾ یعنی جسمانی ساخت کے اعتبار سے بھی وہ حد درجہ شدید، سخت اور خوفناک شکل وصورت والے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ ﴾ ’’اللہ ان کو جو حکم دے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو دیا جاتا ہے وہ اسے بجالاتے ہیں۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ انھیں جو حکم بھی ارشاد فرمائے، وہ فوراً اطاعت بجالاتے ہیں اور آنکھ جھپکنے کے برابر بھی تاخیر نہیں کرتے۔ وہ اسے سرانجام دینے پر قادر بھی ہوتے ہیں اور وہ عاجز و درماندہ نہیں ہوتے۔ یہ فرشتے زبانیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ان سے پناہ!

روز قیامت کافر کا عذر قبول نہیں ہوگا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ ’’کافرو! آج بہانے مت بناؤ، جو عمل تم کیا کرتے تھے انھی کا تم کو بدلہ دیا جائے گا۔‘‘ یعنی کافروں سے روز قیامت یہ کہا جائے گا کہ عذر بہانے پیش نہ کرو، یہ قبول نہیں ہیں، آج تمھیں تمھارے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا۔

سچی اور پکی توبہ کی ترغیب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ﴾ ’’مومنو! اللہ سے خالص ومحکم توبہ کرو۔‘‘ یعنی ایسی توبہ جو سچی اور پکی ہو، جو سابقہ تمام گناہ مٹادے، اور توبہ کرنے والے کے معاملات اور پراگندگی کی اصلاح کردے اور آئندہ ان برے کاموں سے بھی روکے جو توبہ کرنے والا پہلے کیا کرتا تھا۔ ﴿ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ ’’قریب ہے کہ تمھارا رب تمھارے گناہ تم سے دور کردے اور تم کو باغہائے بہشت میں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، داخل کرے۔‘‘ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ﴿ عَسٰى ﴾ کا لفظ یقین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، ﴿ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ﴾ ’’اس دن اللہ پیغمبر کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ روز قیامت پیغمبر کو اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو

---

[1] مسند أحمد:180/2 و سنن أبي داود، الصلاة، باب متی یؤمر الغلام بالصلاة، حدیث:494 و جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء متی یؤمر الصبي بالصلاة، حدیث:407. [2] تفسیر الطبري:244/1 و تفسیر ابن أبي حاتم: 64/1. [3] تفسیر ابن أبي حاتم:64/1.

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ

اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کیجیے اور ان پر سختی کیجیے، اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے⑨ کفر کرنے والوں کے لیے اللہ نے مثال بیان

الْمَصِيْرُ ⑨ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا

فرمائی نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی، دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے تحت (نکاح میں) تھیں، تو ان دونوں (عورتوں) نے ان کی

تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ

خیانت کی، پھر وہ دونوں (رسول) ان دونوں (عورتوں) کے اللہ (کے عذاب) سے (بچانے میں) کچھ کام نہ آئے اور (ان سے) کہا گیا: تم دونوں دوزخ میں

شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ⑩

داخل ہو جاؤ داخل ہونے والوں کے ساتھ ⑩

رسوا نہیں کرے گا، ﴿ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ ﴾ ''ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑتا ہوگا۔'' جیسا کہ قبل ازیں سورۂ حدید میں بیان ہو چکا ہے۔[1] ﴿ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑧ ﴾ ''(اور) وہ (اللہ سے) التجا کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر اور ہمیں معاف فرما۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔'' مجاہد، ضحاک، حسن بصری اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے کہا ہے کہ مومن یہ اس وقت کہیں گے جب وہ دیکھیں گے کہ منافقوں کا نور بجھ گیا ہے۔[2] امام احمد نے بنو کنانہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ میں نے فتح مکہ کے سال رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی تو میں نے آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: [اَللّٰهُمَّ ! لَا تُخْزِنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ''اے اللہ! مجھے روز قیامت رسوا نہ کرنا۔''[3]

تفسیر آیات: 10،9

کفار اور منافقین سے جہاد کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو کفار اور منافقین سے جہاد کا حکم دیا ہے۔ کفار کے ساتھ اسلحہ و قتال کے ذریعے سے اور منافقین کے ساتھ ان پر حدود نافذ کرنے کے ساتھ، ﴿ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ ﴾ ''اور ان پر سختی کریں۔'' یعنی دنیا میں۔ ﴿ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑨ ﴾ ''اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ لوٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔'' یعنی آخرت میں ان کا ٹھکانا بہت برا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی مومن کسی کافر کو فائدہ نہیں پہنچا سکے گا، خواہ کتنا قریبی ہو: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا ﴾ ''اللہ نے کافروں کے لیے مثال بیان فرمائی ہے۔'' یعنی مسلمانوں کے ساتھ اختلاط اور معاشرت اختیار کرنے کے اعتبار سے یہ بات ان سے کچھ کفایت کر سکے گی نہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کام آ سکے گی جبکہ ان کے دل ایمان سے خالی ہوئے، پھر اللہ تعالیٰ نے مثال بیان فرمائی ہے: ﴿ امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا

---

[1] دیکھیے الحدید، آیت: 12 کے ذیل میں عنوان: ''مومنوں کو روز قیامت ان کے اعمال کے مطابق نور ملے گا'' [2] تفسیر الطبری: 215/28. [3] مسند أحمد: 234/4.

وقف لازم

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ

اور اللہ نے اہل ایمان کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی، جب اس نے کہا: اے میرے رب! میرے لیے اپنے ہاں جنت

بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ⑪

میں ایک گھر بنا، اور مجھے فرعون اور اس کے عمل (شر) سے نجات دے، اور مجھے ظالم قوم سے نجات دے ⑪ اور (مثال بیان فرمائی)

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ

مریم بنت عمران کی جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تو ہم نے اس (کے گریبان) میں اپنی روح پھونکی، اور اس نے اپنے رب کے کلمات اور اس کی

ع 2/5/20 بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ⑫

کتابوں کی تصدیق کی، اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی ⑫

﴿صَالِحَيْنِ﴾ ''نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی، دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے تحت (زیر نکاح) تھیں۔'' یعنی نوح و لوط علیہما السلام دونوں نبی و رسول تھے، دونوں عورتوں نے رات دن ان کی صحبت میں بسر کیے، وہ انھیں کھلاتے اور اپنے بستر پر سلاتے تھے اور ان کے ساتھ مکمل معاشرت اور اختلاط رکھتے تھے۔ ﴿فَخَانَتٰهُمَا﴾ ''تو ان دونوں (عورتوں) نے ان کی خیانت کی۔'' یعنی ایمان لانے میں ان کے ساتھ موافقت نہ کی اور ان کی رسالت کی تصدیق نہ کی تو یہ سب ان کے کچھ کام نہ آیا اور ان سے عذاب کو دور نہ کر سکا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا﴾ ''پھر وہ دونوں (رسول) ان دونوں (عورتوں) کو اللہ (کے عذاب) سے (بچانے میں) کچھ کام نہ آئے۔'' ان کے کفر کی وجہ سے، ﴿وَقِيْلَ﴾ ''اور (ان سے) کہا گیا۔'' یعنی دونوں عورتوں کو۔ ﴿ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝۱۰﴾ ''تم دونوں دوزخ میں داخل ہو جاؤ داخل ہونے والوں کے ساتھ۔'' ارشاد باری تعالیٰ: ﴿فَخَانَتٰهُمَا﴾ ''تو دونوں (عورتوں) نے ان کی خیانت کی۔'' سے مراد فحاشی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ دین کے اعتبار سے انھوں نے خیانت کی کیونکہ انبیائے کرام کی بیویاں انبیائے کرام کی حرمت کی وجہ سے فحاشی میں مبتلا ہونے سے معصوم ہوتی ہیں جیسا کہ قبل ازیں ہم نے سورۂ نور کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ ①

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان دونوں کی خیانت یہ تھی کہ وہ حضرت نوح اور لوط کے دین پر نہ تھیں۔ حضرت نوح کی بیوی حضرت نوح کے راز سے اپنی قوم کو مطلع کر دیتی تھی، مثلاً: اگر کوئی شخص نوح علیہ السلام پر ایمان لاتا تو وہ اپنی قوم کے ظالم لوگوں کو اس کے بارے میں بتا دیتی تھی۔ اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں اگر کوئی مہمان آتا تو ان کی بیوی شہر کے برے لوگوں کو اس کے بارے میں خبر دے دیا کرتی تھی۔ ② ضحاک نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری کا ارتکاب نہیں کیا، اس لیے حضرت نوح و لوط کی بیویوں کی خیانت دین کے اعتبار سے تھی۔ ③ عکرمہ، سعید بن جبیر، ضحاک اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ ④

---

① دیکھیے النور، آیات: 15 اور 26 کے ذیل میں۔ ② تفسیر الطبری: 217/28. ③ تفسیر الماوردی: 46/6. ④ تفسیر الطبری: 217/28.

تفسیر آیات :12,11

کافر اللہ تعالیٰ کے ہاں مومن کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا: یہ مثال اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے بیان فرمائی ہے کہ اگر بوقت ضرورت وہ کافروں سے اختلاط رکھیں تو یہ اختلاط انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ ﴾ (آل عمرٰن 28:3) ''اہل ایمان، مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا اس سے اللہ کا کچھ (عہد) نہیں۔ ہاں، اگر اس طریق سے تم ان (کے شر) سے بچاؤ کی صورت پیدا کرو (تو مضائقہ نہیں۔)'' قتادہ کہتے ہیں کہ فرعون تمام اہل زمین سے بڑا سرکش و کافر تھا لیکن اس کی بیوی نے جب اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کر لی تو اسے اس کے شوہر کے کفر نے کوئی نقصان نہ پہنچایا تاکہ لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ عادل حاکم ہے۔ وہ ہر ایک سے صرف اس کے گناہوں کا مواخذہ کرتا ہے، کسی دوسرے کے گناہوں کا مواخذہ نہیں کرتا۔[1] ابن جریر نے سلمان سے روایت کیا ہے کہ فرعون کی بیوی کو دھوپ میں کھڑا کر کے ایذا دی جاتی مگر جب فرعون انھیں دھوپ میں کھڑا کر کے چلا جاتا تو فرشتے اپنے پروں سے ان پر سایہ کر دیتے اور وہ جنت میں اپنے گھر کو دیکھا کرتی تھیں۔[2]

ابن جریر نے قاسم بن ابو بزّہ سے روایت کیا ہے کہ فرعون کی بیوی پوچھتی کہ کون غالب آیا ہے۔ انھیں بتایا جاتا کہ موسیٰ اور ہارون غالب آئے ہیں۔ وہ کہتیں کہ میں موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لاتی ہوں۔ پس فرعون نے پیغام بھیجا کہ کوئی سب سے بڑی چٹان دیکھو اور اسے اس پر گرا دو، اور اگر یہ اپنی بات سے باز آ جائے تو میری بیوی ہے۔ اس کے کارندے جب بہت بڑی اور بھاری پتھر کی چٹان لے کر آئے تو انھوں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور جنت میں اپنے گھر کو دیکھ لیا، اور پھر یہ اپنی بات پر قائم رہیں، اسی حال میں ان کی روح قفس سے پرواز کر گئی تو انھوں نے ایسے جسم پر چٹان گرائی جس میں روح نہیں تھی۔[3] اور وہ یہ دعا کیا کرتی تھیں: ﴿ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ ﴾ ''اے میرے پروردگار! میرے لیے اپنے ہاں بہشت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل (شر) سے نجات دے۔'' یعنی مجھے اس سے خلاصی عطا فرما اور میں اس کے اعمال سے براءت کا اظہار کرتی ہوں، ﴿ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۱ ﴾ ''اور ظالم قوم سے مجھ کو نجات عطا فرما۔'' فرعون کی بیوی کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا ﴾ ''اور (مثال بیان کی) عمران کی بیٹی مریم کی جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی۔'' یعنی اس نے اس کی حفاظت و صیانت کی۔ إحصان عفت و پاکبازی کو کہتے ہیں، ﴿ فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا ﴾ ''تو ہم نے اس (کے گریبان) میں اپنی روح پھونک دی۔'' یعنی جبریل فرشتے کے واسطے سے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف بھیجا تو وہ ان کے سامنے ٹھیک آدمی کی شکل بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا تھا کہ وہ اپنے

---

(1) تفسیر الطبری:219,218/28. (2) تفسیر الطبری:218/28. (3) تفسیر الطبری:218/28.

منہ کے ساتھ ان کی قمیص کے گریبان میں پھونک مار دیں۔ نفخہ اتر کر ان کی شرم گاہ میں داخل ہو گیا جسے عیسیٰ علیہ السلام کا حمل قرار دیا گیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِۦ ﴾ ''تو ہم نے اس (کے گریبان) میں اپنی روح پھونک دی اور اس نے اپنے پروردگار کے ارشادات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی۔'' یعنی وہ اللہ کی تقدیر اور اس کی شریعت کو برحق سمجھتی تھیں۔ ﴿ وَكَانَتْ مِنَ ٱلْقَٰنِتِينَ ⑫ ﴾ ''اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی۔''

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خط کھینچے اور فرمایا: [أَتَدْرُونَ مَا هٰذَا؟] ''کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَفْضَلُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ: خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَّفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ، وَّآسِيَةُ بِنْتُ مُزَاحِمٍ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَمَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ] ''اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد، فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، مریم رضی اللہ عنہا بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ عنہا بنت مزاحم ہیں۔''① صحیحین میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَّلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا آسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَمَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ (وَخَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ) وَّإِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ] ''مردوں میں سے تو بہت کامل ہوئے ہیں مگر عورتوں میں سے صرف آسیہ زوجہ فرعون، مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد کامل ہوئی ہیں اور بے شک عائشہ کی تمام عورتوں پر فضیلت اسی طرح ہے، جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔''② میں نے اپنی کتاب البداية والنهاية میں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے قصے میں ان احادیث کے طرق، الفاظ اور صحت و ضعف کے اعتبار سے ان کے بارے میں محدثین کرام کے کلام کو ذکر کیا ہے۔③

سورۂ تحریم کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

① مسند أحمد :293/1. ② صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿ وَضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱمْرَأَتَ فِرْعَوْنَ ﴾، حديث:3411 وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل خديجة ...... حديث:2431. البتہ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر مذکورہ حوالوں میں نہیں ہے، تاہم ان کا ذکر گزشتہ حدیثِ ابن عباس میں ہے۔ ③ البداية والنهاية، قصة عيسى ابن مريم عليه من الله أفضل الصلاة والسلام :55/2-58.

تفسیر سورۂ مُلک

یہ مکی سورت ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۨ ① الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ

وہ ذات بڑی ہی بابرکت ہے جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے① وہ جس نے موت و حیات کو پیدا کیا تاکہ وہ

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ② الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ

تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے۔ اور وہ بڑا زبردست ہے، خوب بخشنے والا② وہ جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا کیے۔

مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ③ ثُمَّ ارْجِعِ

(اے انسان!) تو رحمٰن کی تخلیق میں کوئی فرق نہیں دیکھے گا، پھر نگاہ ڈال، کیا تو کوئی دراڑ دیکھتا ہے؟③ پھر بار بار نگاہ دوڑا، (تیری)

الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ④ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا

نگاہ ذلیل و خوار ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی جبکہ وہ تھکی ماندی ہوگی④ اور البتہ یقیناً ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے زینت دی ہے،

بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ⑤

اور ہم نے انھیں شیطانوں کو مار بھگانے کا ذریعہ بنایا ہے، اور ہم نے ان کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے⑤

سورۂ ملک کی فضیلت: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ سُورَةً فِي الْقُرْآنِ ثَلَاثُونَ آيَةً، شَفَعَتْ لِصَاحِبِهَا، حَتّٰى غُفِرَ لَهُ: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾] ''قرآن مجید میں تیس آیات پر مشتمل ایک سورت ہے جس نے اپنے ساتھی کی شفاعت کی حتی کہ اسے معاف کر دیا گیا، یہ سورت: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ ہے۔''[1] اسے اصحاب سنن اربعہ نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

امام طبرانی اور حافظ ضیاء مقدسی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [سُورَةٌ (فِي) الْقُرْآنِ ...... خَاصَمَتْ عَنْ صَاحِبِهَا حَتّٰى أَدْخَلَتْهُ الْجَنَّةَ: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾] ''قرآن مجید میں ایک ایسی سورت ہے...... جس نے اپنے ساتھی کی طرف سے جھگڑا کرتے ہوئے اسے جنت میں داخل کرا دیا، یہ سورت ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ

① مسند أحمد: 321/2 وسنن أبي داود، شهر رمضان، باب في عدد الآي، حديث: 1400 وجامع الترمذي، فضائل القرآن، باب ماجاء في فضل سورة الملك، حديث: 2891، والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾، 496/6، حديث: 11612 وسنن ابن ماجه، الأدب، باب ثواب القرآن، حديث: 3786 واللفظ له.

﴿ الْمُلْكُ ﴾ ہے۔“[1] امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک سورۂ الٓمٓ تنزیل السجدة اور تبارك الذی بیده الملك کی تلاوت نہ فرما لیتے تھے۔[2] لیث نے طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ دونوں سورتیں قرآن مجید کی باقی ہر سورت سے ستر درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہیں۔[3]

تفسیر آیات: 1-5

موت وحیات، آسمان اور ستاروں کی تخلیق: اللہ تعالیٰ اپنی ذات بابرکات کی بزرگی بیان کرتے ہوئے یہ فرما رہا ہے کہ اسی کے ہاتھ میں بادشاہی ہے، یعنی وہ اپنی تمام مخلوقات میں جس طرح چاہے تصرف فرماتا ہے، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور اس کے غلبے، حکمت اور عدل کی وجہ سے کوئی اس سے اس بارے میں نہیں پوچھ سکتا جو اس نے کیا، اسی لیے تو اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ① ﴾ ”اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“ پھر فرمایا: ﴿ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ ﴾ ”اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔“ اس آیت سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ موت ایک ایسا امر ہے جس کا وجود ہے کیونکہ یہ مخلوق ہے۔ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمام مخلوقات کو عدم سے وجود بخشا ہے تاکہ ان کی آزمائش کرے کہ ان میں سے کون اچھے کام کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاكُمْ ۚ ﴾ (البقرة 28:2) ”تم اللہ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو؟ حالانکہ تم مردے تھے تو اس نے تمھیں زندہ کیا۔“ اللہ تعالیٰ نے پہلی حالت، یعنی عدم کو موت اور اس پیدائش کو زندگی سے موسوم کیا ہے اور اسی لیے تو فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ﴾ (البقرة 28:2) ”پھر وہی تمھیں مارے گا، پھر وہی تمھیں زندہ کرے گا۔“

فرمان الٰہی ہے: ﴿ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ ﴾ ”تاکہ وہ تمھاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے۔“ محمد بن عجلان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بیان فرمایا ہے کہ کون اچھے کام کرتا ہے، یہ نہیں فرمایا کہ کون زیادہ کام کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ② ﴾ ”اور وہ زبردست ہے، خوب بخشنے والا۔“ یعنی وہ زبردست، عظیم ترین اور عالی جناب ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اسے بخشنے والا بھی ہے جو اس کی بارگاہ میں توبہ کرے اور اس کے حکم کی مخالفت اور نافرمانی کرنے کے بعد اس کی طرف رجوع کرے، اگرچہ وہ ذات گرامی بہت زبردست اور غالب ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے بندوں کو معاف فرماتا، ان پر رحم فرماتا اور ان سے درگزر فرماتا ہے، پھر فرمایا: ﴿ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ ﴾ ”وہ جس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے۔“ یعنی اس نے آسمانوں کو اوپر تلے بنایا ہے، اب سوال یہ

---

① المعجم الأوسط للطبرانی، من اسمه سلیمان: 391/4، حدیث:3667 و الأحادیث المختارة، سلام بن مسکین عن ثابت: 115,114/5، حدیث: 1739,1738 البتہ المعجم الأوسط للطبرانی میں قوسین والے لفظ کے بجائے [من] ہے، نیز مذکورہ حوالوں میں ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ﴾ کے بجائے [وَهِیَ سُورَةُ تَبَارَكَ] کے الفاظ ہیں۔ ② جامع الترمذی، فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل سورة الملك، حدیث: 2892. ③ جامع الترمذی، فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل سورة الملك، حدیث: 2892، البتہ یہ قول ضعیف ہے جبکہ الأدب المفرد، باب مایقول إذا أوی إلی فراشه؟ 686/2، حدیث: 1207 میں ابوزبیر سے یہی قول صحیح سند سے منقول ہے۔

ہے: کیا آسمان ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں یا ان کے درمیان خلا اور فاصلہ ہے؟ اس میں اگرچہ دونوں قول ہیں لیکن دوسرا قول زیادہ صحیح ہے کہ ان میں خلا اور فاصلہ ہے جیسا کہ حدیث اسراء اور کئی دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ ①

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ﴾ ''(اے دیکھنے والے!) تو (اللہ) رحمان کی آفرینش میں کوئی کمی بیشی نہیں دیکھے گا۔'' اس میں کوئی نقص نہیں بلکہ پوری پوری ہمواری اور استواری ہے، اس میں کوئی اختلاف، کوئی کمی، کوئی غلطی، کوئی نقص، کوئی عیب اور کوئی خلل نہیں ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ﴾ ''پس نگاہ کو لوٹا، بھلا تو (آسمان میں) کوئی شگاف دیکھتا ہے؟'' یعنی آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھو اور غور کرو کیا تمھیں اس میں کوئی عیب یا نقص یا خلل یا شگاف نظر آتا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ضحاک، سفیان ثوری اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر فرماتے ہیں کہ ﴿ فُطُوْرٍ ۝ ﴾ کے معنی شگاف کے ہیں۔ ② اور سدی فرماتے ہیں کہ ﴿ فُطُوْرٍ ۝ ﴾ کے معنی دراڑ کے ہیں۔ ③ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اے ابن آدم! کیا تو آسمان میں کوئی خلل دیکھتا ہے؟ ④ فرمان الٰہی ہے: ﴿ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ ﴾ ''پھر بار بار نظر دوڑا۔'' امام قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ كَرَّتَيْنِ ﴾ کے معنی ہیں مرتین، یعنی دوبارہ۔ ﴿ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا ﴾ ''(ہر بار) تیری طرف نظر ناکام ہو کر پلٹ آئے گی۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ خَاسِئًا ﴾ کے معنی ذلیل کے ہیں۔ ⑤ اور مجاہد و قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ذلیل و خوار کے ہیں۔ ⑥ ﴿ وَهُوَ حَسِيْرٌ ۝ ﴾ کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تھکے اور درماندہ کے بیان کیے ہیں۔ ⑦ مجاہد، قتادہ اور سدی فرماتے ہیں کہ ﴿ حَسِيْرٌ ۝ ﴾ اسے کہتے ہیں جو عاجزی و درماندگی کے باعث ختم ہو گیا ہو۔ ⑧ اور آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ آپ جس قدر چاہیں بار بار نگاہ اٹھا کر دیکھیں، ہر بار آپ کی نظر لوٹ آئے گی مگر آپ آسمان میں کوئی عیب یا خلل نہ دیکھ سکیں گے۔ یعنی نظر بار بار دیکھنے سے تھک تو جائے گی مگر اس میں کوئی نقص نہ پائے گی۔ آسمان کی پیدائش و آفرینش میں ہر قسم کے عیب و نقص کی نفی کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے کمال اور اس کی زیب و زینت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ﴾ ''اور البتہ یقیناً ہم نے آسمان دنیا کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی۔'' چراغوں سے مراد نجوم و کواکب، یعنی ثوابت و سیارے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ ﴾ ''اور ہم نے ان کو شیطانوں کے مارنے کا آلہ بنایا۔'' ﴿ جَعَلْنٰهَا ﴾ کی ضمیر کا مرجع جنس کواکب ہیں، تمام کواکب نہیں کیونکہ آسمان کے تمام نجوم و کواکب کے ساتھ شیطانوں کو نہیں مارا جاتا بلکہ صرف شہابیوں کے ساتھ مارا جاتا ہے اور بسا اوقات نجوم و کواکب سے بھی شہابیوں کا کام لیا جاتا ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. ﴿ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝ ﴾ ''اور ہم نے ان کے لیے دہکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' یعنی دنیا میں ہم نے شیطانوں کو اس ذلت و رسوائی سے دوچار کیا اور آخرت میں ان کے لیے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ صافات کے

① دیکھیے بنیٓ إسرآء یل 17:1 کے ذیل میں عنوان: ''معراج سے متعلق احادیث مبارکہ'' ② تفسیر الطبری : 5/29 وتفسیر ابن أبی حاتم :3363/10. ③ تفسیر القرطبی : 209/18. ④ تفسیر الطبری : 5/29. ⑤ تفسیر الطبری : 5/29. ⑥ تفسیر الطبری : 5/29. ⑦ تفسیر ابن أبی حاتم : 3363/10. ⑧ تفسیر الطبری : 5/29.

وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑥ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا

اور جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا، ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے، اور وہ برا ٹھکانا ہے ⑥ جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کی دھاڑ

لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ⑦ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ

سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی ⑦ قریب ہے کہ وہ غیظ وغضب سے پھٹ پڑے۔ جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے داروغے ان

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ⑧ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ڏ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ

سے پوچھیں گے: کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟⑧ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! یقیناً ڈرانے والا ہمارے پاس آیا تھا، چنانچہ ہم نے (اس

مِنْ شَيْءٍ ښ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ⑨ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ

ڈرانے والے کی) تکذیب کی اور ہم نے کہا کہ اللہ نے (کسی پر) کچھ بھی نہیں اتارا، تم تو بہت بڑی گمراہی میں ہو⑨ اور وہ کہیں گے: کاش! ہم سنتے یا

اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ⑩ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ⑪

سمجھتے ہوتے تو ہم دوزخ والوں میں نہ ہوتے⑩ پھر وہ اپنے گناہ کا اعتراف کریں گے، چنانچہ دوزخ والوں پر لعنت ہے⑪

آغاز میں فرمایا ہے: ﴿ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨ الْكَوَاكِبِ ۙ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ڰ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ ﴾ (الصّٰٓفّٰت 37:6-10) ”بے شک ہم ہی نے آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت دے کر مزین کیا، اور ہر شیطان سرکش سے (اس کی) حفاظت کے لیے کہ وہ عالم بالا کی طرف کان نہ لگا سکیں اور ہر طرف سے ان پر (انگارے) پھینکے جاتے ہیں۔ (وہاں سے انھیں) بھگانے کے لیے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔ مگر جو کوئی (فرشتوں کی کسی بات کو) چوری سے جھپٹ لینا چاہتا ہے تو جلتا ہوا ستارہ اس کے پیچھے لگتا ہے۔“ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو تین مقاصد کے لیے پیدا فرمایا ہے: (1) یہ آسمان کے لیے باعث زینت ہیں (2) شیطانوں کو مارنے کا آلہ ہیں اور (3) علامات ہیں کہ ان سے راستوں کا تعین کیا جاتا ہے۔ جو کوئی شخص ان کے بارے میں کوئی اور نظریہ رکھے تو یہ اس کی محض اپنی رائے ہے جس کے استعمال کرنے میں اس نے راہِ راست کو ضائع کر دیا اور علم کے بغیر محض تکلف سے کام لیا ہے۔ اسے امام ابن جریر اور ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔ ①

تفسیر آیات: 6-11

جہنم اور اس میں داخل ہونے والوں کا ذکر: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اور ہم نے تیار کر رکھا ہے ﴿ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑥ ﴾ ”ان لوگوں کے لیے جہنم کا عذاب جنھوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا اور وہ برا ٹھکانا ہے۔“ یعنی ان کا بدترین انجام اور ٹھکانا ہے۔ ﴿ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا ﴾ ”جب اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کا چیخنا چلانا سنیں گے۔“ شہیق کے معنی ابن جریر نے چیخ وپکار کے بیان کیے ہیں۔ ② ﴿ وَّهِيَ تَفُوْرُ ⑦ ﴾ ”اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔“ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہنم ان کے ساتھ اس طرح جوش مار رہی ہوگی جس طرح زیادہ پانی میں تھوڑے دانے

---

① تفسير الطبري: 6/29 و تفسير ابن أبي حاتم: 2913/9. ② تفسير الطبري: 6/29.

جوش مارتے ہیں۔ ① فرمان الٰہی ہے: ﴿ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ﴾ یعنی یوں معلوم ہوتا ہوگا کہ جہنم جہنمیوں پر غیض وغضب اور غصے کے باعث پھٹ پڑے گی۔

ارشاد باری ہے: ﴿ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ⑧ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ⑨ ﴾ ''جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا اس کے داروغے ان سے پوچھیں گے: کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے (اسے) جھٹلا دیا اور کہا کہ اللہ نے کوئی چیز نازل ہی نہیں کی، تم تو بہت بڑی گمراہی میں (پڑے ہوئے) ہو۔'' اللہ تعالیٰ مخلوق کے بارے میں اپنے عدل کو بیان کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک رسول کو مبعوث فرما کر اتمام حجت نہ فرما دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴾ ''اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں عذاب نہیں دیا کرتے۔'' (بنیٓ إسرآء یل 15:17) اور فرمایا: ﴿ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ (الزمر 71:39) ''یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے، اور اس کے داروغے ان سے کہیں گے: کیا تمھارے پاس تمھی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تمھیں تمھارے پروردگار کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور تمھیں تمھاری اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے وہ کہیں گے: کیوں نہیں! لیکن کافروں کے حق میں عذاب کا حکم ثابت ہے۔'' اس طرح وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کریں گے اور ندامت کا اظہار کریں گے مگر اس وقت ندامت ان کے کسی کام نہ آسکے گی، چنانچہ وہ کہیں گے: ﴿ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ⑩ ﴾ ''اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔'' یعنی اگر ہم اپنی عقلوں سے کام لیتے اور اللہ تعالیٰ نے جس حق کو نازل فرمایا تھا اسے سنتے تو ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر نہ کرتے اور اس بارے میں دھوکے میں مبتلا نہ ہوتے۔ لیکن ہم میں فہم ہی نہ تھا جس سے ہم رسولوں کے لائے ہوئے دین وشریعت کو سمجھتے اور ہم میں ایسی عقل ہی نہ تھی جو رسولوں کی اتباع اختیار کرنے کے لیے ہماری رہنمائی کرتی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ⑪ ﴾ ''پس وہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے، سو دوزخیوں کے لیے (اللہ کی رحمت سے) دوری ہے۔'' امام احمد نے ابو بختری طائی سے روایت کیا ہے کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [لَنْ يَّهْلِكَ النَّاسُ حَتّٰى يُعْذِرُوا مِنْ أَنْفُسِهِمْ] ''لوگ ہرگز ہلاک نہیں ہوں گے یہاں تک کہ وہ (گناہ کر کے بودی اور ناپائیدار تاویلوں کے ساتھ) اپنے آپ کو معذور ٹھہرائیں۔'' ②

① تفسير القرطبي: 212/18 عن مجاهد. ② مسند أحمد: 260/4 و سنن أبي داود، الملاحم، باب الأمر والنهي، حديث: 4347.

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑫ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا

بے شک جو لوگ اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں، ان کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے⑫ اور تم اپنی بات چھپا کر کہو یا اسے پکار کر کہو،

بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑬ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ⑭ هُوَ الَّذِيْ ع 1/14

بے شک وہ سینوں کے بھید خوب جانتا ہے⑬ بھلا وہ نہ جانے گا جس نے (سب کو) پیدا کیا۔ اور وہی باریک بین، بہت باخبر ہے⑭ وہی ہے

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ⑮

جس نے زمین کو تمھارے تابع کر دیا، لہٰذا تم اس کی راہوں میں چلو اور اس (اللہ) کے رزق میں سے کھاؤ، اور اسی کی طرف جی اٹھنا ہے⑮

تفسیر آیات: 12-15

بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرنے والے کی جزا: اللہ تعالیٰ اس شخص کے بارے میں خبر دے رہا ہے جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر جائے، وہ تنہائی میں ہو اور لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز رہے اور اس کی اطاعت اور بندگی بجا لائے، خواہ اسے اللہ کے سوا اور کوئی نہ دیکھ رہا ہو تو ایسے شخص کے لیے: ﴿ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑫ ﴾ ”بخشش اور اجر عظیم ہے۔“ یعنی یہ کہ اس کے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا اور اسے بے پایاں اجر و ثواب عطا کیا جائے گا جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے: [سَبعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي (ظِلِّ عَرْشِهٖ) يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهٗ...... وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهٗ] ”سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے عرش کے زیر سایہ جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا...... (آپ نے ان سات قسم کے لوگوں میں یہ بھی ذکر فرمایا:) اور وہ آدمی جسے صاحب منصب و جمال والی عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ جواب میں پکار اٹھے کہ (نہیں میں یہ گناہ نہیں کر سکتا کیونکہ) میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، اسی طرح آپ نے ان لوگوں میں اس شخص کا بھی شمار فرمایا جو اللہ کی راہ میں صدقہ کرے مگر اسے اس قدر مخفی رکھے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی اس کی خبر نہ ہو سکے جسے اس کے دائیں ہاتھ نے خرچ کیا ہے۔“[1]

پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات سے متنبہ کرتے ہوئے کہ وہ تو دل کے بھیدوں اور اس کی دھڑکنوں تک سے آگاہ ہے، فرمایا: ﴿ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑬ ﴾ ”اور تم اپنی بات پوشیدہ کہو یا پکار کر، بے شک وہ سینوں کے بھیدوں سے خوب واقف ہے۔“ یعنی دلوں میں جو خیالات آتے ہیں وہ ان سے بھی آگاہ ہے۔ ﴿ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ ﴾ ”بھلا وہ نہ جانے گا جس نے (سب کو) پیدا کیا!“ یعنی کیا جو خالق ہے وہ ان باتوں سے بے خبر ہے؟ نہیں وہ بے خبر نہیں ہو سکتا کیونکہ ﴿ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ⑭ ﴾ ”اور وہی باریک بین، بہت باخبر ہے۔“

---

[1] صحيح البخاري، الزكاة، باب الصدقة باليمين، حديث: 1423 و صحيح مسلم، الزكاة، باب فضل إخفاء الصدقة، حديث: 1031 عن أبي هريرة ؓ البتہ قوسین والے الفاظ المستدرك للحاكم، البر والصلة: 169/4، حديث: 7315 عن عبادة بن الصامت ؓ میں ہیں۔

ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِكُمُ الۡاَرۡضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوۡرُ ⑯ اَمۡ اَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی

کیا تم اس (اللہ) سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے، یہ کہ وہ تمھیں زمین میں دھنسا دے تو ناگہاں وہ لرزنے لگے؟⑯ یا تم اس (اللہ) سے

السَّمَآءِ اَنۡ یُّرۡسِلَ عَلَیۡكُمۡ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعۡلَمُوۡنَ كَیۡفَ نَذِیۡرِ ⑰ وَلَقَدۡ كَذَّبَ الَّذِیۡنَ

بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے، یہ کہ وہ تم پر پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیجے؟ پھر جلد تم جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟⑰ اور البتہ یقیناً تکذیب

مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَكَیۡفَ كَانَ نَكِیۡرِ ⑱ اَوَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الطَّیۡرِ فَوۡقَهُمۡ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقۡبِضۡنَ ؕ‌ؔ

وقف لازم

کر چکے وہ جو ان سے پہلے تھے، چنانچہ (دیکھ لو) میرا عذاب کیسا تھا؟⑱ کیا انھوں نے اپنے اوپر پر پھیلاتے اور سکیڑتے ہوئے پرندے نہیں دیکھے۔

مَا یُمۡسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحۡمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیۡءٍۭ بَصِیۡرٌ ⑲

انھیں (اللہ) رحمٰن کے سوا کوئی نہیں تھامتا، بے شک وہ ہر چیز کو خوب دیکھ رہا ہے⑲

بندوں کے لیے زمین کی تسخیر: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر اپنے اس احسان کا تذکرہ فرمایا ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے لیے زمین کو مسخر کر دیا اور اسے پر سکون بنا دیا ہے کہ وہ ہلتی جلتی نہیں اور اس مقصد کے لیے اس نے زمین میں پہاڑ کھڑے کر دیے اور پھر یہاں چشمے بہا دیے اور چلنے پھرنے کے لیے مختلف راستے چلا دیے، اس میں مختلف منافع رکھے اور اس میں فصلوں، پھلوں کے تعین کے طریقے مقرر فرما دیے اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَرۡضَ ذَلُوۡلًا فَامۡشُوۡا فِیۡ مَنَاكِبِهَا ﴾ ''وہی تو ہے جس نے زمین کو تمھارے تابع کر دیا، لہٰذا تم اس کی راہوں میں چلو۔'' یعنی زمین کے علاقوں میں جہاں چاہو سفر کرو اور مختلف ملکوں اور خطوں میں مختلف طریقوں سے کمانے کے لیے اور تجارتوں کے لیے جہاں چاہو آؤ جاؤ مگر یاد رکھو تمھاری یہ سعی و کوشش تمھارے کچھ کام نہیں آسکتی الّا یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے تمھارے لیے آسان بنا دے، اسی لیے تو اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَكُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِهٖ ؕ ﴾ ''اور اللہ کے (دیے ہوئے) رزق سے کھاؤ۔'' حصول رزق کے لیے سعی و کوشش توکل کے منافی نہیں ہے جیسا کہ امام احمد نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: [لَوْ أَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُونَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُو خِمَاصًا وَّتَرُوحُ بِطَانًا] ''اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمھیں اس طرح رزق عطا فرمائے جس طرح وہ پرندوں کو رزق دیتا ہے کہ (اپنے گھونسلوں سے) صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔''① اسے امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا اور امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔②

اس حدیث سے طلبِ رزق کے لیے پرندوں کا صبح و شام آنا جانا ثابت ہے، حالانکہ ان کا اللہ عزوجل ہی پر توکل ہے کیونکہ وہی مسخر کرنے والا، آسان بنانے والا اور اسباب فراہم فرمانے والا ہے۔ ﴿ وَاِلَیۡهِ النُّشُوۡرُ ⑮ ﴾ ''اور (تم کو) اسی کی

① مسند أحمد : 30/1 . ② جامع الترمذي، الزهد، باب في التوكل على الله، حديث: 2344 و سنن ابن ماجه، الزهد، باب التوكل واليقين، حديث: 4164 یہ حدیث السنن الكبرى للنسائی کے مطبوعہ نسخے میں ہمیں نہیں ملی، البتہ تحفة الأشراف: 263/7، حديث : 10586 میں امام مزی رحمہ اللہ نے اسے امام نسائی رحمہ اللہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

طرف (قبروں سے) اٹھ کر جانا ہے۔" یعنی تم سب کو روز قیامت اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سدی اور قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿مَنَاكِبِهَا﴾ سے اطراف واکناف اور راستے مراد ہیں۔[1]

تفسیر آیات: 16-19

عذاب الٰہی سے بے خوفی کیوں......؟ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر لطف وکرم ہے کہ وہ ان کے کفر اور غیر اللہ کی عبادت کرنے کے سبب عذاب دینے پر قادر ہونے کے باوجود حلم سے کام لیتا، درگزر فرماتا، مہلت دیتا اور فوراً عذاب میں مبتلا نہیں کرتا جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۝﴾ (فاطر 35:45) "اور اگر اللہ لوگوں کو اس وجہ سے پکڑتا جو انھوں نے کمایا تو اس (زمین) کی پشت پر چلنے والا کوئی جاندار نہ چھوڑتا لیکن وہ انھیں ایک وقت مقرر تک مہلت دیے جاتا ہے، جب ان کا وقت آجائے گا تو (ان کے اعمال کا بدلہ دے گا) یقیناً اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔" اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ۝﴾ "کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے، بے خوف ہو کہ تمھیں زمین میں دھنسا دے اور وہ اس وقت لرزنے لگے؟" ﴿تَمُوْرُ ۝﴾ کے معنی ہیں کہ وہ آنے جانے اور لرزنے لگے۔ ﴿اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ﴾ "کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے بے خوف ہوگئے ہو کہ تم پر پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج دے؟" یعنی ایسی ہوا بھیج دے جس میں کنکریاں ہوں اور وہ تمھیں تباہ وبرباد کر کے رکھ دے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ۝﴾ (بنيٓ إسرآء يل 17: 68) "کیا تم اس سے بے خوف ہو کہ اللہ تمھیں خشکی کی طرف (لے جا کر زمین میں) دھنسا دے یا تم پر سنگ ریزوں سے بھری آندھی چلا دے، پھر تم اپنا کوئی نگہبان نہ پاؤ۔" اسی طرح یہاں ڈراتے ہوئے فرمایا: ﴿فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ۝﴾ "سو تم عنقریب جان لوگے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟" یعنی میرا انھیں ڈرانا کیسا ہے اور میں جس سے ڈرا رہا ہوں ان کے لیے اس کی سزا کیا ہے؟ یعنی بہت بڑی، شدید، نہایت دردناک (سزا) ہے۔ پھر فرمایا: ﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ "اور البتہ یقیناً جو لوگ ان سے پہلے تھے انھوں نے بھی جھٹلایا۔" یعنی سابقہ قوموں اور پہلے زمانوں کے لوگوں نے بھی تکذیب کی تھی، ﴿فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝﴾ "سو (دیکھ لو کہ) میرا عذاب کیسا تھا؟" یعنی دیکھ لو کہ ان تکذیب کرنے والوں کو میں نے کس طرح اپنی گرفت میں لیا، انھیں سخت سزا دی اور شدید اور دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا تھا۔

قدرت الٰہی کی پرندوں کے اڑنے سے دلیل: ارشاد الٰہی ہے: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ﴾ "کیا انھوں نے اپنے اوپر پر پھیلاتے اور سکیڑتے ہوئے پرندے نہیں دیکھے۔" یعنی ہوا میں کبھی تو اپنے پروں کو پھیلا لیتے ہیں اور کبھی انھیں اکٹھا کر کے سکیڑ لیتے ہیں، ﴿مَا يُمْسِكُهُنَّ﴾ "انھیں کوئی نہیں تھام سکتا۔" یعنی ہوا میں ﴿اِلَّا الرَّحْمٰنُ﴾ "سوائے رحمان کے۔" یعنی اس ذات گرامی کے سوا انھیں کوئی اور تھام نہیں سکتا جس نے اپنے لطف ورحمت سے ہوا کو ان کے لیے مسخر

---

[1] تفسیر الطبری: 29/10 والدر المنثور: 6/384.

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ۭ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ⑳

بھلا ایسا کون ہے جو سوائے رحمٰن کے تمھاری فوج بن کر تمھاری مدد کرے؟ کافر تو نرے دھوکے میں ہیں ⑳

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ㉑ اَفَمَنْ

بھلا ایسا کون ہے جو تمھیں رزق دے اگر رحمٰن اپنا رزق روک لے؟ (کوئی نہیں) بلکہ وہ سرکشی اور (حق سے) گریز پر اڑے ہوئے ہیں ㉑ بھلا

يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ㉒ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ

جو شخص اوندھا ہو کر اپنے چہرے کے بل چلتا ہو، وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ جو بالکل سیدھا ہو کر صراط مستقیم پر چلتا ہو؟ ㉒ کہہ دیجیے: وہی ہے

اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ㉓ قُلْ هُوَ الَّذِيْ

جس نے تمھیں پیدا کیا اور تمھارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ تم کم ہی شکر ادا کرتے ہو ㉓ کہہ دیجیے: وہی ہے

ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ㉔ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ

جس نے تمھیں زمین میں پھیلایا، اور اسی کے حضور تم اکٹھے کیے جاؤ گے ㉔ اور وہ (کافر) کہتے ہیں: یہ (قیامت کا) وعدہ کب (پورا) ہوگا اگر تم

صٰدِقِيْنَ ㉕ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۠ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ㉖ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً

سچے ہو؟ ㉕ کہہ دیجیے: (اس کا) علم تو صرف اللہ کے پاس ہے، اور بس میں تو واضح طور پر ڈرانے والا ہوں ㉖ پھر جب وہ اسے قریب

سِيْۗـــَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ㉗

دیکھیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور کہا جائے گا: یہی ہے جو تم مانگتے تھے ㉗

کر دیا ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ⑲ ﴾ ''بے شک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔'' یعنی وہ دیکھ رہا ہے کہ اس کی مخلوق میں سے ہر چیز کے لیے کیا بہتر ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَاۗءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ ﴾ (النحل 16:79) ''کیا ان لوگوں نے پرندوں کی طرف نہیں دیکھا کہ وہ آسمان کی فضا میں مسخر (تابع فرمان) ہیں، انھیں صرف اللہ ہی تھامے رکھتا ہے، البتہ ایمان والوں کے لیے یقیناً اس میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔''

تفسیر آیات: 20-27

اللہ کے سوا نہ کوئی مدد کر سکتا ہے اور نہ رزق دے سکتا ہے: اللہ تعالیٰ ان مشرکوں سے فرما رہا ہے جنھوں نے اس کے ساتھ غیر کی بھی عبادت کی اور پھر وہ غیر اللہ سے رزق اور مدد بھی مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عقیدے کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے غیر اللہ سے جو امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں وہ کبھی پوری نہیں ہوں گی، چنانچہ فرمایا: ﴿ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ۭ ﴾ ''بھلا ایسا کون ہے جو تمھاری فوج بن کر اللہ کے سوا تمھاری مدد کر سکے؟'' یعنی اللہ کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے، نہ کوئی بچانے والا اور نہ کوئی مددگار، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ⑳ ﴾ ''کافر تو نرے دھوکے میں ہیں۔'' پھر فرمایا: ﴿ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ﴾ ''بھلا اگر وہ (رحمٰن) اپنا رزق روک لے تو کون ہے جو تمھیں رزق دے؟'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ تم سے اپنے رزق کو روک لے تو کون ہے جو تمھیں رزق

دے سکے، یعنی اللہ وحدہ لاشریک کے سوا اور کوئی نہیں جو تمھیں دے یا منع کرے، پیدا کرے، رزق دے اور مدد کرے، یہ لوگ اس بات کو جانتے بھی ہیں اور پھر اس کے سوا اوروں کی عبادت کرتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ بَلۡ لَّجُّوۡا ﴾ ’’بلکہ وہ اڑے ہوئے ہیں۔‘‘ یعنی یہ اپنی سرکشی، افترا پردازی اور ضلالت و گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ ﴿ فِیۡ عُتُوٍّ وَّ نُفُوۡرٍ ﴿۲۱﴾ ﴾ ’’(حق سے) سرکشی اور گریز پر۔‘‘ یعنی عناد، تکبر اور حق سے منہ موڑ کر نفرت میں پڑے ہوئے ہیں کہ نہ حق کو سنتے ہیں اور نہ اسے مانتے ہیں۔

کافر اور مومن کی مثال: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَفَمَنۡ یَّمۡشِیۡ مُکِبًّا عَلٰی وَجۡہِہٖۤ اَہۡدٰۤی اَمَّنۡ یَّمۡشِیۡ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۲۲﴾ ﴾ ’’بھلا جو شخص اوندھا ہو کر اپنے چہرے کے بل چلتا ہو وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ جو بالکل سیدھا ہو کر صراطِ مستقیم پر چلتا ہو؟‘‘ یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومن اور کافر کے لیے بیان فرمائی ہے، کافر کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو سیدھا ہو کر نہیں بلکہ ٹیڑھا چلتا ہو اور یہ جانتا بھی نہ ہو کہ وہ کہاں چل رہا اور کیسے چل رہا ہے بلکہ حیران و پریشان اور گم گشتہ ہو تو کیا ایسا شخص زیادہ ہدایت یافتہ ہے ﴿ اَمَّنۡ یَّمۡشِیۡ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۲۲﴾ ﴾ ’’یا وہ جو بالکل سیدھا ہو کر صراطِ مستقیم پر چل رہا ہو۔‘‘ یعنی ایسے رستے پر جو واضح اور روشن ہو، خود بھی سیدھا ہو اور اس کا رستہ بھی سیدھا ہو۔ یہ ان کی دنیا میں مثال ہے اور آخرت میں بھی یہ اسی طرح ہوں گے۔ مومن کو جب اٹھایا جائے گا تو وہ سیدھا ہو کر صراط مستقیم پر چلتا ہوا آئے گا اور یہ صراط مستقیم اسے جنت بریں میں پہنچا دے گا جبکہ کافر اپنے منہ کے بل چلتا ہوا آئے گا اور جہنم رسید ہو جائے گا۔ ﴿ اُحۡشُرُوا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا وَ اَزۡوَاجَہُمۡ وَ مَا کَانُوۡا یَعۡبُدُوۡنَ ﴿ۙ﴾ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ فَاہۡدُوۡہُمۡ اِلٰی صِرَاطِ الۡجَحِیۡمِ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:22,23) ’’جو لوگ ظلم کرتے تھے انھیں اور ان کے ہم جنسوں کو اور جن کو وہ پوجا کرتے تھے (سب کو) جمع کر لو، (جن کو) اللہ کے سوا (پوجا کرتے تھے) پھر انھیں جہنم کے رستے پر چلا دو۔‘‘ ازواج سے یہاں مراد ہم جنس اور ہم مثال ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عرض کی گئی: یا رسول اللہ! لوگوں کو اپنے مونہوں کے بل کس طرح چلایا جائے گا؟ فرمایا: [(أَلَيْسَ) الَّذِي أَمْشَاهُمْ عَلَى أَرْجُلِهِمْ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُّمْشِيَهُمْ عَلَى وُجُوهِهِمْ] ’’جس نے انھیں پاؤں کے بل چلایا ہے، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ انھیں چہروں کے بل چلا سکے؟‘‘[1] یہ حدیث صحیحین میں بھی موجود ہے۔[2]

قدرت تخلیق سے آخرت کی دلیل: فرمان الٰہی ہے: ﴿ قُلۡ ہُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَکُمۡ ﴾ ’’کہہ دیجیے کہ وہ (اللہ) ہی تو ہے جس نے تمھیں پیدا کیا۔‘‘ یعنی تمھاری تخلیق کی اس نے ابتدا فرمائی جبکہ تمھارا کوئی ذکر تک نہ تھا، ﴿ وَ جَعَلَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ الۡاَفۡـِٕدَۃَ ؕ ﴾ ’’اور اس نے تمھارے کان، آنکھیں اور دل بنائے۔‘‘ یعنی تمھیں عقل اور ادراک سے نوازا، ﴿ قَلِیۡلًا مَّا تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۲۳﴾ ﴾ ’’تم کم ہی شکر ادا کرتے ہو۔‘‘ ان قوتوں اور صلاحیتوں کو جن سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں نوازا ہے تم کم ہی اس کی اطاعت، اس کے احکام کی فرماں برداری اور اس کے منع کردہ امور سے اجتناب کے لیے استعمال کرتے ہو۔ ﴿ قُلۡ ہُوَ الَّذِیۡ

---

[1] مسند أحمد: 167/3 قوسین والے الفاظ صحیحین کے آمدہ حوالے کے مطابق ہیں۔ [2] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ اَلَّذِیۡنَ یُحۡشَرُوۡنَ عَلٰی وُجُوۡہِہِمۡ اِلٰی جَہَنَّمَ ۙ ﴾ ...... الآية (الفرقان 25:34)، حديث: 4760 و صحيح مسلم، صفات المنافقين ......، باب يحشر الكافر على وجهه، حديث: 2806.

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا لا فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ

کہہ دیجیے: بھلا بتاؤ تو! اگر اللہ مجھے اور ان کو جو میرے ساتھ ہیں، ہلاک کر دے یا ہم پر رحم کرے تو کافروں کو دردناک عذاب سے کون پناہ

اَلِیْمٍ ﴿28﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَیْهِ تَوَكَّلْنَا ج فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿29﴾

دے گا؟﴿28﴾ کہہ دیجیے: وہ رحمٰن ہے، ہم اس پر ایمان لائے اور اسی پر ہم نے توکل کیا، چنانچہ تم جلد جان لو گے کہ کون کھلی گمراہی میں ہے﴿29﴾

ع 16/2 2 قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ ﴿30﴾ ع

کہہ دیجیے: بھلا بتاؤ تو! اگر تمھارا (کنوؤں کا) پانی گہرا ہو جائے تو تمھارے پاس جاری پانی کون لائے گا؟﴿30﴾

﴿ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ﴾ ''کہہ دو کہ وہی تو ہے جس نے تمھیں زمین میں پھیلایا۔'' یعنی اس نے تمھیں زمین کے اطراف و اکناف میں بسا دیا اور اس نے تمھاری مختلف زبانیں، مختلف بولیاں، مختلف رنگ، مختلف نقش و نگار اور مختلف شکلیں اور صورتیں بنائیں، ﴿وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿24﴾﴾ ''اور اسی کے روبرو تم جمع کیے جاؤ گے۔'' یعنی اس الگ الگ ہو جانے، بکھر جانے اور منتشر ہو جانے کے بعد تم پھر اسی طرح جمع کیے جاؤ گے جس طرح اس نے تمھیں الگ الگ کیا اور پھر تمھیں اسی طرح دوبارہ پیدا کرے گا جس طرح اس نے پہلی دفعہ پیدا فرمایا تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ کفار جو آخرت کے منکر اور اس کے وقوع پذیر ہونے کو بعید خیال کرتے ہیں، یہ کہتے ہیں: ﴿وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿25﴾﴾ ''اور وہ (کافر) کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ (قیامت کا) وعدہ کب (پورا) ہوگا؟'' یعنی جدا جدا اور الگ الگ ہونے کے بعد دوبارہ جمع ہونا، جس کے بارے میں تم بتا رہے ہو، یہ کب ہوگا؟

﴿قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''کہہ دیجیے: (اس کا) علم تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔'' یعنی اس کے وقت کی تعیین کو تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن اس نے مجھے یہ حکم ضرور دیا ہے کہ میں تمھیں یہ بتا دوں کہ یہ ضرور واقع ہونے والا ہے، لہٰذا اس دن سے ڈرو! ﴿وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿26﴾﴾ ''اور بس میں تو کھول کھول کر ڈرانے والا ہوں۔'' یعنی مجھ پر فرض یہ ہے کہ میں پہنچا دوں اور میں نے اپنے اس فرض کو ادا کر دیا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ ''سو جب وہ اسے قریب سے دیکھ لیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے۔'' یعنی جب قیامت قائم ہو جائے گی اور کفار اس کا مشاہدہ کر لیں گے اور دیکھیں گے کہ اب معاملہ قریب ہے کیونکہ جو چیز آنے والی ہو وہ قریب ہی ہے، خواہ اس کا زمانہ قدرت طویل ہو جائے اور جب وہ امر واقع ہو جائے گا جس کی یہ تکذیب کرتے تھے تو ان کو یہ برا لگے گا کیونکہ انھیں وہاں خرابی معلوم ہو رہی ہوگی مگر یہ دن ان کا احاطہ کرے گا اور اللہ کا وہ امر آ پہنچے گا جس کا ان کے دلوں میں خیال بھی نہ تھا اور نہ اس کے حساب ہی کے لیے یہ تیار تھے، ﴿وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ ○ وَبَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ○﴾ (الزمر 39:47,48) ''اور ان پر اللہ کی طرف سے وہ امر ظاہر ہو جائے گا جس کا ان کو خیال بھی نہ تھا اور ان کے اعمال کی برائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی اور جس (عذاب) کی وہ ہنسی اڑاتے تھے وہ انھیں آ گھیرے گا۔'' اسی وجہ سے زجر و توبیخ کے طور پر ان سے کہا جائے گا: ﴿هٰذَا الَّذِیْ

﴿ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴾ ”یہ وہی ہے جس کے تم خواست گار تھے۔“ یعنی جس کے جلد وقوع پذیر ہونے کا تم مطالبہ کیا کرتے تھے۔

تفسیر آیات:28-30

موت سے عبرت حاصل کرنا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ قُلْ ﴾ ”کہہ دیجیے (اے محمد ﷺ!)“ اللہ کے ساتھ ان شرک کرنے والوں اور اس کی نعمتوں کا انکار کرنے والوں سے: ﴿ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ ”بھلا دیکھو تو! اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر مہربانی کرے تو کون ہے جو کافروں کو دکھ دینے والے عذاب سے پناہ دے؟“ یعنی تم اپنی نجات کی فکر کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ اور اس کے دین کی طرف رجوع کے سوا اور کوئی چیز تمھیں اللہ تعالیٰ سے بچا نہ سکے گی اور تم ہمارے لیے جو عذاب اور سزا کی تمنا کرتے ہو یہ تمھارے کچھ کام نہ آسکے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں، خواہ عذاب دے یا ہم پر رحم فرمائے، تمھیں اس کی شدید سزا اور اس دکھ درد دینے والے عذاب سے جو تم پر واقع ہونے والا ہے، کوئی نہیں بچا سکے گا، پھر فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ﴾ ”فرما دیجیے کہ وہ (جو اللہ) رحمان (ہے) ہم اسی پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسا رکھتے ہیں۔“ یعنی ہم تو اللہ رب العالمین جو رحمان و رحیم ہے، پر ایمان لاتے اور اپنے تمام امور و معاملات میں اسی کی ذات گرامی پر بھروسا رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ ﴾ (ھود 123:11) ”تو اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسا رکھیں۔“ ﴿ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ”پس تمھیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ صریح گمراہی میں کون ہے؟“ یعنی ہم میں اور تم میں سے کون صریح گمراہی میں مبتلا تھا اور دنیا و آخرت میں اچھا انجام کس کا ہو گا؟

پانی، نعمت الٰہی کی یاد دہانی اور اس کے خشک ہو جانے کا خوف: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر اپنی رحمت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا ﴾ ”کہہ دیجیے: بھلا دیکھو تو! اگر تمھارا پانی (جو تم پیتے ہو اور برتتے ہو) گہرا ہو جائے۔“ یعنی زمین کی گہرائیوں میں چلا جائے تو اسے لوہے کی کدالوں اور مضبوط بازوؤں کے ساتھ بھی نکالا نہ جا سکے۔ اور (یہاں لفظ غور آیا ہے اسی سے) غائر (ہے بمعنی گہرا اور یہ) نابع (جاری ہونے والا) کا متضاد ہوتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴾ ”تو کون ہے جو تمھارے پاس بہتا ہوا (نتھرا) پانی لائے؟“ یعنی ایسا چشمہ جو جاری اور سطح زمین پر رواں دواں ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا چشمہ جاری کرنے کی قدرت نہیں رکھتا، یہ اس کا محض فضل و کرم ہے کہ اس نے تمھارے لیے پانی کے چشمے پیدا فرما کر اپنے بندوں کی تھوڑی یا زیادہ ضرورت کے مطابق ساری دنیا میں جاری و ساری فرما دیے۔

سورۂ ملک کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی۔
فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سُورَۂ قَلَم

یہ مکی سورت ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ① مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ② وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ

نٓ قسم ہے قلم کی اور (اس کی) جو وہ لکھتے ہیں① (اے نبی!) آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں② اور بے شک آپ کے لیے البتہ بے انتہا اجر

مَمْنُوْنٍ ③ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ④ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ⑤ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ⑥

ہے③ اور یقیناً آپ خُلقِ عظیم پر (کاربند) ہیں④ پھر جلد ہی آپ دیکھ لیں گے اور وہ (کفار) بھی دیکھ لیں گے⑤ کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے⑥

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۠ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ⑦

بے شک آپ کا رب ہی اسے بہتر جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا اور وہی بہتر جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو⑦

تفسیر آیات: 1-7

حروف تہجی (مقطعات) کے بارے میں سورۂ بقرہ کے آغاز میں بحث گزر چکی ہے۔ ﴿نٓ﴾ بھی اسی طرح ہے جیسے ﴿صٓ﴾ اور ﴿قٓ﴾ حروف مقطعات ہیں جو بعض سورتوں کے آغاز میں آتے ہیں۔ ان کے بارے میں پہلے گفتگو ہو چکی ہے، لہٰذا یہاں اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔

قلم کی تفسیر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْقَلَمِ﴾ ”قلم کی قسم!“ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد جنس قلم ہے جس کے ساتھ لکھا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۭ﴾ (العلق 96:3-5) ”پڑھیے اور آپ کا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا (اور) انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔“ اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم کھا کر اپنی مخلوق کو اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس پر یہ کس قدر عظیم الشان احسان ہے کہ اس نے لکھنا سکھایا جو تمام علوم کے حصول کا ذریعہ ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَا يَسْطُرُوْنَ ①﴾ ”اور جو وہ (اہل قلم) لکھتے ہیں (اس کی قسم!)“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ جو وہ لکھتے ہیں۔[1] سدی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ فرشتے جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں۔[2] اور کچھ دیگر لوگوں کا کہنا ہے کہ یہاں قلم سے مراد وہ قلم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے بھی پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیر لکھنے کا حکم جاری

① تفسیر الطبری: 23/29. ② تفسیر الماوردی: 60/6.

فرمایا تھا اور یہاں انھوں نے ان احادیث کا حوالہ دیا ہے جن میں اس قلم کا ذکر آیا ہے، مثلاً: امام ابن ابو حاتم نے ولید بن عبادہ بن صامت سے روایت کیا ہے کہ موت کے وقت میرے والد نے مجھے بلایا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:[إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمُ، فَقَالَ لَهُ: اُكْتُبْ، قَالَ: يَارَبِّ! وَمَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اُكْتُبِ الْقَدَرَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى الْأَبَدِ] ''سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اور اس سے کہا کہ لکھ، اس نے عرض کی: اے میرے رب! میں کیا لکھوں؟ فرمایا: تقدیر کو اور جو کچھ ابد تک ہونے والا ہے، اسے لکھ۔''[1] اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے بھی کئی طرق سے روایت کیا ہے۔[2] امام ترمذی نے اسے امام ابوداود طیالسی کے حوالے سے روایت کیا اور اسے غریب قرار دیا ہے۔[3]

نبی ﷺ کی عظمت پر قلم کی قسم: فرمان الٰہی ہے: ﴿مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝﴾ ''(اے محمد!) آپ اپنے پروردگار کے فضل سے دیوانے نہیں ہیں۔'' یعنی الحمد للہ آپ دیوانے نہیں ہیں جس طرح کہ آپ کی قوم کے یہ جاہل لوگ کہتے ہیں جو اس ہدایت اور واضح حق کی تکذیب کرتے ہیں جسے آپ لائے ہیں اور اس سلسلے میں وہ آپ کی نسبت جنون کی طرف کرتے ہیں۔ ﴿وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝﴾ ''اور بلاشبہ آپ کیلیے نہ ختم کیا جانے والا اجر ہے۔'' بلکہ آپ کے لیے تو وہ اجر عظیم اور ثواب جزیل ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا کیونکہ آپ نے اپنے رب کے پیغام کو مخلوق تک پہنچا دیا اور پھر ان کی طرف سے دی جانے والی تکلیفوں پر صبر کیا۔ ﴿غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝﴾ کے معنی غیر مقطوع (ختم نہ ہونے) کے ہیں جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۝﴾ (ھود 108:11) ''یہ (اللہ کا) عطیہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔'' نیز فرمایا: ﴿فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝﴾ (التین 6:95) ''پس ان کے لیے غیر منقطع اجر ہے۔'' یعنی جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝﴾ کے معنی ہیں: بےحد وحساب۔[4] ہم نے جو معنی بیان کیے ہیں وہ بھی یہی ہیں۔

اعلیٰ اخلاق کے عمدہ ترین پیکر: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ تو خلقِ عظیم پر (فائز) ہیں۔'' کی تفسیر میں امام عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ خلق عظیم سے مراد دین عظیم، یعنی اسلام ہے۔[5] امام مجاہد، ابو مالک، سدی اور ربیع بن انس کا بھی یہی قول ہے۔[6] ضحاک اور ابن زید نے بھی یہی فرمایا ہے۔[7]

سعید بن ابوعروبہ نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ سعد بن ہشام نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: کیا آپ قرآن نہیں پڑھتے؟ انھوں نے عرض کی: کیوں نہیں! تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔[8] امام عبدالرزاق نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔[9] امام مسلم نے اسے صحیح میں قتادہ سے مروی طویل حدیث میں بیان کیا ہے۔[10] اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ نے قرآن کے احکام اور قرآن کے امر و نہی

---

① امام ابن ابو حاتم سے ہمیں یہ حدیث نہیں ملی، البتہ اسے امام ابن جریر نے تفسیر الطبری:22,21/29 میں اور امام قرطبی نے تفسیر القرطبی:225/18 میں بیان کیا ہے۔ ② مسند أحمد:317/5. ③ جامع الترمذي، القدر، باب إعظام أمر الإيمان بالقدر، حديث:2155. ④ تفسیر الطبری:23/29. ⑤ تفسیر الطبری:24/29. ⑥ تفسیر الطبری:24/29 و الدر المنثور:390/6. ⑦ تفسیر الطبری:25/29. ⑧ تفسیر الطبری:24/29. ⑨ تفسیر عبدالرزاق:330/3، رقم:3274. ⑩ صحیح مسلم، صلاة المسافرین......، باب جامع صلاة الليل......، حديث:746.

پر اس طرح مکمل طور پر عمل فرمایا کہ آپ اپنی طبعی جبلت کو چھوڑ کر گویا مجسم قرآن بن گئے۔ قرآن نے جس بات کا بھی حکم دیا آپ اسے بجالائے اور قرآن نے جس بات سے بھی روکا آپ نے اس سے مکمل اجتناب فرمایا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو طبعی طور پر خلق عظیم پر پیدا فرمایا اور حیا، جود وسخا، شجاعت و بسالت، عفو وحلم اور ہر خلق جمیل سے سرفراز فرمایا جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دس برس تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل کیا مگر آپ نے اس عرصے میں ایک بار بھی مجھے اف تک نہ کہا اور کسی ایسی چیز کے بارے میں جسے میں نے کیا ہو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ نے یہ کیوں کیا۔ اور نہ کسی ایسی چیز کے بارے میں جسے میں نے نہ کیا ہو، کبھی آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ تم نے کیوں نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے اعتبار سے سب لوگوں سے احسن تھے۔ میں نے حریر و پرنیاں یا کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم ہو اور میں نے کبھی کوئی ایسی کستوری یا عطر نہیں سونگھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پسینے سے زیادہ معطر ہو۔ [1] امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس بھی سب لوگوں سے زیادہ احسن اور آپ کا اخلاق بھی سب سے زیادہ احسن تھا، قامت کے اعتبار سے آپ نہ بہت طویل تھے اور نہ بہت کوتاہ۔ [2] اس مضمون کی احادیث بہت زیادہ ہیں اور امام ابوعیسیٰ ترمذی نے ''کتاب الشمائل'' کے نام سے اس موضوع پر مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے کبھی کسی خادم، عورت یا کسی چیز کو نہیں مارا تھا الّا یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد فرما رہے ہوں، اگر آپ کو دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ کو یہ بات زیادہ پسند تھی کہ ان میں سے زیادہ آسان کو اختیار فرمالیں الّا یہ کہ وہ گناہ کی بات ہو اور اگر گناہ کی بات ہوتی تو پھر آپ گناہ سے سب لوگوں سے زیادہ دور ہوتے تھے، آپ نے کسی بھی شخص سے اپنی ذات کے لیے کبھی کوئی انتقام نہیں لیا تھا الّا یہ کہ کوئی اللہ کی حرمتوں کو توڑتا تو پھر آپ اللہ کے لیے اس سے انتقام لیتے تھے۔ [3] امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ] ''مجھے تو صرف صالح اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث فرمایا گیا ہے۔'' اس حدیث کو بیان کرنے میں امام احمد متفرد ہیں۔ [4]

فرمان الٰہی ہے: ﴿فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ۝٥ بِأَييِّكُمُ الْمَفْتُونُ ۝٦﴾ ''سو عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ (کافر) بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے۔'' یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم!) عنقریب آپ بھی جان لیں گے اور آپ کی مخالفت اور تکذیب کرنے والے بھی یہ جان لیں گے کہ آپ میں اور ان میں سے دیوانہ اور گمراہ کون ہے، یہ اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ

---

[1] صحیح البخاری، الدیات، باب من استعان عبداً أو صبیا، حدیث: 6911 و 6038 و 1973 وصحیح مسلم، الفضائل، باب حسن خلقه ﷺ، حدیث: (51،52)-2309، 2310 و 2330 وجامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی خلق النبی ﷺ، حدیث: 2015 واللفظ له. [2] صحیح البخاری، المناقب، باب صفة النبی ﷺ، حدیث: 3549. [3] مسند أحمد: 232/6 وصحیح البخاری، الحدود، باب إقامة الحدود......، حدیث: 6786. [4] مسند أحمد: 381/2.

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ⑧ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ⑨ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ

تو آپ تکذیب کرنے والوں کی اطاعت نہ کریں⑧ وہ چاہتے ہیں کہ آپ (کچھ) نرم پڑیں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں⑨ اور آپ ہر قسمیں کھانے والے

مَّهِيْنٍ ⑩ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ⑪ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ⑫ عُتُلٍّۭ بَعْدَ

ذلیل کی بات نہ مانیں⑩ جو طعنے دینے والا، انتہائی چغل خور ہے⑪ بھلائی سے روکنے والا، حد سے گزرنے والا، سخت گناہ گار ہے⑫ اجڈ، اس کے

ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ⑬ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ⑭ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ

علاوہ حرام زادہ ہے⑬ اس لیے کہ (وہ) مال اور بیٹوں والا ہے⑭ جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ (یہ)

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ⑮ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ⑯

پہلوں کے افسانے ہیں⑮ ہم جلد اسے (اس کی) سونڈ (ناک) پر داغ لگائیں گے⑯

نے فرمایا ہے: ﴿ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ○﴾ (القمر 26:54) ''عنقریب انھیں کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا خود پسند ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○﴾ (سبا 24:34) ''اور بلاشبہ ہم یا تم البتہ سیدھے رستے پر ہیں یا صریح گمراہی میں ہیں۔'' ابن جریج کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ آپ اور یہ لوگ اسے قیامت کے دن جان لیں گے۔[1] عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ الْمَفْتُوْنُ ﴾ کے معنی مجنون کے ہیں۔[2] امام مجاہد اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے بھی یہی فرمایا ہے۔[3] ﴿ الْمَفْتُوْنُ ﴾ کے معنی تو ظاہر ہیں کہ جو حق سے بہک جائے اور گمراہ ہو جائے اور أيّكم پر با کو اس لیے داخل کیا گیا ہے تا کہ یہ معلوم ہو کہ ﴿ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ⑤﴾ میں تضمین فعل ہے اور عبارت مقدر یوں ہو گی کہ عنقریب آپ بھی جان لیں گے اور وہ بھی جان لیں گے یا یہ کہ عنقریب آپ کو بھی بتا دیا جائے گا اور ان کو بھی کہ دیوانہ کون ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

پھر فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۠ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ⑦﴾ ''بلاشبہ آپ کا پروردگار ہی اسے خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے بھٹک گیا اور وہی ہدایت پانے والوں کو بہتر جانتا ہے۔'' یعنی وہ جانتا ہے کہ تم میں اور ان میں دونوں فریقوں میں سے کون ہدایت یافتہ ہے اور وہ راہ حق سے بہک کر گمراہ ہونے والی جماعت کو بھی خوب جانتا ہے۔

تفسیر آیات: 8-16

تکذیب کرنے والوں کے مغالطوں کو قبول کرنے کی ممانعت: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح ہم نے آپ پر انعام فرمایا اور شرع مستقیم اور خلق عظیم سے نوازا ﴿ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ⑧ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ⑨﴾ ''تو آپ جھٹلانے والوں کا کہنا نہ مانیں، وہ چاہتے ہیں کہ کاش! آپ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم ہو جائیں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر انھیں رخصت دی جائے تو وہ بھی رخصت قبول کر لیں گے۔[4] مجاہد فرماتے ہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں

① تفسیر القرطبی:229/18 و الدر المنثور:390/6. ② الدر المنثور:390/6. ③ تفسیر الطبری: 25/29. ④ تفسیر الطبری:27/29.

کی طرف مائل ہو جائیں اور اس حق کو ترک کر دیں جس پر آپ ہیں۔ ① پھر فرمایا: ﴿ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ﴾ ”اور آپ بہت قسمیں کھانے والے ذلیل کا کہنا نہ مانیں۔“ کاذب اپنی کمزوری اور رسوائی کو چھپانے کے لیے جھوٹی قسموں کا سہارا لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ناموں کی قسمیں موقع بے موقع کھاتا رہتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ مَّهِيْنٍ ﴾ کے معنی کاذب کے ہیں۔ ② فرمان الٰہی: ﴿ هَمَّازٍ ﴾ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما وقتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی غیبت کرنے والے کے ہیں۔ ③ ﴿ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ﴾ ”چغلی کھانے والا“ یعنی وہ جو لوگوں کی چغلی کھاتا، انھیں ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کرتا اور لوگوں میں فساد پھیلانے کے لیے ایک دوسرے کو باتیں بتلاتا ہو، یہ بات تباہ و برباد کر دینے والی ہے۔
صحیح بخاری و مسلم میں مجاہد کی طاؤس اور ان کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا: [إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ] ”بے شک ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب کسی بڑے گناہ کی وجہ سے بھی نہیں ہو رہا۔ ان میں سے ایک تو پیشاب کرتے ہوئے آڑ نہیں کرتا تھا، جبکہ دوسرا چغلی کھاتا تھا۔“ ④ دیگر بہت سے محدثین نے بھی اس حدیث کو اپنی کتابوں میں بہت سی سندوں کے ساتھ مجاہد کے حوالے سے بیان فرمایا ہے۔ ⑤ امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: [لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ] ”چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“ ⑥ اسے ابن ماجہ کے سوا محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ ⑦
فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ ﴾ ”بھلائی سے بہت روکنے والا“ یعنی اس کے ذمے یا اس کے پاس جو مال ہے اس میں وہ بخل سے کام لیتا ہے۔ ﴿ مُعْتَدٍ ﴾ ”حد سے بڑھنے والا“ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جو حلال کیا ہے اسے لینے میں وہ جائز حد سے تجاوز کر جاتا ہے۔ ﴿ اَثِيْمٍ ﴾ ”سخت گناہگار ہے۔“ محرمات کا ارتکاب کرنے والا ہے۔ ﴿ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴾ ”اجڈ، اس کے علاوہ حرام زادہ ہے۔“ اَلْعُتُلّ کے معنی تو بدخو، سخت دل، صحیح سالم مگر مال کو جمع کرنے والا اور بخل کرنے والا کے ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حارثہ بن وہب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ، أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ]

---

① تفسير الطبری:28,27/29. ② تفسير الطبری :28/29. ③ تفسير الطبری:29/29. ④ صحيح البخاری، الوضوء، باب، حديث : 218 وصحيح مسلم، الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول......، حديث:292. ⑤ سنن أبی داود، الطهارة، باب الاستبراء من البول، حديث : 20 وجامع الترمذی، الطهارة، باب ماجاء فی التشديد فی البول، حديث:70 و سنن النسائی، الطهارة، باب التنزه عن البول، حديث: 31 و سنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب التشديد فی البول، حديث: 347. ⑥ مسند أحمد :382/5. ⑦ صحيح البخاری، الأدب، باب مايكره من النميمة، حديث:6056 وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان غلظ تحريم النميمة، حديث:(169)-105 وسنن أبی داود، الأدب، باب فی القتات، حديث:4871 و جامع الترمذی، البروالصلة، باب ماجاء فی النمام، حديث:2026 والسنن الكبرى للنسائی، التفسير، باب سورة القلم:496/6، حديث :11614 .

''کیا میں تمھیں یہ نہ بتاؤں کہ اہل جنت کون ہے؟ (فرمایا:) ہر ضعیف و ناتواں جو اگر اللہ تعالیٰ کو قسم دے دے تو وہ اس کی قسم کو پورا کرے (وہ اہل جنت میں سے ہے اور پھر فرمایا:) کیا میں تمھیں یہ نہ بتاؤں کہ اہل دوزخ کون ہے؟ (فرمایا:) ہر اجڈ، سخت دل اور متکبر (اہل دوزخ میں سے ہے۔)''[1] وکیع کی روایت میں: [كُلُّ جَوَّاظٍ جَعْظَرِيٍّ مُسْتَكْبِرٍ] ''ہر کنجوس اور مال جمع کرنے والا، سخت خو، متکبر ہے۔'' کے الفاظ ہیں۔[2] امام بخاری و مسلم اور ابوداود کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت نے اس حدیث کو امام سفیان ثوری اور شعبہ کے واسطے سے معبد بن خالد سے روایت کیا ہے۔[3] اہلِ لغت لکھتے ہیں کہ جَعْظَرِيٌّ کے معنی سخت خو اور سنگ دل کے ہیں۔ جَوَّاظٍ مال جمع کرنے والے اور بخل کرنے والے کو کہتے ہیں۔ اور زَنِیم کے معنی امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بیان کیے ہیں کہ قریش میں سے ایک شخص تھا جس کے کان کا کچھ حصہ کٹا ہوا تھا جس طرح بکری کا کان کٹا ہوتا ہے۔[4] اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ شخص برائی میں اسی طرح مشہور تھا جس طرح کان کٹی ہوئی بکری دیگر بکریوں میں مشہور ہوتی ہے۔ عربی زبان میں زنیم اس اجنبی شخص کو بھی کہتے ہیں جو کسی قوم میں داخل ہو جائے جیسا کہ ابن جریر اور دیگر کئی ایک ائمہ نے فرمایا ہے۔[5]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿١٤﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٥﴾ ﴾ ''اس لیے کہ وہ مال اور بیٹوں والا ہے۔ جب اس پر ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلے لوگوں کے افسانے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ احسان فرمایا کہ اسے مال اور بیٹوں کی نعمت سے نوازا مگر یہ ان انعامات الٰہی کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کر کے اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ رہا ہے اور آیات الٰہی کے بارے میں اس بدگمانی میں مبتلا ہے کہ یہ جھوٹی ہیں اور اگلے لوگوں کے قصے کہانیوں سے ماخوذ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۙ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۙ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۙ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۙ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۙ كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۭ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۭ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۙ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ ثُمَّ نَظَرَ ۙ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۙ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۙ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۭ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۭ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۚ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۚ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۭ ﴾ (المدثر 74:11-30) ''مجھے اور اسے تنہا چھوڑ دیجیے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔ اور اسے مال کثیر دیا۔ اور (ہر وقت اس کے پاس) حاضر رہنے والے بیٹے دیے۔ اور اس کے لیے خوب فراخی کا سامان کیا، پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں! بلاشبہ یہ ہماری آیتوں سے سخت عناد رکھتا ہے۔ میں اسے

---

[1] مسند أحمد: 306/4. [2] مسند أحمد: 306/4. [3] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴾ (القلم 68:13)، حديث: 4918 و 6657 و صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب النار يدخلها الجبارون.........، حديث: 2853 و سنن أبي داود، الأدب، باب في حسن الخلق، حديث: 4801 و جامع الترمذي، صفة جهنم، باب من هم أهل الجنة ومن هم أهل النار، حديث: 2605 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴾: 497/6، حديث: 11615، و سنن ابن ماجه، الزهد، باب من لا يؤبه له، حديث: 4116. [4] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴾ (القلم 68:13)، حديث: 4917. [5] تفسير الطبري: 32/29.

إِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ إِذْ أَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ (17) وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ (18)

بے شک ہم نے انھیں آزمایا جیسے ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا، جب انھوں نے قسم کھائی کہ البتہ صبح ہوتے ہی اس کے پھل کو ضرور توڑ لیں گے (17)

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ (19) فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ (20) فَتَنَادَوْا

اور وہ ''ان شاء اللہ'' نہیں کہہ رہے تھے (18) تو آپ کے رب کی طرف سے کوئی پھرنے والا (عذاب) اس (باغ) پر پھر گیا، جبکہ وہ سو رہے تھے (19) پھر وہ

مُصْبِحِيْنَ (21) أَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ (22) فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ

(باغ) کٹی کھیتی کی طرح ہو گیا (20) پھر صبح ہوتے ہی انھوں نے ایک دوسرے کو پکارا (21) کہ تم اپنی کھیتی پر صبح سویرے چلو اگر تمھیں پھل توڑنا ہے (22) چنانچہ

يَتَخَافَتُوْنَ (23) أَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ (24) وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ

وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے کہہ رہے تھے (23) کہ آج تمھارے پاس باغ میں کوئی مسکین داخل نہ ہونے پائے (24) اور وہ صبح سویرے (یہ سوچ

قٰدِرِيْنَ (25) فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوْٓا إِنَّا لَضَآلُّوْنَ (26) بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ (27) قَالَ أَوْسَطُهُمْ

کر) لپکتے گئے کہ وہ (مسکینوں کو) روکنے پر قادر ہیں (25) پھر جب انھوں نے باغ دیکھا تو کہا: یقیناً ہم (راستہ) بھول گئے ہیں (26) (نہیں) بلکہ ہم تو محروم

أَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ (28) قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (29) فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

کر دیے گئے ہیں (27) ان کا بہترین کہنے لگا: کیا میں نے تمھیں نہیں کہا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟ (28) انھوں نے کہا: پاک ہے ہمارا رب، بے شک

عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ (30) قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ (31) عَسٰى رَبُّنَآ أَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا

ہم ہی ظالم تھے (29) پھر وہ ایک دوسرے کی طرف منہ کر کے ملامت کرنے لگے (30) (اور) کہنے لگے: ہائے ہم پر افسوس! بے شک ہم ہی سرکش تھے (31)

وقف لازم

مِّنْهَآ إِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ (32) كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا

شاید ہمارا رب بدلے میں اس سے بہتر ہمیں دے، بے شک ہم اپنے رب کی طرف رغبت کرنے والے ہیں (32) اسی طرح ہوتا ہے عذاب۔ اور آخرت

ع 1 33 3

يَعْلَمُوْنَ (33) ع

کا عذاب تو سب سے بڑا ہے۔ کاش! وہ جان لیتے (33)

جلد مشکل چڑھائی چڑھاؤں گا۔ بے شک اس نے غور و فکر کیا اور اندازہ لگایا۔ تو وہ مارا جائے! کیسا اندازہ لگایا؟ پھر وہ مارا جائے! کیسا اندازہ لگایا؟ پھر اس نے دیکھا۔ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بسورا۔ پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔ پھر اس نے کہا: یہ (قرآن) تو صرف جادو ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ یہ تو صرف ایک بشر کا قول ہے۔ میں جلد اسے سقر (جہنم) میں ڈالوں گا۔ اور آپ کیا سمجھے کہ سقر کیا ہے۔ وہ نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی۔ چمڑی جھلسا دینے والی ہے۔ اس پر انیس (فرشتے مقرر) ہیں۔'' اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ (16)﴾ ''ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے۔'' ابن جریر فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم اس کے معاملے کو اس طرح واضح کر دیں گے حتی کہ وہ اسے پہچاننے لگیں گے اور وہ ان سے مخفی نہ رہے گا جس طرح وہ شخص مخفی نہیں رہ سکتا جس کی ناک پر داغ لگا ہوا ہو۔ ① دیگر ائمہ تفسیر نے لکھا ہے کہ

① تفسیر الطبری: 36/29.

﴿ سَنَسِمُهٗ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ہم اس پر جہنمیوں کی علامت لگا دیں گے۔ یعنی قیامت کے دن اس کے چہرے کو کالا سیاہ کر دیں گے۔ یہاں چہرے کے لیے ناک کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ①

تفسیر آیات: 17-33

کفار کی کمائی کے ختم ہو جانے کی مثال: یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کے لیے بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں عظیم رحمت اور جسیم نعمت سے نوازا اور وہ یہ ہے کہ ان کی طرف حضرت محمد ﷺ کی بعثت فرمائی مگر انھوں نے اس رحمت و نعمت کی قدر کرنے کے بجائے، آپ کی تکذیب و تردید کی اور آپ سے جنگ کی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ ﴾ ''یقیناً ہم نے ان لوگوں کی آزمائش کی ہے۔'' ﴿ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ﴾ ''جس طرح ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی۔'' جنت اس باغ کو کہتے ہیں جو مختلف انواع و اقسام کے پھلوں پر مشتمل ہو۔ ﴿ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۝17 ﴾ ''جب انھوں نے قسمیں کھائیں کہ صبح ہوتے ہی وہ اس کا پھل ضرور کاٹ (توڑ) لیں گے۔'' یعنی انھوں نے آپس میں یہ قسمیں کھائیں کہ اس کے پھل کو رات کو ہی توڑ لیں گے تاکہ کسی فقیر اور سوالی کو ان کے بارے میں پتا نہ چلے باغ کا پھل ان پر وافر ہو جائے اور اس میں سے کچھ بھی صدقہ نہ کریں۔ ﴿ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۝18 ﴾ ''اور وہ ان شاء اللہ نہیں کہہ رہے تھے۔'' یعنی انھوں نے قسمیں تو کھائیں مگر ان شاء اللہ نہ کہا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی قسموں کو پورا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآىِٕفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآىِٕمُوْنَ ۝19 ﴾ ''سو وہ ابھی سو ہی رہے تھے کہ آپ کے پروردگار کی طرف سے (راتوں رات) کوئی پھرنے والا (عذاب) اس (باغ) پر پھر گیا۔'' یعنی باغ پر ایک آسمانی آفت ٹوٹ پڑی، ﴿ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۝20 ﴾ ''تو وہ (باغ) ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی ہو۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ باغ کا منظر اس طرح ہو گیا جیسے سیاہ رات ہو۔ ②
امام سفیان ثوری اور سدی فرماتے ہیں کہ وہ کٹی ہوئی کھیتی کے مانند ہو گیا، یعنی چورا چورا اور خشک ہو گیا۔

﴿ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۝21 ﴾ ''پھر صبح ہوتے ہی وہ ایک دوسرے کو پکارنے لگے۔'' یعنی صبح کے وقت انھوں نے ایک دوسرے کو بلانا شروع کیا تاکہ باغ کا پھل توڑنے کے لیے چل پڑیں، ﴿ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝22 ﴾ ''کہ اگر تمھیں (پھل) توڑنا ہے تو اپنی کھیتی پر سویرے ہی جا پہنچو۔'' یعنی اگر تم پھل کاٹنا چاہتے ہو تو جلدی کرو۔ ﴿ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۝23 ﴾ ''پھر وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے کہتے جاتے تھے۔'' یعنی آپس میں سرگوشیاں کرتے چلے جارہے تھے تاکہ کوئی ان کی بات کو سن نہ سکے، پھر اللہ تعالیٰ نے، جو مخفی باتوں اور سرگوشیوں کو بھی جانتا ہے، ہمیں یہ بتایا ہے کہ وہ کیا سرگوشیاں کررہے تھے، فرمایا: ﴿ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۝23 اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۝24 ﴾ ''پھر وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے کہتے جاتے تھے کہ آج یہاں (باغ میں) تمھارے پاس کوئی فقیر ہرگز داخل نہ ہو پائے۔'' یعنی آپس میں ایک دوسرے سے یہ کہہ رہے تھے کہ آج کسی فقیر کو یہ موقع ہی نہ دو کہ وہ تمھارے پاس آسکے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ ﴾ یعنی بڑی قوت و شدت کے ساتھ وہ کوشش کر کے صبح سویرے نکلے، ﴿ قٰدِرِيْنَ ۝25 ﴾ یعنی اس

① تفسیر الطبری:36/29 و تفسیر الماوردی :66/6. ② تفسیر ابن أبی حاتم:3366/10 و تفسیر الطبری :38/29 .

حال میں کہ وہ اپنے وہم وگمان کے مطابق اس باغ پر قدرت رکھنے والے تھے لیکن ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴾ ''پھر جب انھوں نے اس (باغ) کو دیکھا تو کہنے لگے کہ البتہ ہم رستہ بھول گئے ہیں۔'' یعنی جب یہ باغ کے پاس پہنچے اور اس کی وہ حالت دیکھی جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ یہ باغ جو کبھی سرسبز وشاداب اور پھولوں، پھلوں سے لدا پھندا ہوتا تھا، اب تباہ وبرباد ہونے کے بعد کالی سیاہ رات کا منظر پیش کر رہا تھا کہ اب اس میں کوئی چیز بھی تو منفعت بخش باقی نہ رہی تھی جس کی وجہ سے انھیں یہ گمان گزرا کہ شاید وہ راستہ بھول گئے ہیں، اس لیے کہنے لگے: ﴿ اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴾ ''یقیناً ہم رستہ بھول گئے ہیں۔'' یعنی ہم کسی اور راستے پر چل نکلے جس کی وجہ سے غلط جگہ پر آگئے ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے۔ [1] پھر انھوں نے اپنی اس بات سے رجوع کر لیا اور انھیں یقین ہو گیا کہ نہیں یہ وہی جگہ ہے اور کہنے لگے: ﴿ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴾ ''(نہیں) بلکہ ہم (برگشتہ بخت) بے نصیب ہیں۔'' یعنی یہ جگہ تو وہی ہے لیکن ہم ہی محروم وبے نصیب ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالَ اَوْسَطُهُمْ ﴾ ''ایک جوان میں بہترین تھا، بولا۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، محمد بن کعب، ربیع بن انس، ضحاک اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جوان میں سے سب سے زیادہ موزوں اور بہتر تھا، [2] وہ کہنے لگا: ﴿ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴾ ''کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟'' مجاہد، سدی اور ابن جریج کہتے ہیں کہ تم إن شاء اللہ کیوں نہیں کہتے۔ [3] سدی فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں تسبیح ہی إن شاء اللہ کہنا تھی۔ [4] ابن جریر فرماتے ہیں کہ تسبیح یہ ہے کہ کوئی یہ کہے: إن شاء اللہ. [5] یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان میں سے بہتر نے یہ کہا کہ کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو تمھیں عطیہ اور انعام سے نوازا ہے اس پر تم اللہ کی تسبیح اور اس کا شکر ادا کیوں نہیں کرتے، ﴿ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴾ ''(تب) وہ کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار تو پاک ہے، بے شک ہم ہی ظالم تھے۔'' لیکن انھوں نے اطاعت کا اس وقت اظہار کیا جب وہ ان کے لیے نفع بخش نہ تھی اور ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اعتراف کرنے لگے مگر یہ بے سود تھا، اسی لیے انھوں نے کہا: ﴿ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴾ ''بے شک ہم ہی ظالم تھے، پھر وہ ایک دوسرے کی طرف منہ کر کے ملامت کرنے لگے۔'' یعنی ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ انھوں نے کیوں اصرار کیا کہ مسکینوں کو پھل نہ دیا جائے اور اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا بجز اس کے کہ اپنی غلطی اور گناہ کا اعتراف ان الفاظ سے کیا: ﴿ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴾ ''وہ کہنے لگے: ہائے ہماری شامت! بلاشبہ ہم ہی حد سے بڑھ گئے تھے۔'' یعنی ہم ہی نے ظلم، زیادتی اور سرکشی کرتے ہوئے حد سے تجاوز کیا جس کی وجہ سے ہمیں یہ روز بد دیکھنا پڑا۔

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم :3366/10 و تفسیر الطبری :42,41/29. [2] تفسیر الطبری :42/29. [3] تفسیر الطبری :43/29 والدرالمنثور :397/6. [4] تفسیر ابن أبي حاتم :3366/10. [5] تفسیر الطبری :43/29، البتہ تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں ابن جریر رحمہ اللہ کے بجائے ابن جریج سے یہ قول منقول ہے، دیکھیے الدر المنثور :397/6.

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿34﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ ﴿35﴾

بے شک متقین کے لیے ان کے رب کے ہاں نعمت کے باغات ہیں﴿34﴾ کیا پھر ہم مسلمانوں کو مجرموں کے برابر ٹھہرائیں گے؟﴿35﴾ تمھیں کیا ہوا تم کیسے فیصلے

مَا لَكُمْ ۫ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿36﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿37﴾ اِنَّ لَكُمْ فِیْهِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ ﴿38﴾

کرتے ہو؟﴿36﴾ کیا تمھارے پاس کوئی کتاب ہے، جس میں تم پڑھ لیتے ہو؟﴿37﴾ (کہ) یقیناً تمھارے لیے اس (کتاب) میں تمھاری من مانی باتیں ہوں؟﴿38﴾

اَمْ لَكُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿39﴾ سَلْهُمْ اَیُّهُمْ

کیا تم نے ہم سے یوم قیامت تک پہنچنے والی قسمیں لی ہیں کہ بے شک تمھارے لیے وہ ہوگا جو تم فیصلہ کرو گے؟﴿39﴾ ان سے پوچھیے کہ ان میں کون

بِذٰلِكَ زَعِیْمٌ ﴿40﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْیَاْتُوْا بِشُرَكَآىِٕهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ﴿41﴾

اس کا ذمہ لیتا ہے؟﴿40﴾ کیا ان کے کوئی شریک ہیں؟ تو چاہیے کہ وہ اپنے شریک لے آئیں اگر وہ سچے ہیں﴿41﴾

﴿ عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿32﴾ ﴾ ’’امید ہے کہ ہمارا پروردگار اس کے بدلے میں ہمیں اس سے بہتر (باغ) عنایت فرمائے، بلاشبہ ہم اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔‘‘ کہا گیا ہے کہ انھیں رغبت ہوئی کہ اللہ اس کے بدلے دنیا میں انھیں اور باغ عطا فرمادے گا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انھوں نے امید کی کہ اللہ تعالیٰ انھیں آخرت میں اس کا ثواب عطا فرمائے گا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ. بعض سلف نے ذکر کیا ہے کہ ان باغ والوں کا تعلق اہل یمن سے تھا۔ سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ ان کا تعلق ضروان نامی ایک بستی سے تھا جو صنعاء سے چھ میل کی مسافت پر تھی۔[1] بعض نے کہا ہے کہ ان کا تعلق حبشہ سے تھا، ان کے باپ نے بطور وراثت ان کے لیے یہ باغ چھوڑا تھا اور یہ اہل کتاب تھے۔ ان کے باپ کا باغ کے بارے میں اچھا طرز عمل تھا کہ وہ اس سے جو پیداوار حاصل کرتا، اس میں سے کچھ حصہ تو باغ ہی کی اصلاح اور بہتری کے لیے خرچ کر دیتا، ایک سال کے لیے اپنے اہل وعیال کا خرچ رکھ لیتا اور باقی صدقہ کر دیتا تھا۔ جب وہ فوت ہو گیا اور اس کے یہ بیٹے اس کے وارث بنے تو کہنے لگے کہ ہمارا باپ تو احمق تھا کہ وہ باغ کی پیداوار کا ایک حصہ فقیروں پر خرچ کر دیتا تھا، لہٰذا اگر ہم فقیروں کو نہ دیں تو یہ حصہ بھی ہمارے پاس ہی رہ جائے گا، جب انھوں نے فقیروں کو محروم کر دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ان کے ارادے کے برعکس معاملہ کیا اور جو کچھ ان کے پاس تھا راس المال، نفع اور صدقہ سب کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا اور کچھ بھی باقی نہ چھوڑا اور فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ ﴾ ’’(دیکھو!) عذاب یوں ہی ہوتا ہے۔‘‘ یعنی اس طرح اسے عذاب سے دوچار کر دیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرے، اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال میں بخل سے کام لے، مسکینوں، فقیروں اور محتاجوں کے حق کو ادا نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے بجائے کفران نعمت کی روش کو اختیار کرے۔ ﴿ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿33﴾ ﴾ ’’اور آخرت کا عذاب (اس سے) کہیں بڑا ہے، کاش! یہ لوگ جانتے ہوتے۔‘‘ یعنی جیسا کہ تم نے سن لیا کہ یہ تو دنیا کی سزا ہے اور باقی رہا آخرت کا عذاب تو وہ اس سے کہیں بڑھ کر سخت ہوگا۔

[1] تفسیر الطبری: 38/29.

یَوۡمَ یُکۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ وَّیُدۡعَوۡنَ اِلَی السُّجُوۡدِ فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ ﴿42﴾ خَاشِعَۃً اَبۡصَارُہُمۡ

جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور انھیں سجدے کے لیے بلایا جائے گا تو وہ (سجدہ) نہ کر سکیں گے ﴿42﴾ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، ان پر

تَرۡہَقُہُمۡ ذِلَّۃٌ ؕ وَ قَدۡ کَانُوۡا یُدۡعَوۡنَ اِلَی السُّجُوۡدِ وَ ہُمۡ سٰلِمُوۡنَ ﴿43﴾ فَذَرۡنِیۡ وَ مَنۡ

ذلت چھا رہی ہو گی۔ اور تحقیق (دنیا میں) انھیں سجدے کے لیے بلایا جاتا تھا جب کہ وہ صحیح سالم تھے ﴿43﴾ لہٰذا چھوڑ دیجیے مجھے اور اس کو جو اس

یُّکَذِّبُ بِہٰذَا الۡحَدِیۡثِ ؕ سَنَسۡتَدۡرِجُہُمۡ مِّنۡ حَیۡثُ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿44﴾ وَ اُمۡلِیۡ لَہُمۡ ؕ اِنَّ

حدیث (قرآن) کو جھٹلاتا ہے، ہم انھیں آہستہ آہستہ (تباہی کی طرف) لے جائیں گے اس طرح کہ انھیں علم تک نہ ہوگا ﴿44﴾ اور میں انھیں ڈھیل دیتا ہوں،

کَیۡدِیۡ مَتِیۡنٌ ﴿45﴾ اَمۡ تَسۡـَٔلُہُمۡ اَجۡرًا فَہُمۡ مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُوۡنَ ﴿46﴾ اَمۡ عِنۡدَہُمُ

بے شک میری تدبیر انتہائی پختہ ہے ﴿45﴾ (اے نبی!) کیا آپ ان سے اجر مانگتے ہیں جو وہ چٹی کے بوجھ سے دبے جا رہے ہیں؟ ﴿46﴾ کیا ان کے پاس

الۡغَیۡبُ فَہُمۡ یَکۡتُبُوۡنَ ﴿47﴾

(علمِ) غیب ہے تو وہ (اس سے) لکھ لاتے ہیں؟ ﴿47﴾

تفسیر آیات: 34-41

فرماں بردار اور مجرم برابر نہیں: جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان دنیوی باغ والوں کا ذکر کیا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا تو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ سے ڈرے اور اس کی اطاعت بجالائے تو اسے آخرت میں نعمتوں سے بھرپور ایسے باغات ملیں گے جو کبھی نہ تباہ و برباد ہوں گے اور نہ اس کی ابدی و سرمدی نعمتیں ہی کبھی زوال پذیر ہوں گی، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ کَالۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿35﴾ ﴾ ”کیا پھر ہم فرماں برداروں کو مجرموں کی طرح (نعمتوں سے محروم) کر دیں گے؟“ یعنی کیا جزا و سزا کے اعتبار سے ہم دونوں سے یکساں سلوک کریں گے؟ زمین و آسمان کے رب کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہوگا، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ مَا لَکُمۡ ۟ وقفة کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ ﴿36﴾ ﴾ ”تمھیں کیا ہو گیا ہے تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟“ یعنی تم یہ کس طرح گمان کرتے ہو؟ پھر فرمایا: ﴿ اَمۡ لَکُمۡ کِتٰبٌ فِیۡہِ تَدۡرُسُوۡنَ ﴿37﴾ اِنَّ لَکُمۡ فِیۡہِ لَمَا تَخَیَّرُوۡنَ ﴿38﴾ ﴾ ”یا تمھارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم (یہ) پڑھتے ہو کہ بلاشبہ اس میں تمھارے لیے وہ ہے جسے تم بہتر سمجھتے ہو؟“ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا تمھارے ہاتھوں میں آسمان سے نازل ہونے والی کوئی ایسی کتاب ہے جسے تم پڑھتے ہو، یاد رکھتے ہو اور جو خلف کے سلف سے نقل کرنے کی وجہ سے تمھارے ہاں متداول ہو اور اس میں اس طرح کی باتیں لکھی ہوں جن کا تم دعویٰ کرتے ہو؟ ﴿ اَمۡ لَکُمۡ اَیۡمَانٌ عَلَیۡنَا بَالِغَۃٌ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ۙ اِنَّ لَکُمۡ لَمَا تَحۡکُمُوۡنَ ﴿39﴾ ﴾ ”یا تم نے ہم سے یوم قیامت تک پہنچنے والی قسمیں لے رکھی ہیں؟ (کہ) یقیناً تمھارے لیے وہ ہوگا جو تم فیصلہ کرو گے۔“ یعنی کیا تمھارے پاس ہماری طرف سے کیے ہوئے عہد و پیمان موجود ہیں کہ تم جو ارادہ اور خواہش بھی کرو گے وہ تمھیں ضرور حاصل ہو کر رہے گی؟ ﴿ سَلۡہُمۡ اَیُّہُمۡ بِذٰلِکَ زَعِیۡمٌ ﴿40﴾ ﴾ ”اُن سے پوچھیے کہ ان میں سے کون اس (بات) کا ذمہ لیتا ہے؟“ یعنی آپ ان سے یہ کہیں کہ اس کا ذمہ دار کون ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا کفیل

کون ہے۔ ① ﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ﴾ ”یا ان کے لیے (ہمارے) کوئی شریک ہیں؟“ یعنی بت یا دیگر شریک، ﴿ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴾ ”اگر وہ سچے ہیں تو چاہیے کہ اپنے شریک لے آئیں۔“

تفسیر آیات:42-47

قیامت کے دن کی ہولناکی: جب اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا: ﴿ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴾ (القلم 34:68) ”بے شک متقین کے لیے ان کے رب کے ہاں نعمت کے باغات ہیں۔“ تو یہ بیان کرتے ہوئے کہ یہ کب ہوگا، فرمایا: ﴿ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴾ ”جس دن پنڈلی سے کھول دیا جائے گا اور انھیں سجدے کے لیے بلایا جائے گا تو وہ (سجدہ) نہ کرسکیں گے۔“ یعنی یہ قیامت کے دن ہوگا جس دن بڑی ہولناکیاں، بڑے زلزلے، بڑے ابتلا و امتحان اور بڑے بڑے امور وقوع پذیر ہوں گے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا: [يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهِ، فَيَسْجُدُ لَهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ، وَّيَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ فِي الدُّنْيَا رِيَاءً وَّسُمْعَةً، فَيَذْهَبُ لِيَسْجُدَ، فَيَعُودُ ظَهْرُهُ طَبَقًا وَّاحِدًا] ”ہمارا رب اپنی پنڈلی سے پردہ اٹھائے گا تو ہر مومن مرد و عورت اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے اور صرف وہ باقی رہ جائے گا جو دنیا میں ریاکاری اور شہرت کے لیے سجدہ کیا کرتا تھا، چنانچہ وہ جب سجدہ کرنا چاہے گا تو اس کی پشت ایک سخت تختے کی طرح ہو جائے گی۔“ یہ حدیث صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں بہت سی سندوں اور مختلف الفاظ سے مروی ہے اور یہ ایک طویل اور مشہور حدیث ہے۔ ②

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ﴾ ”ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی (اور) ان پر ذلت چھا رہی ہوگی۔“ یعنی دنیا میں انھوں نے جو جرم اور تکبر کیا تو آخرت میں ان کے اس عمل کے الٹ ان سے معاملہ کیا جائے گا اور دنیا میں انھیں جب اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے کا کہا گیا تو انھوں نے صحت و سلامتی کے باوجود اس سے انکار کیا، اب آخرت میں انھیں یہ سزا دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کر ہی نہیں سکیں گے۔ جب اللہ رب ذوالجلال تجلی فرمائے گا تو مومن اپنے رب تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے مگر کسی کافر و منافق کو اس وقت سجدہ کرنے کی طاقت ہی نہ ہوگی کیونکہ ان کی پشتیں اس وقت تختوں کی طرح سخت ہو جائیں گی۔ جب بھی ان میں سے کوئی سجدہ کرنا چاہے گا تو وہ سجدے کی حالت کے برعکس اپنی گدی کے بل پیچھے کی طرف گر جائے گا جس طرح کہ دنیا میں ان کا عمل مومنوں کے عمل کے برعکس تھا۔

قرآن کی تکذیب کرنے والے کے لیے وعید: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ﴾ ”پس مجھے چھوڑ دیجیے اور اسے جو اس حدیث (قرآن) کو جھٹلاتا ہے۔“ حدیث سے مراد قرآن مجید ہے اور یہ بہت شدید وعید ہے، یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے اور اسے چھوڑ دو (تاکہ میں اس سے سمجھ لوں) یہ میں ہی جانتا ہوں کہ میں نے اسے اس کی

① تفسير الطبرى :45/29. ② صحيح البخارى، التفسير، باب: ﴿ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ ﴾ (القلم42:68)، حديث: 4919 و صحيح مسلم، الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية، حديث :183 .

سرکشی کے باوجود کس طرح مہلت اور ڈھیل دے رکھی ہے اور پھر میں اسے اس طرح پکڑوں گا جس طرح غالب اور قوت والا پکڑتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''ہم انھیں اس طرح آہستہ آہستہ (تباہی کی طرف) لے جائیں گے کہ انھیں خبر بھی نہ ہوگی۔'' یعنی انھیں اس بات کا شعور بھی نہیں ہوگا، وہ سمجھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی عزت افزائی ہو رہی ہے، حالانکہ حقیقت میں ان کی توہین و تذلیل کی جا رہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝﴾ (المؤمنون 23:55,56) ''کیا وہ سمجھتے ہیں کہ بے شک ہم جو بھی ان کے مال اور اولاد میں اضافہ کیے جا رہے ہیں، تو کیا ہم ان کے لیے بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں؟ (نہیں) بلکہ وہ (اصل حقیقت کا) شعور نہیں رکھتے۔'' اور فرمایا: ﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓي اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝﴾ (الأنعام 6:44) ''پھر جب انھوں نے اس نصیحت کو، جو انھیں کی گئی تھی فراموش کر دیا تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے یہاں تک کہ جب ان چیزوں سے، جو ان کو دی گئی تھیں، اترانے لگے تو ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا، پھر وہ (اس وقت) مایوس ہو کر رہ گئے۔'' اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴾ ''اور میں انھیں مہلت دیے جاتا ہوں، بلاشبہ میری تدبیر بہت قوی ہے۔'' یعنی میں انھیں جو مہلت اور ڈھیل دے رہا ہوں تو یہ بھی ان کے ساتھ میری ایک تدبیر ہے۔ اور اس کے خلاف تو میری تدبیر بہت قوی ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرے، میرے رسولوں کی تکذیب کرے اور میری معصیت و نافرمانی کی جرأت کرے۔

صحیح بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتّٰى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝﴾ (هود 11:102)] ''بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیے رکھتا ہے حتی کہ جب اسے پکڑتا ہے تو پھر اسے نہیں چھوڑتا، پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ''اور (اے نبی!) آپ کے رب کی پکڑ ایسی ہی ہے جب وہ بستیوں کو پکڑا کرتا ہے جبکہ وہ ظالم ہوتی ہیں۔ بے شک اس کی پکڑ بہت سخت (اور) درد دینے والی ہے۔''[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَمْ تَسْـَٔــلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴾

''(اے نبی ﷺ!) یا آپ ان سے کوئی اجر مانگتے ہیں کہ وہ تاوان (کی وجہ) سے بوجھل ہو گئے ہیں یا ان کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ (اسے) لکھتے جاتے ہیں۔'' ان دو آیتوں کی تفسیر سورۂ طور میں بیان کی جا چکی ہے۔[2] ان آیات کے معنی یہ ہیں کہ اے محمد (ﷺ!) آپ انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ان سے اس کا کچھ اجر نہیں مانگتے بلکہ آپ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتے ہیں۔ اور آپ جس دین و شریعت کو لے کر آئے ہیں یہ لوگ محض جہالت، کفر اور عناد کی وجہ سے اس کی تکذیب کر رہے ہیں۔

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى﴾ (هود11:102)، حديث:4686 و صحيح مسلم، البر والصلة......، باب تحريم الظلم، حديث:2583. [2] دیکھیے الطور 52، آیات:40,41 کے ذیل میں۔

وقف لازم

فَاصۡبِرۡ لِحُکۡمِ رَبِّکَ وَ لَا تَکُنۡ کَصَاحِبِ الۡحُوۡتِ ۘ اِذۡ نَادٰی وَ ہُوَ مَکۡظُوۡمٌ ﴿48﴾ لَوۡ لَاۤ اَنۡ تَدٰرَکَہٗ

چنانچہ آپ اپنے رب کے حکم کے لیے صبر کریں اور مچھلی والے (یونس) کی طرح نہ ہوں، جب اس نے (اللہ کو) پکارا تھا جبکہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا﴿48﴾ اگر اس

نِعۡمَۃٌ مِّنۡ رَّبِّہٖ لَنُبِذَ بِالۡعَرَآءِ وَ ہُوَ مَذۡمُوۡمٌ ﴿49﴾ فَاجۡتَبٰہُ رَبُّہٗ فَجَعَلَہٗ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿50﴾

کے رب کا احسان اسے نہ سنبھالتا تو وہ چٹیل میدان میں پھینکا جاتا جبکہ وہ مذموم ہوتا﴿49﴾ پھر اس کے رب نے اسے نوازا اور اس کو صالحین میں شامل کیا﴿50﴾

وَ اِنۡ یَّکَادُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَیُزۡلِقُوۡنَکَ بِاَبۡصَارِہِمۡ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکۡرَ وَ یَقُوۡلُوۡنَ اِنَّہٗ

اور بلاشبہ قریب ہے کہ کافر (لوگ) اپنی (بری) نظروں سے آپ کو پھسلا دیں گے جب وہ (یہ) ذکر (قرآن) سنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بے شک وہ تو

لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿51﴾ وَ مَا ہُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿52﴾ ع

یقیناً دیوانہ ہے﴿51﴾ اور یہ (قرآن) تو سب جہانوں کے لیے نصیحت ہے ﴿52﴾

تفسیر آیات:48-52

صبر کرنے اور یونس علیہ السلام کی طرح جلدی نہ کرنے کا حکم: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَاصۡبِرۡ﴾ ''آپ صبر کیجیے'' اے محمد (ﷺ!) آپ اپنی قوم کی ایذا اور تکذیب پر صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان پر غلبہ عطا فرمائے گا اور دنیا و آخرت میں عاقبت آپ کی اور آپ کے پیروکاروں ہی کی اچھی ہوگی۔ ﴿وَ لَا تَکُنۡ کَصَاحِبِ الۡحُوۡتِ﴾ ''اور مچھلی والے (یونس) کی طرح نہ ہونا۔'' یعنی یونس بن متی علیہ السلام کی طرح جو اپنی قوم سے ناراض ہو کر چل دیے تھے اور سمندر میں جب سفر اختیار کیا تو مچھلی نے انھیں نگل لیا اور وہ انھیں سمندروں کی تہوں اور تاریکیوں میں لے گئی تو وہاں انھوں نے سنا کہ سمندر بھی اس بلند و بالا اور قادر و قدیر ذات گرامی کی تسبیح بیان کر رہا ہے کہ جس کی تقدیر کو کوئی ٹال نہیں سکتا تو انھوں نے بھی سمندر کے اندھیروں میں اپنے رب کو پکارا: ﴿اَنۡ لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَکَ ٭ۖ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿ۚ﴾﴾ (الأنبیآء 87:21) ''کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے (اور) بے شک میں ہی ظالموں میں سے ہوں۔'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَاسۡتَجَبۡنَا لَہٗ ۙ وَ نَجَّیۡنٰہُ مِنَ الۡغَمِّ ؕ وَ کَذٰلِکَ نُــۨۡجِی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾ (الأنبیآء 88:21) ''چنانچہ ہم نے اس کی دعا قبول کر لی اور اسے غم سے نجات بخشی اور ایمان والوں کو ہم اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَلَوۡ لَاۤ اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الۡمُسَبِّحِیۡنَ ﴿۱۴۳﴾ۙ لَلَبِثَ فِیۡ بَطۡنِہٖۤ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿۱۴۴﴾ۚ﴾ (الصّٰفّٰت 144,143:37) ''پھر اگر (یہ بات) نہ ہوتی کہ بے شک وہ تسبیح کرنے والوں میں سے تھا۔ تو وہ لوگوں کے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے کے دن (روز قیامت) تک اسی (مچھلی) کے پیٹ میں رہتا۔'' اور یہاں یہ فرمایا ہے: ﴿اِذۡ نَادٰی وَ ہُوَ مَکۡظُوۡمٌ ﴿48﴾﴾ ''جب اس نے (اللہ کو) اس حال میں پکارا کہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور سدی فرماتے ہیں کہ ﴿مَکۡظُوۡمٌ ﴿48﴾﴾ کے معنی مغموم کے ہیں۔[1] اسی لیے فرمایا: ﴿فَاجۡتَبٰہُ رَبُّہٗ فَجَعَلَہٗ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿50﴾﴾ ''پس اس کے پروردگار نے اسے چن لیا، پھر اس کو (دوبارہ) نیکوکاروں میں سے کر دیا۔'' امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا یَنۡبَغِي لِأَحَدٍ أَنۡ یَّقُولَ: أَنَا خَیۡرٌ مِّنۡ یُّونُسَ بۡنِ مَتّٰی] ''کسی کو یہ بات

[1] تفسیر الطبری: 55,54/29.

زیب نہیں دیتی کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔"[1] اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے سفیان ثوری کے حوالے سے روایت کیا ہے۔[2] صحیحین میں یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔[3]

نظر کا لگ جانا حق ہے: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ ﴾ "اور بلاشبہ قریب ہے کہ کافر (لوگ) اپنی (بری) نگاہوں سے آپ کو پھسلا دیں گے۔" کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ لَیُزْلِقُوْنَكَ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ آپ کو پھسلا دیں گے۔[4] یعنی آپ کو نظر لگا دیں گے اور بغض کی وجہ سے یہ لوگ آپ سے حسد کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ آپ کی حمایت اور حفاظت فرما رہا ہے۔ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نظر لگنا اور اس کا اثر انداز ہونا حق ہے جیسا کہ مختلف سندوں سے مروی بہت سی احادیث سے بھی یہ ثابت ہے جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

حدیث بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ: امام ابوعبداللہ ابن ماجہ نے حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا رُقْیَةَ إِلَّا مِنْ عَیْنٍ أَوْ حُمَةٍ] "دم صرف نظر لگنے یا بخار سے کیا جاتا ہے۔"[5] امام مسلم نے اس حدیث کو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے اور اس میں ایک قصہ بھی بیان کیا گیا ہے۔[6] اسی طرح امام ترمذی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔[7] امام بخاری، ابوداود اور ترمذی نے اس حدیث کو عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے انھی الفاظ کے ساتھ موقوفاً روایت کیا ہے۔[8]

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث: امام مسلم نے صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [اَلْعَیْنُ حَقٌّ وَّلَوْ کَانَ شَیْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ سَبَقَتْهُ الْعَیْنُ، وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوا] "نظر لگنا برحق ہے، اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جاسکتی ہوتی تو نظر سبقت لے جاتی اور جب تم سے غسل کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو غسل کر دیا کرو۔"[9] اس حدیث کو صرف امام مسلم نے بیان فرمایا ہے، امام بخاری نے نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حسن و حسین کو یہ دم کیا کرتے تھے: [أُعِیذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ، مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّهَامَّةٍ، وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَّامَّةٍ] "میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے کلمات تام کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان، زہریلے جاندار سے اور ہر لگنے والی نظر بد (کے شر)

---

(1) مسند أحمد :390/1. (2) صحیح البخاري، أحادیث الأنبیاء، باب قول اللّٰه تعالٰی: ﴿ وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ ...... ﴾ (الصّٰفّٰت 37:139-142)، حدیث:3412. (3) صحیح البخاري، أحادیث الأنبیاء، باب قول اللّٰه تعالٰی: ﴿ وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ ...... ﴾ (الصّٰفّٰت37:139-142)، حدیث:3413و3416و3395 و صحیح مسلم، الفضائل، باب في ذکر یونس علیه السلام......، حدیث:2376, 2377 صحیحین میں یہ حدیث ابن عباس سے بھی مروی ہے۔ (4) تفسیر الطبري :56/29.
(5) سنن ابن ماجه، الطب، باب مارخص فیه من الرقی، حدیث :3513. (6) صحیح مسلم، الإیمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة......، حدیث :220. (7) جامع الترمذي، الطب، باب ماجاء في الرخصة في ذلك، حدیث :2057.
(8) صحیح البخاري، الطب، باب من اکتوی أو کوی غیره......، حدیث:5705 وسنن أبي داود، الطب، باب في تعلیق التمائم، حدیث :3884 وجامع الترمذي، الطب، باب ماجاء في الرخصة في ذلك، حدیث:2057، امام ابوداود اور ترمذی نے اس روایت کو مرفوعاً روایت کیا ہے۔ واللّٰه تعالٰی أعلم . (9) صحیح مسلم، السلام، باب الطب والمرض و الرقی، حدیث :2188.

سے۔‘‘ آپ نے فرمایا: [هٰكَذَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يُعَوِّذُ إِسْحَاقَ وَإِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ] ’’حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق واسماعیل علیہما السلام کو بھی اسی طرح دم کیا کرتے تھے۔‘‘ اس حدیث کو امام بخاری اور اہل سنن نے بیان فرمایا ہے۔ ①

حدیث ابوامامہ اسعد بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ: امام ابن ماجہ نے ابوامامہ (اسعد) بن حنیف سے روایت کیا ہے کہ عامر بن ربیعہ کا سہل بن حنیف کے پاس سے گزر ہوا جبکہ وہ غسل کر رہے تھے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے اس طرح کا بدن تو کسی پردہ نشین عورت کا بھی نہیں دیکھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی سہل بے ہوش ہو کر گر پڑے، انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! سہل کی خبر لیجیے یہ بے ہوش ہو گئے ہیں، آپ نے فرمایا: [مَنْ تَتَّهِمُونَ بِهِ؟] ’’تم کس پر الزام لگاتے ہو؟‘‘ تو انھوں نے کہا کہ عامر بن ربیعہ پر، آپ نے فرمایا: [عَلَامَ يَقْتُلُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ؟ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مِّنْ أَخِيهِ مَا يُعْجِبُهُ، فَلْيَدْعُ لَهُ بِالْبَرَكَةِ] ’’تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے؟ جب تم میں سے کسی کو اپنے بھائی کی کوئی بات اچھی لگے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے لیے برکت کی دعا کرے۔‘‘ پھر آپ نے پانی منگوایا اور عامر کو حکم دیا کہ وہ وضو کرے اور اپنے چہرے کو دھوئے اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوئے اور اپنے گھٹنوں کو اور تہبند کے اندر والے جسم کو دھو ڈالے اور پھر حکم دیا کہ اس پانی کو سہل پر ڈالو۔ سفیان نے کہا کہ معمر نے زہری سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حکم دیا کہ برتن کو اس کے پیچھے سے اس پر انڈیلے۔ ② امام نسائی نے بھی کئی سندوں کے ساتھ ابوامامہ سے یہ روایت کیا ہے کہ وہ برتن کو اس کے پیچھے سے اس پر انڈیلے۔ ③

حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ: امام ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنوں کی نظروں سے پناہ مانگا کرتے تھے، پھر انسانوں کی نظروں سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ جب معوذتین نازل ہوئیں تو آپ نے ان دونوں سورتوں کو لے لیا اور ان کے سوا دیگر اشیاء کو ترک کر دیا۔ ④ اسے امام ترمذی ونسائی نے بھی روایت کیا اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ ⑤

ایک دوسری حدیث: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی: اے محمد! کیا آپ بیمار ہیں؟ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ] ’’ہاں‘‘ تو انھوں نے آپ کو یہ دم کیا: [بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُّؤْذِيكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ وَّعَيْنٍ، (اَللّٰهُ) يَشْفِيكَ، بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ] ’’اللہ کے نام کے ساتھ میں تجھے دم کرتا ہوں،

---

① صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: 10، حديث: 3371 و سنن أبي داود، السنة، باب في القرآن، حديث: 4737 و جامع الترمذي، الطب، باب كيف يعوذ الصبيان، حديث: 2060 و اللفظ له والسنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب ذكر ماكان إبراهيم يعوذبه......: 250/6، حديث: 10844 وسنن ابن ماجه، الطب، باب ماعوّذبه النبي ﷺ......، حديث: 352. ② سنن ابن ماجه، الطب، باب العين، حديث: 3509. ③ السنن الكبرى للنسائي، الطب، باب وضوء العائن: 381/4، حديث: 7617و7619. ④ سنن ابن ماجه، الطب، باب من استرقى من العين، حديث: 3511. ⑤ جامع الترمذي، الطب، باب ماجاء في الرقية بالمعوذتين، حديث: 2058 و سنن النسائي، الاستعاذة، باب الاستعاذة من عين الجان، حديث: 5496.

ہر اس چیز سے جو تجھے تکلیف دے، ہر انسان اور ہر آنکھ کے شر سے اور نظر سے اللہ تجھے شفا دے، میں اللہ کے نام کے ساتھ تجھے دم کرتا ہوں۔'' اسے امام مسلم اور ابوداود کے سوا دیگر اہل سنن نے بھی روایت کیا ہے۔ ① امام احمد رحمہ اللہ ہی نے ابوسعید یا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے تو جبریل آپ کے پاس آئے اور انھوں نے آپ کو یہ دم کیا: [بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ، مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ كُلِّ حَاسِدٍ وَّعَيْنٍ، اَللّٰهُ يَشْفِيكَ] ''اللہ کے نام کے ساتھ میں تجھے دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو تجھے تکلیف دے (اور) ہر حسد کرنے والے اور ہر آنکھ (کے شر) سے بھی (تجھے دم کرتا ہوں) اللہ تجھے شفا بخشے۔'' ②

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [(إِنَّ) الْعَيْنَ حَقٌّ] ''یقیناً نظر لگ جانا برحق ہے۔'' ③ اسے امام بخاری و مسلم نے بھی بیان فرمایا ہے۔ ④ امام ابن ماجہ نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اَلْعَيْنُ حَقٌّ] ''نظر لگ جانا برحق ہے۔'' ⑤ اسے (اپنی سند سے) روایت کرنے میں امام ابن ماجہ متفرد ہیں۔

حدیث اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا: امام احمد رحمہ اللہ نے عبید بن رفاعہ زرقی سے روایت کیا ہے کہ اسماء رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! جعفر کے بیٹوں کو نظر لگ جاتی ہے تو کیا میں انھیں دم کر دیا کروں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [نَعَمْ! فَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ] ''ہاں! اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کر سکتی ہوتی تو نظر سبقت کر جاتی۔'' ⑥ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ⑦ اسے امام ترمذی اور نسائی نے عبدالرزاق از معمر از ایوب از عمرو بن دینار از عروہ بن عامر از عبید بن رفاعہ از اسماء بنت عمیس روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ⑧

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا: امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ وہ نظر لگ جانے کی وجہ سے دم کرا لیا کریں۔ ⑨ اسے امام بخاری اور امام مسلم نے بھی روایت فرمایا ہے۔ ⑩

---

① مسند أحمد: 28/3 و 56/3 قوسین والا لفظ صحيح مسلم، السلام، باب الطب والمرض و الرقى، حديث:2186 کے مطابق ہے۔ و جامع الترمذي، الجنائز، باب ماجاء فى التعوذ للمريض، حديث : 972 و السنن الكبرى للنسائى، عمل اليوم والليلة، باب ذكر ماكان جبريل يعوذ به النبي ﷺ:249/6، حديث:10843 و سنن ابن ماجه، الطب، باب ما عوذ به النبي ﷺ......، حديث:3523. ② مسند أحمد :75/3. ③ مسند أحمد:319/2، البتہ قوسین والا حرف المستدرك للحاكم، معرفة الصحابة، باب ذكر مناقب سهل......:412,411/3، حديث:5742 عن أبي أمامة ﷺ کے مطابق ہے۔ ④ صحيح البخاري، الطب، باب العين حق، حديث :5740 و صحيح مسلم، السلام، باب الطب......، حديث:2187 . ⑤ سنن ابن ماجه، الطب، باب العين، حديث:3507. ⑥ مسند أحمد :438/6. ⑦ جامع الترمذي، الطب، باب ماجاء في الرقية من العين، حديث:2059 و سنن ابن ماجه، الطب، باب من استرقى من العين، حديث:3510. ⑧ جامع الترمذي، الطب، باب ماجاء فى الرقية من العين، حديث : 2059 و السنن الكبرى للنسائى، الطب، باب رقية العين:365/4، حديث:7537. ⑨ سنن ابن ماجه، الطب، باب من استرقى من العين، حديث :3512. ⑩ صحيح البخاري، الطب، باب رقية العين، حديث:5738 و صحيح مسلم، السلام، باب استحباب الرقية من العين......، حديث :2195 .

حدیث سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ: امام احمد رحمہ اللہ نے ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے سفر کے لیے تشریف لے جارہے تھے اور یہ لوگ بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے حتی کہ جب یہ جحفہ کی گھاٹی خرار میں پہنچے تو وہاں سہل بن حنیف نے غسل کیا، سہل گورے رنگ اور خوبصورت جسم اور خوبصورت جلد کے مالک تھے، خاندان بنوعدی بن کعب کے ایک شخص عامر بن ربیعہ نے جب انھیں غسل کرتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ میں نے اس طرح کا کوئی انسان نہیں دیکھا اور آج تک ایسی خوبصورت جلد کسی پردہ نشین عورت کی بھی نہیں دیکھی، اس سے سہل بے ہوش ہوکر گر گئے، انھیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا اور عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! سہل کے بارے میں کوئی تدبیر فرمائیں، اللہ کی قسم! وہ نہ سر اٹھا رہے ہیں اور نہ ہوش میں آرہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: [هَلْ تَتَّهِمُونَ فِيهِ مِنْ أَحَدٍ؟] ''تم ان میں سے کسی ایک پر الزام لگاتے ہو؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: عامر بن ربیعہ نے ان کی طرف دیکھا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے عامر کو بلایا اور ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: [عَلَامَ يَقْتُلُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ؟ هَلَّا إِذَا رَأَيْتَ مَا يُعْجِبُكَ بَرَّكْتَ؟ ثُمَّ قَالَ لَهُ : اِغْتَسِلْ لَهُ] ''تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے؟ جب تمھیں کوئی چیز اچھی لگی تو تم نے برکت کی دعا کیوں نہ کی؟ پھر ان سے فرمایا: ان کے لیے غسل کرو'' تو انھوں نے اپنے چہرے، دونوں ہاتھوں، دونوں کہنیوں، دونوں گھٹنوں، دونوں پاؤں کے کناروں اور تہبند کے اندر والے جسم کو ایک برتن میں دھویا اور پھر اس پانی کو سہل پر انڈیل دیا گیا۔ ایک شخص نے ان کے پیچھے سے اس پانی کو ان کے سر اور پشت پر انڈیلا، پھر برتن کو بھی ان کے پیچھے سے ان پر انڈیل دیا گیا، ایسا کرنے کے بعد سہل بالکل تندرست ہوگئے اور وہ لوگوں کے ساتھ اس طرح چلنے لگ گئے گویا انھیں کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ ①

حدیث عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ: امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں عبداللہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ عامر بن ربیعہ اور سہل بن حنیف غسل کرنے کے لیے نکلے، دونوں تہبند کے لیے کپڑا ڈھونڈ رہے تھے۔ عامر نے جو اونی جبہ پہن رکھا تھا اسے اتارا تو میں نے انھیں نظر لگادی، پھر وہ غسل کے لیے پانی میں اترے تو میں نے پانی میں خرخراہٹ کی آواز سنی، تو میں نے انھیں تین بار بلایا مگر انھوں نے کوئی جواب نہ دیا، میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضری دی اور سارا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ تشریف لائے اور پانی میں داخل ہوگئے گویا میں آپ کی پنڈلیوں کی سفیدی کو دیکھ رہا ہوں، آپ نے اپنے دست مبارک کو ان کے سینے پر مارا اور پھر فرمایا: [اَللّٰهُمَّ ! اِصْرِفْ عَنْهُ حَرَّهَا وَبَرْدَهَا وَوَصَبَهَا] ''اے اللہ! تو اس سے اس کی گرمی، سردی اور تکلیف کو دور فرمادے۔'' اس سے عامر کھڑے ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مِّنْ أَخِيهِ أَوْمِنْ نَّفْسِهِ أَوْمِنْ مَّالِهِ مَا يُعْجِبُهُ فَلْيُبَرِّكْهُ، فَإِنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ] ''جب تم میں سے کسی کو اپنے بھائی سے یا اس کی جان سے یا اس کے مال سے کوئی چیز اچھی لگے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے لیے برکت کی دعا کرے، بے شک نظر لگ جانا برحق ہے۔'' ②

---

① مسند أحمد :487,486/3. ② مسند أحمد :447/3 اس کی سند امیہ بن ہند کی وجہ سے ضعیف ہے، نیز اس کے متن میں وہم بھی ہے کہ نظر عامر رضی اللہ عنہ کو لگی تھی جبکہ صحیح یہ ہے کہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو نظر لگی تھی جیسا کہ قبل ازیں روایت گزر چکی ہے۔ مزید دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد) :468-466/24 والسلسلة الصحيحة :150-148/6، تحت الحديث:2572.

کفار کا اعتراض اور ان کو جواب :فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ تو دیوانہ ہے۔''یعنی یہ لوگ آپ کو آنکھوں سے نظر لگاتے اور اپنی زبانوں سے بھی تکلیف پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص قرآن مجید لانے کی وجہ سے دیوانہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ نہیں آپ دیوانے نہیں ہیں۔اور جہاں تک قرآن کا تعلق ہے تو سن لو کہ ﴿ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِينَ ﴾ ''اور (لوگو!) یہ (قرآن) تو اہلِ عالم کے لیے نصیحت ہے۔''

سورۂ قلم کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

تفسیر سورۂ حاقّہ

یہ مکی سورت ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اَلْحَآقَّةُ ① مَا الْحَآقَّةُ ② وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ③ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ④

ثابت ہونے والی① کیا ہے ثابت ہونے والی؟② اور آپ کو کس نے خبر دی کیا ہے ثابت ہونے والی؟③ ثمود اور عاد نے اس تہلکہ خیز (قیامت) کو

فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ⑤ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ⑥ سَخَّرَهَا

جھٹلایا④ تو جو ثمود تھے وہ انتہائی اونچی خوفناک آواز سے ہلاک کیے گئے⑤ اور جو عاد تھے تو وہ یخ تند و تیز بے قابو آندھی سے ہلاک ہوئے⑥ اللہ نے

عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ

اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن جڑ کاٹنے (فنا کرنے) کے لیے مسلط رکھا، پھر آپ اس قوم کو پچھاڑے (ہلاک کیے) ہوئے دیکھتے ہو گویا وہ کھجور

نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ⑦ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ⑧ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ

کے کھوکھلے تنے ہوں⑦ پھر کیا آپ ان کی کوئی باقیات دیکھتے ہیں؟⑧ اور فرعون اور جو اس سے پہلے تھے اور الٹائی گئی بستیوں والے گناہ کرتے تھے⑨

بِالْخَاطِئَةِ ⑨ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ⑩ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ

پھر انھوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اس (رب) نے انھیں نہایت سخت گرفت میں لے لیا⑩ بے شک جب پانی میں طغیانی آئی تو ہم

فِي الْجَارِيَةِ ⑪ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ⑫

نے تمھیں بہتی ناؤ میں سوار کیا⑪ تاکہ ہم تمھارے لیے اس (فعل) کو نصیحت بنا دیں اور (تاکہ) یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں⑫

تفسیر آیات:1-12

قیامت کی عظمت کی طرف اشارہ: حاقّۃ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعیدیں پوری ہوں گی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ③﴾ ”اور آپ کو کس نے خبر دی (کہ وہ) ثابت ہونے والی کیا ہے؟“

سابقہ امتوں کی ہلاکت کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے اس کی تکذیب کرنے والی امتوں کی ہلاکت و بربادی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ⑤﴾ ”پس ثمود تو حد سے گزرنے والی (خوفناک آواز) سے ہلاک کر دیے گئے۔“ یہ ایک زوردار چیخ تھی جس نے ان کو خاموش کر دیا اور ایسا زلزلہ تھا جس نے انھیں جامد کر دیا۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ طاغیۃ

کے معنی زوردار چیخ کے ہیں۔[1] مجاہد فرماتے ہیں کہ طاغیۃ کے معنی گناہوں کے ہیں۔[2] ربیع بن انس اور ابن زید نے بھی کہا ہے کہ اس کے معنی طغیان وسرکشی کے ہیں۔ ابن زید نے اس کی تائید میں یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿ كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ بِطَغۡوٰىهَآ ۝ ﴾ (الشمس 11:91) ''قوم ثمود نے اپنی سرکشی کی وجہ سے (نبی کو) جھٹلایا۔''[3] ﴿ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهۡلِكُوۡا بِرِيۡحٍ صَرۡصَرٍ ﴾ ''لیکن عاد کا بخ بستہ آندھی سے ستیاناس کر دیا گیا۔'' ریح صرصر کے معنی ٹھنڈی ہوا کے ہیں۔ یہ قول قتادہ، سدی، ربیع بن انس اور ثوری کا ہے۔[4] اور ﴿ عَاتِيَةٍ ۝ ﴾ کے معنی تیز آندھی کے ہیں۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ آندھی ان پر اس طرح چڑھ دوڑی کہ اس نے ان کے دلوں کو ننگا کر دیا۔[5] ضحاک فرماتے ہیں کہ ﴿ صَرۡصَرٍ ﴾ کے معنی سخت ٹھنڈی ہوا کے ہیں، اور ﴿ عَاتِيَةٍ ۝ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ ان پر رحمت وبرکت کے بغیر چڑھ آئی۔[6] علی رضی اللہ عنہ اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر فرماتے ہیں کہ وہ ہوا متعین فرشتوں سے بے قابو ہو گئی اور بغیر حساب کے چلنے لگی۔[7]

﴿ سَخَّرَهَا عَلَيۡهِمۡ ﴾ ''اس (اللہ) نے ان پر اسے مسلط کر دیا تھا'' یعنی اس تیز آندھی کو ان پر مسلط کر دیا۔ ﴿ سَبۡعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوۡمًا ﴾ ''سات راتیں ہیں اور آٹھ دن (ان کی) جڑ کاٹ دینے (فنا کرنے) کے لیے۔'' حضرت ابن مسعود، ابن عباس رضی اللہ عنہم، مجاہد، عکرمہ، ثوری اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ ﴿ حُسُوۡمًا ﴾ کے معنی ہیں مسلسل ومتواتر۔[8] عکرمہ اور ربیع بن خثیم فرماتے ہیں کہ اس کے معنی منحوس کے ہیں[9] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فِيۡۤ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ ﴾ (حٰمٓ السجدة 16:41) ''منحوس (ثابت ہونے والے) دنوں میں۔'' لوگ انھیں اعجاز کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ لوگوں نے گویا یہ نام اس آیت کریمہ سے اخذ کیا ہے: ﴿ فَتَرَى الۡقَوۡمَ فِيۡهَا صَرۡعٰى كَاَنَّهُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِيَةٍ ۝ ﴾ ''چنانچہ آپ لوگوں کو اس میں اس طرح پچھاڑے (مرے) پڑے دیکھتے گویا کہ وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ خَاوِيَةٍ ۝ ﴾ کے معنی ہلاک شدہ کے ہیں۔[10] دیگر ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی بوسیدہ کے ہیں۔ آندھی انھیں زمین پر اس طرح پٹخ دیتی کہ وہ سر کے بل گر کر مر جاتے جس سے ان کا سر پھٹ جاتا اور ان کے جثّے اس طرح بے حس وحرکت زمین پر پڑے تھے گویا وہ کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہوں جن کی ٹہنیاں نہ ہوں اور وہ زمین پر گرے پڑے ہوں۔ صحیحین میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [نُصِرۡتُ بِالصَّبَا، وَأُهۡلِكَتۡ عَادٌ بِالدَّبُورِ] ''بادصبا کے ساتھ میری مدد کی گئی اور عاد کو پچھوائی ہوا کے ساتھ تباہ وبرباد کر دیا گیا تھا۔''[11] ﴿ فَهَلۡ تَرٰى لَهُمۡ مِّنۡۢ بَاقِيَةٍ ۝ ﴾ ''تو آپ ان

---

[1] تفسیر الطبری:60/29. [2] تفسیر الطبری:60/29. [3] تفسیر الطبری:60/29. [4] تفسیر الطبری:128/24 و تفسیر الماوردی:77/6، ملحوظہ: تفسیر ابن کثیر (عربی) کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ ائمہ نے ﴿ عَاتِيَةٍ ۝ ﴾ کے معنی تیز آندھی کے کیے ہیں جبکہ ان ائمہ سے ﴿ صَرۡصَرٍ ﴾ کے معنی ٹھنڈی ہوا کے منقول ہیں۔ [5] تفسیر الطبری:61/29. [6] تفسیر الطبری:62/29. [7] تفسیر الطبری:62/29 والدر المنثور:405/6. [8] تفسیر الطبری:63,62/29. [9] تفسیر الماوردی:77/6 وتفسیر عبدالرزاق:339/3، رقم:3303. [10] الدر المنثور:406/6. [11] صحیح البخاری، الاستسقاء، باب قول النبی ﷺ: [نصرت بالصبا] ، حدیث:1035 وصحیح مسلم، صلاۃ الاستسقاء، باب فی ریح الصبا والدبور، حدیث:900 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ.

میں سے کسی کو بھی باقی دیکھتے ہیں؟''یعنی کیا آپ دیکھتے ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی باقی بچا ہو یا کوئی بھی ایسا ہے جو اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرتا ہو، یعنی وہ سب کے سب تباہ و برباد اور ہلاک کر دیے گئے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا کوئی جانشین بھی باقی نہیں چھوڑا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ ﴾ ''اور ارتکاب کیا تھا فرعون نے اور جو لوگ اس سے پہلے تھے۔'' ﴿ قَبْلَهٗ ﴾ کو قاف کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے، اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جو قبطی کفار اس کے پیروکاروں میں سے اس کے پاس تھے۔ دیگر لوگوں نے اسے قاف کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے تو اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کے ساتھ مشابہت رکھنے والی پہلی امتیں۔ اور فرمان الٰہی: ﴿ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ ﴾ کے معنی ہیں انبیاء کی تکذیب کرنے والی امتیں اور ﴿ بِالْخَاطِئَةِ ۟ ﴾ سے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین و شریعت کی تکذیب مراد ہے۔ ربیع فرماتے ہیں: اس سے مراد معصیت ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد خطائیں ہیں۔[1] اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ ﴾ ''چنانچہ انھوں نے اپنے پروردگار کے پیغمبر کی نافرمانی کی۔'' اس سے نافرمانی کرنے والوں کی جنس کی طرف اشارہ ہے، یعنی ان میں سے ہر ایک نے اپنے رسول کی نافرمانی کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ۝ ﴾ (ق 14:50) ''ان سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو میری وعید بھی پوری ہو کر رہی۔'' اور جس نے ایک رسول کی تکذیب کی تو اس نے گویا تمام رسولوں کی تکذیب کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ۝ ﴾ (الشعرآء 105:26) ''قومِ نوح نے پیغمبروں کی تکذیب کی۔'' ﴿ كَذَّبَتْ عَادُ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ۝ ﴾ (الشعرآء 123:26) ''(قوم) عاد نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا۔'' ﴿ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ ﴾ (الشعرآء 141:26) ''اور (قوم) ثمود نے (بھی) رسولوں کو جھٹلایا۔'' ہر امت کی طرف اگرچہ ایک ہی رسول آیا لیکن یہاں بیان یہ کیا گیا کہ انھوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا، اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝ ﴾ ''چنانچہ انھوں نے اپنے پروردگار کے پیغمبر کی نافرمانی کی تو اس (اللہ) نے بھی انھیں بڑا سخت پکڑا۔'' یعنی انھیں بہت عظیم، شدید اور دردناک انداز میں پکڑا۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ رَّابِيَةً ۝ ﴾ کے معنی شدید کے ہیں۔[2] سدی فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے انھیں خوفناک اور مہلک انداز میں پکڑا۔[3]

کشتی کی نعمت کی یاددہانی: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ ﴾ ''بلاشبہ ہم نے، جب پانی طغیانی پر آیا......'' یعنی جب پانی اللہ کے حکم سے حد سے زیادہ اور وجود سے اونچا ہو گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ ﴿ طَغَا الْمَآءُ ﴾ کے معنی ہیں کہ پانی زیادہ ہو گیا۔[4] اور یہ نوح علیہ السلام کی اس وقت اپنی قوم کے بارے میں بددعا کے سبب تھا جب قوم نے ان کی تکذیب اور مخالفت کی اور انھوں نے غیر اللہ کی پرستش شروع کر دی تھی تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا اور تمام اہل زمین طوفان کی لپیٹ میں آ گئے اور اس سے صرف وہ لوگ بچے جو نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے۔ اب تمام لوگ حضرت نوح اور ان کی اولاد ہی کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اپنے اس

---

[1] تفسیر الطبری :66/29. [2] تفسیر الطبری :66/29. [3] تفسیر الماوردی :79/6. [4] تفسیر الطبری :67/29.

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ⑬ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ⑭

پھر جب صور میں ایک ہی بار پھونک ماری جائے گی⑬ اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر ایک ہی چوٹ سے ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے⑭

فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ⑮ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ⑯ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى

تو اس دن واقع ہونے والی (قیامت) واقع ہوگی⑮ اور آسمان پھٹ جائے گا، تو وہ اس دن بودا ہوگا⑯ اور فرشتے اس کے

اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ⑰ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى

کناروں پر ہوں گے، اور اس دن آٹھ (فرشتے) آپ کے رب کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے⑰ اس دن تمھاری پیشی ہوگی اور تمھارا

مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ⑱

کوئی راز خفیہ نہ رہے گا⑱

احسان کو جتلاتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ⑪ ﴾ ''بلاشبہ جب پانی طغیانی پر آیا تو ہم نے تمھیں کشتی میں سوار کرلیا۔'' ﴿ الْجَارِيَةِ ⑪ ﴾ سے مراد سطح آب پر رواں دواں کشتی کے ہیں۔ ﴿ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً ﴾ ''تاکہ ہم اسے تمھارے لیے یادگار بنائیں۔'' ﴿ لِنَجْعَلَهَا ﴾ میں ھا کی ضمیر کا مرجع جنس (کشتی) ہے کیونکہ معنی اس پر دلالت کرتے ہیں، یعنی کشتی ہی کی جنس سے ہیں جن پر تم دریاؤں اور سمندروں کی موجوں میں سفر کرتے ہو جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿ وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۙ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ ﴾ (الزخرف 13,12:43) ''اور تمھارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر جم کر بیٹھو، پھر جب تم ان پر برابر ہو کر بیٹھ جاؤ تو تم اپنے پروردگار کے احسان کو یاد کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۙ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ○ ﴾ (یٰسٓ 42,41:36) ''اور ان کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اور ان کے لیے ہم نے اس جیسی (اور سواریاں) جن پر وہ سوار ہوتے ہیں بنائیں۔'' امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کشتیٔ نوح کو باقی رکھا حتی کہ اس امت کے پہلے لوگوں نے بھی اس کا مشاہدہ کیا تھا۔[1] لیکن پہلے معنی زیادہ واضح ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ⑫ ﴾ ''اور (تاکہ) یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں''، یعنی سننے والے کان اس نعمت کو سمجھیں اور یاد رکھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ وَّاعِيَةٌ ⑫ ﴾ کے معنی یاد رکھنے والے اور سننے والے کے ہیں۔[2] قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ⑫ ﴾ کے معنی ایسے کان ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی بات کو سمجھا اور کتاب اللہ سے جو سنا اس سے فائدہ اٹھایا۔[3] ضحاک فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کانوں نے اسے سنا اور یاد رکھا،[4] یعنی ان لوگوں نے جن کی سماعت صحیح اور عقل صائب تھی۔ اور یہ آیت عام اور ہر صاحب فہم وبصیرت کے لیے ہے۔

---

[1] تفسیر الطبری:68/29. [2] تفسیر الطبری:68/29. [3] تفسیر الطبری:69/29. [4] تفسیر الطبری :69/29 .

تفسیر آیات:13-18

قیامت کے دن کی ہولناکیوں کا ذکر: قیامت کے دن کی ہولناکیوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہلے نفخۂ فزع ہوگا جس سے گھبراہٹ طاری ہو جائے گی، پھر اس کے بعد نفخۂ صعقہ ہوگا جس سے آسمانوں اور زمین کے سب باشندے بے ہوش ہو جائیں گے سوائے ان کے جنھیں اللہ تعالیٰ بے ہوشی سے بچائے رکھے، پھر اس کے بعد ایک اور نفخہ ہوگا جس سے سب لوگ اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے اور بعث ونشور کا عالم برپا ہوگا۔ اس مقام پر اسی نفخہ کا ذکر ہے، اس نفخہ کو ایک بار سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نہ مخالفت کی جا سکتی ہے، نہ اسے روکا جا سکتا ہے اور نہ اسے کسی تکرار یا تاکید کی ضرورت ہے، اسی وجہ سے یہاں فرمایا ہے: ﴿وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝﴾ ''اور زمین اور پہاڑ دونوں اٹھا لیے جائیں گے، پھر ایک ہی دفعہ مکمل ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔'' آسمان کو اس طرح پھیلا دیا جائے گا جس طرح رنگے ہوئے چمڑے کو پھیلا دیا جاتا ہے اور زمین کو بھی ایک دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا۔ ﴿فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝﴾ ''چنانچہ اس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی'' یعنی قیامت برپا ہو جائے گی۔ ﴿وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۝﴾ ''اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس دن کمزور ہوگا۔'' ابن جریج فرماتے ہیں کہ یہ اس طرح ہے جیسا کہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۝﴾ (النبا 19:78) ''اور آسمان کھولا جائے گا تو (اس میں) دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آسمان میں شگاف اور دراڑ پڑ جائیں گے اور عرش اس کے سامنے ہوگا۔[1] ﴿وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآىِٕهَا ؕ﴾ ''اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے۔'' الملك یہاں اسم جنس کے طور پر استعمال ہوا ہے، یعنی فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے جو ابھی ٹوٹے نہیں ہوں گے اور وہ اہل زمین کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ ﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ۝﴾ ''اور اس روز آٹھ فرشتے آپ کے پروردگار کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے۔'' یعنی قیامت کے دن عرش الٰہی کو آٹھ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہوگا۔ امام ابوداود نے اپنی سنن کی کتاب السنہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اس طرح فرمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے: [أُذِنَ لِي أَنْ أُحَدِّثَ عَنْ مَّلَكٍ مِّنْ مَّلَائِكَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ حَمَلَةِ الْعُرْشِ، إِنَّ مَا بَيْنَ شَحْمَةِ أُذُنِهِ إِلٰى عَاتِقِهِ مَسِيرَةُ سَبْعِمِائَةِ عَامٍ] ''مجھے اجازت دی گئی کہ میں حاملین عرش میں سے ایک فرشتے کے متعلق بیان کروں، بلاشبہ اس کے کانوں کی لو سے اس کے کندھے تک کا فاصلہ سات سو سال کے سفر کے برابر ہے۔'' یہ ابوداود کے الفاظ ہیں۔[2]

انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝﴾ ''اس روز تم (سب لوگوں کے سامنے) پیش کیے جاؤ گے اور تمھاری کوئی پوشیدہ بات چھپی نہ رہے گی۔'' یعنی تم اس ذات گرامی کے سامنے پیش کیے جاؤ گے جو خفیہ اور ظاہر تمام باتوں کا جاننے والا ہے۔ جس سے تمھاری کوئی بات بھی مخفی نہیں ہے بلکہ وہ ظاہر و باطن اور دلوں کے تمام بھیدوں سے آگاہ ہے، اسی لیے تو فرمایا ہے: ﴿لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝﴾ ''تمھاری کوئی

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 3370/10. ② سنن أبی داود، السنة، باب فی الجهمية، حديث: 4727.

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۙ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ⑲ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ

پھر جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا: لو! میرا اعمال نامہ پڑھو⑲ بے شک مجھے یقین تھا کہ مجھے اپنے حساب

حِسَابِیَهْ ⑳ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ۙ㉑ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۙ㉒ قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ㉓ كُلُوْا

کو ملنا ہے⑳ چنانچہ وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا㉑ بہشت بریں میں㉒ اس کے پھل قریب جھکے ہوں گے㉓ (کہا جائے گا:) مزے سے کھاؤ

وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓــًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ㉔

اور پیوان (اعمال) کے بدلے جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجے㉔

پوشیدہ بات چھپی نہ رہے گی۔''

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يُعْرَضُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَ عَرَضَاتٍ فَأَمَّا عَرْضَتَانِ فَجِدَالٌ وَّمَعَاذِيرُ، وَأَمَّا الثَّالِثَةُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَطِيرُ الصُّحُفُ فِي الْأَيْدِي فَآخِذٌ بِيَمِينِهٖ وَآخِذٌ بِشِمَالِهٖ] ''لوگوں کو قیامت کے دن تین بار پیش کیا جائے گا۔ دو پیشیوں میں تو بحث مباحثہ اور عذر معذرت ہوگی اور تیسری پیشی کے موقع پر ہاتھوں میں نامہ اعمال تھما دیے جائیں گے، کچھ لوگوں کے دائیں ہاتھ میں اور کچھ لوگوں کے بائیں ہاتھ میں۔''①

تفسیر آیات: 19-24

دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال والوں کی خوشی: اللہ تعالیٰ ہمیں اس شخص کی سعادت و کامرانی کے بارے میں بتا رہا ہے جسے قیامت کے دن دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا تو وہ شدتِ فرحت و مسرت کی وجہ سے ہر ملنے والے سے کہے گا: ﴿هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ⑲﴾ ''لو! میرا اعمال نامہ پڑھو۔'' یعنی پکڑو اور میرا نامۂ اعمال پڑھو کیونکہ وہ جانتا ہوگا کہ اس کے نامۂ اعمال میں محض خیر و حسنات ہی ہیں اور یہ ان لوگوں میں سے ہوگا جن کی برائیوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے نیکیوں سے بدل دیا ہوگا۔ ﴿هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ⑲﴾ کے بارے میں عبدالرحمٰن بن زید فرماتے ہیں کہ ﴿هَآؤُمُ﴾ میں وُمُ زائد ہے اور هَا اِقْرَؤُوا كِتَابِيَهْ کے معنی ہیں ''لو! میرا نامۂ اعمال پڑھو۔'' لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ هَاؤُمُ، هَاكُمْ (لیجیے) کے معنی میں ہے۔

امام ابن ابوحاتم نے حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ سے روایت کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو قیامت کے دن اپنے سامنے کھڑا کرے گا اور اس کی برائیوں کو ظاہر کرے گا جو اس کے نامۂ اعمال کی پشت پر لکھی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا تو نے یہ کام کیا تھا؟ تو بندہ اعتراف کرتے ہوئے عرض کرے گا: ہاں، یارب! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں تیرے اس عمل کی وجہ سے تجھے رسوا نہیں کروں گا کیونکہ میں نے تجھے معاف کر دیا ہے تو اس موقع پر بندہ پکار اٹھے گا: ﴿هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ⑲ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ⑳﴾ ''لو! میرا اعمال نامہ پڑھو۔ بے شک مجھے

---

① مسند أحمد: 414/4 و جامع الترمذي، صفة القيامة......، باب ماجاء في العرض، حديث: 2425 و سنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر البعث، حديث: 4277.

یقین تھا کہ مجھے اپنے حساب کو ملنا ہے۔'' بندہ یہ اس وقت کہے گا جب وہ قیامت کے دن کی ذلت ورسوائی سے نجات پا جائے گا۔ ① صحیح میں حدیث ابن عمر ہے جب کہ ان سے سرگوشی کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: [يُدْنِي اللّٰهُ الْعَبْدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَرِّرُهُ بِذُنُوبِهٖ كُلِّهَا، حَتّٰى إِذَا رَأٰى أَنَّهُ قَدْ هَلَكَ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: إِنِّي سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ، ثُمَّ يُعْطٰى كِتَابَ حَسَنَاتِهٖ بِيَمِينِهٖ، وَأَمَّا الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُ فَيَقُولُ الْأَشْهَادُ: ﴿ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (هود 11 : 18)] ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے کو اپنے قریب کرے گا، اس سے تمام گناہوں کا اقرار کروائے گا حتی کہ بندہ جب یہ دیکھے گا کہ بس وہ تو ہلاک ہو گیا تو اللہ فرمائے گا کہ دنیا میں میں نے تیرے گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا اور آج تیرے وہ تمام گناہ معاف کرتا ہوں، پھر نیکیوں کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں پکڑا دیا جائے گا۔ جہاں تک کافروں اور منافقوں کا تعلق ہے تو گواہی دینے والے ان کے بارے میں کہیں گے: ''یہ ہیں وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھوٹ بولا، خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔'' ② اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۝ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں مجھے اس بات کا یقین تھا کہ یہ دن یقینی طور پر ایک نہ ایک دن آنے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ ﴾ (البقرة 2:46) ''جو لوگ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ ﴾ ''چنانچہ وہ شخص پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔'' یعنی اس کی زندگی پسندیدہ ہوگی۔ ﴿ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ ﴾ ''بہشت بریں میں۔'' یعنی اس کے محلات بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ، اس کی حوریں بے حد حسین و جمیل، گھر نعمتوں سے بھرے ہوئے اور بہاریں ابدی و سرمدی ہوں گی۔ صحیح حدیث ہے: [إِنَّ الْجَنَّةَ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَّا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ] ''جنت میں سو درجے ہوں گے اور ہر دو درجوں کے مابین اتنا فاصلہ ہوگا، جتنا کہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔'' ③ ﴿ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۝ ﴾ ''اس کے میوے جھکے ہوئے ہوں گے۔'' براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنت کے پھل اس قدر قریب ہوں گے کہ جنتی اپنے تخت پر لیٹے ہوئے انھیں بہت سہولت اور آسانی سے پکڑ سکے گا۔ ④ دیگر کئی ایک ائمۂ تفسیر نے بھی یہی فرمایا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا

① تفسير ابن أبي حاتم: 3371/10. ② ملخص از صحيح البخاري، المظالم، باب قول الله تعالٰى: ﴿ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (هود 11:18)، حديث: 2441، 4685 وصحيح مسلم، التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالٰى……، حديث: 2768 ومسند أحمد: 74/2 وسنن ابن ماجه، المقدمة، باب فيما أنكرت الجهمية، حديث: 183 وكتاب السنة، باب: 135، حديث: 604. ③ صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب درجات المجاهدين في سبيل الله، حديث: 2790 عن أبي هريرة رضي الله عنه وصحيح مسلم، الإمارة، بيان ما أعده الله تعالٰى للمجاهد……، حديث: 1884 عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه والسنن الكبرى للنسائي، الجهاد، باب درجة الجهاد في سبيل الله: 15،14/3، حديث: 4340 واللفظ له عن أبي الدرداء رضي الله عنه. ④ تفسير الطبري: 76/29.

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ۬ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ﴿25﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا

اور جسے اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا: کاش! مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا﴿25﴾ اور مجھے خبر نہ ہوتی میرا

حِسَابِیَهْ ﴿26﴾ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ﴿27﴾ مَاۤ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ ﴿28﴾ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ﴿29﴾

حساب کیا ہے﴿26﴾ کاش! وہی (موت) فیصلہ کن (ثابت) ہوتی﴿27﴾ مجھے میرے مال نے کچھ فائدہ نہ دیا﴿28﴾ میری سلطانی مجھ سے چھن گئی﴿29﴾

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿30﴾ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ﴿31﴾ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا

(حکم ہوگا:) اسے پکڑو، پھر طوق ڈال دو﴿30﴾ پھر اسے جہنم (کی آگ) میں جھونک دو﴿31﴾ پھر ایک زنجیر میں، جس کی پیمائش ستر گز ہے،

فَاسْلُكُوْهُ ﴿32﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ﴿33﴾ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ﴿34﴾

اسے جکڑ (یا پرو) دو﴿32﴾ بے شک وہ اللہ عظیم پر ایمان نہیں لاتا تھا﴿33﴾ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے پر شوق دلاتا تھا﴿34﴾

فَلَیْسَ لَهُ الْیَوْمَ هٰهُنَا حَمِیْمٌ ﴿35﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِیْنٍ ﴿36﴾ لَّا یَاْكُلُهٗۤ اِلَّا

لہٰذا آج یہاں کوئی اس کا غم خوار دوست نہیں﴿35﴾ اور زخموں کے دھوون کے سوا کوئی کھانا نہیں﴿36﴾ خطا کاروں کے سوا اسے کوئی

ع 1 37 5 الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿37﴾

نہیں کھاتا﴿37﴾

﴿بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ﴿24﴾﴾ ’’جو (عمل) تم ایام گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو، اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔‘‘ یعنی یہ انعام واحسان اور فضل وکرم کے اظہار کے طور پر ان سے فرمایا جائے گا، ورنہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(اِعْمَلُوا وَ) قَارِبُوا وَسَدِّدُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَنْ يُّدْخِلَ (أَحَدًا مِّنْكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَلَا أَنْتَ؟ قَالَ: وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ] ’’تم عمل کرتے رہو، سیدھے اور قریب قریب رہو اور خوب جان لو کہ تم میں سے کسی کا عمل اسے جنت میں لے جانے کے لیے کافی نہیں، صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کے اعمال بھی نہیں؟ فرمایا: ہاں میرے اعمال بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے مجھے ڈھانپ لے۔‘‘[1]

تفسیر آیات :25-37

بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال والوں کا برا حال: یہ بدنصیب لوگوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ میدان حشر میں جب ان میں سے کسی کے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا تو وہ حد درجہ ندامت کا اظہار کرے گا: ﴿فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ﴿25﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ﴿26﴾ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ﴿27﴾﴾ ’’تو وہ کہے گا: اے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا، اور مجھے معلوم نہ

[1] صحیح البخاری، الرقاق، باب القصد والمداومة علی العمل، حدیث:6463، 6464 و6467 عن عائشة رضی اللہ عنہا و صحیح مسلم، صفات المنافقین، باب لن یدخل أحد الجنة بعمله......، حدیث:(76)-2816 واللفظ له البتہ پہلی قوسین والا لفظ اس سیاق میں ہمیں نہیں ملا اور دوسری قوسین والے الفاظ صحیح مسلم، حدیث:(76)-2816 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ کے مطابق ہیں۔

ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے؟ اے کاش! وہ (موت) فیصلہ کر دینے والی ہوتی۔'' ضحاک فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کاش! میں ایسی موت مر جاتا کہ جس کے بعد دوبارہ زندہ نہ ہوتا۔① محمد بن کعب، ربیع اور سدی نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ وہ موت کی تمنا کرے گا، حالانکہ دنیا میں اسے موت سے بڑھ کر اور کوئی چیز زیادہ ناپسند نہ تھی۔② ﴿ مَآ اَغْنٰى عَنِّیْ مَالِیَهْ ۟ۚ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ۟ۚ ﴾ ''میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا، میری سلطنت خاک میں مل گئی۔'' یعنی میرا مال اور میرا جاہ و منصب مجھ سے اللہ کے عذاب کو دور نہ کر سکا بلکہ اب سارا وبال میری ہی جان پر آپڑا اور آج میرا کوئی حامی و ناصر نہیں ہے تو اس موقع پر اللہ عزوجل فرمائے گا: ﴿ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۟ۙ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ۟ۙ ﴾ ''اس کو پکڑ لو، پھر اسے طوق پہنا دو، پھر دوزخ کی آگ میں جھونک دو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ جہنم کے فرشتوں کو حکم دے گا کہ اسے سختی کے ساتھ میدان حشر ہی سے پکڑ لو اور اس کی گردن میں طوق پہنا دو اور اسے جہنم رسید کر دو، جہنم اسے پکڑ کر اپنی گرفت میں لے لے گا۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۟ؕ ﴾ ''پھر ایک زنجیر میں، جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے، اسے جکڑ دو۔'' کعب احبار کہتے ہیں کہ اس زنجیر کا ہر حلقہ دنیا بھر کے لوہے کے برابر ہوگا۔③ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ اس زنجیر کی پیمائش فرشتے کے ہاتھ کے مطابق ہوگی۔④ ابن جریج نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ فَاسْلُكُوْهُ ۟ؕ ﴾ کا حکم جب ہوگا تو اس زنجیر کو اس کی دبر سے داخل کر کے منہ سے نکال لیا جائے گا اور پھر اس کے ساتھ فرشتے اسے اس طرح آگ میں بھونیں گے جس طرح سیخ میں کباب کو بھونا جاتا ہے۔⑤ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ زنجیر کو اس کی دبر سے داخل کر کے نتھنوں سے نکال لیا جائے گا حتی کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو سکے گا۔⑥

امام احمد نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَوْ أَنَّ رَصَاصَةً مِّثْلَ هٰذِهِ - وَأَشَارَ إِلٰى مِثْلِ جُمْجُمَةٍ - أُرْسِلَتْ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ وَهِيَ مَسِيرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ لَّبَلَغَتِ الْأَرْضَ قَبْلَ اللَّيْلِ وَلَوْ أَنَّهَا أُرْسِلَتْ مِنْ رَّأْسِ السِّلْسِلَةِ لَسَارَتْ أَرْبَعِينَ خَرِيفًا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ قَبْلَ أَنْ تَبْلُغَ أَصْلَهَا أَوْ قَعْرَهَا] ''اگر اس طرح کا ایک پتھر۔ سر کی کھوپڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ آسمان سے زمین پر پھینکا جائے اور یہ پانچ سو سال کی مسافت ہے تو وہ پتھر رات سے پہلے پہلے زمین پر پہنچ جائے گا لیکن اسی پتھر کو اگر اس زنجیر کے ایک سرے سے پھینکا جائے تو اسے دوسرے سرے تک پہنچنے میں چالیس سال لگ جائیں گے۔''⑦ اسے امام ترمذی نے بھی روایت کیا اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔⑧

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ۟ۙ وَلَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ۟ؕ ﴾ ''بے شک وہ اللہ عظیم پر ایمان نہیں لاتا تھا اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے پر (لوگوں کو) آمادہ کرتا تھا۔'' یعنی نہ تو اطاعت و عبادت بجالا کر اللہ کے حقوق کو

---

① الدر المنثور:411/6. ② تفسير الطبرى:77/29. ③ الدر المنثور:412/6. ④ تفسير الطبرى:79/29. ⑤ الدر المنثور:412/6. ⑥ تفسير الطبرى:79/29 وتفسير ابن أبى حاتم:3372/10. ⑦ مسند أحمد:197/2. ⑧ جامع الترمذى، صفة جهنم، باب فى بعد قعر جهنم، حديث:2588.

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿38﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿39﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿40﴾ وَّمَا

تو میں ان چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جو تم دیکھتے ہو﴿38﴾ اور (ان کی) جو تم نہیں دیکھتے﴿39﴾ بلاشبہ یہ (قرآن) رسول کریم (جبریل) کا قول ہے﴿40﴾ اور

هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿41﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿42﴾

یہ کسی شاعر کا قول نہیں، تم کم ہی ایمان لاتے ہو﴿41﴾ اور نہ (یہ) کسی کاہن کا قول ہے، تم کم ہی نصیحت پکڑتے ہو﴿42﴾

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿43﴾

(یہ تو) رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہے﴿43﴾

ادا کرتا تھا اور نہ مخلوق کو نفع پہنچاتا اور اس کے حقوق ادا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ صرف اور صرف اس کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، لوگوں کے ساتھ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں مدد کریں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے کے ساتھ ساتھ زکاۃ ادا کرنے کا بھی حکم دیا ہے اور نبی ﷺ نے وفات کے وقت فرمایا تھا: [اَلصَّلَاةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ] ''نماز اور اپنے ماتحتوں کا خیال رکھو۔''[1]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿35﴾ وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿36﴾ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخٰطِـُٔوْنَ ﴿37﴾ ﴾ ''لہٰذا آج اس کا بھی یہاں کوئی غم خوار، دوست نہیں، اور نہ پیپ کے سوا (اس کے لیے) کھانا ہے، جسے گناہ گاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا۔'' یعنی آج کوئی دوست یا قریبی رشتہ دار نہ ہوگا جو اسے عذاب الٰہی سے بچا سکے، نہ کوئی سفارش کرنے والا ہوگا جس کی بات مانی جائے اور نہ پیپ کے سوا اس کے لیے کھانا ہوگا۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ جہنمیوں کا بدترین کھانا ہوگا۔[2] ربیع اور ضحاک کا قول ہے کہ یہ جہنم کے ایک درخت کا نام ہے۔[3] شبیب بن بشر نے عکرمہ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ غِسْلِيْنٍ ﴿36﴾ ﴾ وہ خون اور پانی ہوگا جو ان کے گوشت سے بہہ رہا ہوگا۔[4] اور علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ غِسْلِيْنٍ ﴿36﴾ ﴾ جہنمیوں کی پیپ ہے۔[5]

تفسیر آیات:38-43

قرآن اللہ کا کلام ہے: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے لیے ان چیزوں کی قسم کھا رہا ہے جن کا اس کی مخلوقات میں سے وہ ان نشانیوں کا مشاہدہ کر رہے ہیں جو اس کے کمال اسماء وصفات پر دلالت کرتی ہیں، نیز ان چیزوں کی بھی قسم کھا رہا ہے جو غائب ہیں اور وہ انھیں دیکھ نہیں سکتے۔ ان سب چیزوں کی اس نے قسم اس لیے کھائی ہے کہ قرآن اس کا کلام اور وہ وحی وتنزیل ہے جسے اس نے اپنے اس عبد ورسول پر نازل کیا جسے پیغام حق کے پہنچانے اور امانت دین وشریعت کے ادا کرنے کے لیے منتخب فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿38﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿39﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿40﴾ ﴾ ''تو میں

[1] سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في ذكر مرض رسول الله ﷺ، حديث:1625. [2] تفسير الطبري:80/29. [3] الدر المنثور:413/6 وزاد المسير:112/8. [4] تفسير ابن أبي حاتم:3372/10 والدر المنثور:412/6. [5] تفسير الطبري: 80/29.

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿44﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿45﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ

اور اگر یہ ہم پر کوئی بات گھڑ کر لگاتا﴿44﴾ تو یقیناً ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے﴿45﴾ پھر البتہ ہم اس کی شہ رگ کاٹ ڈالتے﴿46﴾ پھر تم میں

الْوَتِيْنَ ﴿46﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿47﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿48﴾ وَاِنَّا

سے کوئی ایک بھی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا﴿47﴾ اور بلاشبہ یہ (قرآن) تو متقین کے لیے نصیحت ہے﴿48﴾ اور یقیناً ہمیں علم ہے کہ تم

لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿49﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿50﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿51﴾

میں سے بعض (اس کی) تکذیب کرتے ہیں﴿49﴾ اور یقیناً وہ (جھٹلانا) کافروں کے لیے باعث حسرت ہے﴿50﴾ اور بے شک یہ حق الیقین ہے﴿51﴾

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿52﴾ ع 2 15 6

چنانچہ اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کیجیے﴿52﴾

ان چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جو تمھیں نظر آتی ہیں اور ان کی بھی جو تمھیں نظر نہیں آتیں، بلاشبہ یہ قرآن رسول کریم کا قول ہے۔'' یعنی محمد ﷺ کا، آپ کی طرف یہ اضافت تبلیغ کی وجہ سے کی گئی ہے کیونکہ رسول کا فرض ہے کہ وہ اس پیغام کو پہنچائے جو رسول کو بھیجنے والے نے اسے دیا ہے۔

سورۂ تکویر میں اس کی نسبت اس پیغام کے لانے والے فرشتے کی طرف کی گئی ہے: ﴿ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۙ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۙ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۭ ﴾ (التکویر 81:19-21) ''بے شک یہ قرآن رسول کریم کا قول ہے، جو صاحب قوت، مالک عرش کے ہاں اونچے درجے والا، سردار اور امانت دار ہے۔'' اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴾ (التکویر 81:22) ''اور تمھارے رفیق دیوانے نہیں ہیں۔'' یعنی محمد ﷺ۔ ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴾ (التکویر 81:23) ''بے شک انھوں نے اس (فرشتے) کو (آسمان کے) کھلے (مشرقی) کنارے پر دیکھا ہے۔'' یعنی محمد ﷺ نے جبریل کو اپنی اس اصلی شکل وصورت میں دیکھا جس پر اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا فرمایا ہے: ﴿ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴾ (التکویر 81:24) ''اور وہ غیب (کی باتیں بتانے) پر بخیل نہیں ہے۔'' یعنی ان پر بخل کی تہمت نہیں لگائی گئی۔ ﴿ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴾ (التکویر 81:25) ''اور یہ کسی شیطان مردود کا قول نہیں۔'' اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے کہ ﴿ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿41﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿42﴾ ﴾ ''اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو اور نہ (یہ) کسی کاہن کا قول ہے، تم لوگ بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو۔'' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی اضافت کبھی رسول ملکی کی طرف کی اور کبھی رسول بشری کی طرف کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وحی اور کلام کو پہنچاتا ہے جس پر اسے امین ٹھہرایا گیا ہے، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿43﴾ ﴾ ''یہ تو پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے۔''

تفسیر آیات :44-52

اگر پیغمبر اللہ کی نسبت کوئی جھوٹی بات کہیں......: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا ﴾ ''اگر یہ (پیغمبر) ہمارے

ذمے کوئی بات گھڑ کر لگاتے۔‘‘ یعنی اگر محمد ﷺ ہماری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرتے جیسا کہ ان کافروں کا گمان ہے اور اگر آپ پیغام حق پہنچانے میں کوئی کمی بیشی کر دیتے یا اپنی طرف سے کوئی بات کہہ کر ہماری طرف منسوب کر دیتے، حالانکہ آپ ایسا نہیں کرتے، تو ہم آپ کو اس کی جلد ہی سزا دے دیتے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَاَخَذۡنَا مِنۡهُ بِالۡیَمِیۡنِ ﴾ ’’تو یقیناً ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے۔‘‘ اس کے ایک یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ ہم دائیں ہاتھ سے آپ سے انتقام لے لیتے کیونکہ دائیں ہاتھ کی گرفت زیادہ سخت ہوتی ہے۔ ﴿ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِیۡنَ ﴾ ’’پھر البتہ ہم اس کی شہ رگ کاٹ ڈالتے۔‘‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ رگ ہے جس کے ساتھ دل معلق ہے۔[1] عکرمہ، سعید بن جبیر، حکم، قتادہ، ضحاک، مسلم بطین اور ابوصخر حمید بن زیاد کا بھی یہی قول ہے۔[2] محمد بن کعب فرماتے ہیں کہ اس سے مراد دل، اس کی رگیں اور اس کے ساتھ ملنے والا حصہ ہے۔[3] اور اللہ کا فرمان ہے: ﴿ فَمَا مِنۡكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ عَنۡهُ حٰجِزِیۡنَ ﴾ ’’پھر تم میں سے کوئی ایک بھی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔‘‘ یعنی جب ہم ایسا ارادہ کر لیتے تو پھر تم میں سے کوئی بھی ہمارے اور ان کے درمیان حائل نہ ہوسکتا۔ اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے یہ پیغمبر راست باز، نیکوکار اور مجسم رشد و بھلائی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین کی تبلیغ کے لیے مقرر فرمایا اور عظیم الشان معجزات اور دلائل قاطعہ کے ساتھ آپ کی تائید و حمایت فرمائی ہے۔

پھر فرمایا: ﴿ وَاِنَّهٗ لَتَذۡكِرَةٌ لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ﴾ ’’اور بلاشبہ یہ (کتاب) تو پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے۔‘‘ کتاب سے مراد قرآن مجید ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ قُلۡ هُوَ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ فِیۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرٌ وَّهُوَ عَلَیۡهِمۡ عَمًى ؕ ﴾ (حٰمٓ السجدة 44:41) ’’کہہ دیجیے کہ جو ایمان لائے ہیں (ان کے لیے یہ) ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی (بہرا پن) ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا پن ہے۔‘‘ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاِنَّا لَنَعۡلَمُ اَنَّ مِنۡكُمۡ مُّكَذِّبِیۡنَ ﴾ ’’اور یقیناً ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض اسے جھٹلانے والے ہیں۔‘‘ یعنی اس بیان و وضاحت کے باوجود بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو قرآن مجید کی تکذیب کرتے ہیں، پھر فرمایا: ﴿ وَاِنَّهٗ لَحَسۡرَةٌ عَلَى الۡكٰفِرِیۡنَ ﴾ ’’اور یقیناً وہ (جھٹلانا) کافروں کے لیے باعث حسرت ہے۔‘‘ ابن جریر فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی تکذیب قیامت کے دن کافروں کے لیے موجب حسرت ہوگی۔[4] امام قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[5] اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ﴿ وَاِنَّهٗ ﴾ کی ضمیر کا مرجع قرآن ہو، یعنی قرآن اور اس کے ساتھ ایمان لانا حقیقت میں کافروں کے لیے باعث حسرت ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ كَذٰلِكَ سَلَكۡنٰهُ فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ؕ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ ﴾ (الشعرآء 26:200,201) ’’اسی طرح ہم نے اس (انکار) کو گناہ گاروں کے دلوں میں داخل کر دیا، وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَحِیۡلَ بَیۡنَهُمۡ وَبَیۡنَ مَا یَشۡتَهُوۡنَ ﴾ (سبا 34:54) ’’اور ان کے درمیان اور ان چیزوں کے درمیان جنھیں وہ چاہتے ہیں پردہ حائل کر دیا گیا ہے۔‘‘ اسی لیے یہاں

[1] تفسیر الطبری: 82/29 وتفسیر ابن أبی حاتم: 3372/10. [2] تفسیر الطبری: 83,82/29 والدر المنثور: 414,413/6.
[3] تفسیر القرطبی: 276/18. [4] تفسیر الطبری: 84/29. [5] تفسیر الطبری: 84/29.

فرمایا: ﴿ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿٥١﴾ ﴾ ”اور بلاشبہ وہ برحق قابل یقین ہے۔“ یعنی یہ وہ سچی اور برحق خبر ہے جو ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہے، پھر فرمایا: ﴿ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٥٢﴾ ﴾ ”چنانچہ آپ اپنے عظیم پروردگار کے نام کی تسبیح کیجیے۔“ یعنی اس ذات گرامی کی تسبیح وتنزیہ کرتے رہو جس نے اس قرآن عظیم کو نازل فرمایا ہے۔

سورۂ حاقہ کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

تفسیر سُورۂ مَعَارِج

یہ مکی سورت ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ① لِّلۡکٰفِرِیۡنَ لَیۡسَ لَہٗ دَافِعٌ ② مِّنَ اللّٰہِ ذِی

ایک سائل نے عذاب مانگا جو واقع ہونے والا ہے ① کافروں پر، کوئی اسے ٹالنے والا نہیں ② اس اللہ کی طرف سے جو اونچے درجوں والا ہے ③

الۡمَعَارِجِ ③ تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوۡحُ اِلَیۡہِ فِیۡ یَوۡمٍ کَانَ مِقۡدَارُہٗ خَمۡسِیۡنَ اَلۡفَ

فرشتے اور روح (جبریل) اس کی طرف چڑھیں گے ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے ④ تو (اے نبی!) آپ صبر جمیل سے کام

سَنَۃٍ ④ فَاصۡبِرۡ صَبۡرًا جَمِیۡلًا ⑤ اِنَّہُمۡ یَرَوۡنَہٗ بَعِیۡدًا ⑥ وَّنَرٰىہُ قَرِیۡبًا ⑦

لیجیے ⑤ بے شک وہ (لوگ) اس کو دور دیکھتے ہیں ⑥ اور ہم اسے قریب دیکھتے ہیں ⑦

تفسیر آیات: 1-7

قیامت کے دن کے جلد برپا ہونے کا مطالبہ: ﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ①﴾ ''ایک طلب کرنے والے نے عذاب طلب کیا جو واقع ہونے والا ہے۔'' یہاں تضمین، یعنی فعل مقدر ہے اور اس پر حرف با دلالت کر رہا ہے، گویا معنی یہ ہے کہ ایک طلب کرنے والے نے عذاب کے جلد واقع ہونے کا مطالبہ کیا جو کہ نازل ہو کر رہے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَیَسۡتَعۡجِلُوۡنَکَ بِالۡعَذَابِ وَلَنۡ یُّخۡلِفَ اللّٰہُ وَعۡدَہٗ﴾ (الحج 47:22) ''اور (یہ لوگ) آپ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں اور اللہ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا۔'' یعنی اس کا عذاب ضرور واقع ہو کر رہے گا۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ کفار کا عذاب الٰہی کے بارے میں سوال تھا جو ان پر ضرور واقع ہو کر رہے گا۔[1] ابن ابو نجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ایک دعا کرنے والے نے عذاب کے بارے میں دعا کی جو کہ آخرت میں واقع ہوگا۔ اس دعا کرنے والے کی دعا یہ تھی: ﴿اللّٰہُمَّ اِنۡ کَانَ ہٰذَا ہُوَ الۡحَقَّ مِنۡ عِنۡدِکَ فَاَمۡطِرۡ عَلَیۡنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائۡتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ○﴾ (الأنفال 32:8) ''اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر دردناک عذاب لے آ۔''[2] چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَّاقِعٍ ① لِّلۡکٰفِرِیۡنَ﴾ ''واقع ہونے والا ہے کافروں پر۔'' یعنی اس عذاب کو کافروں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿وَّاقِعٍ ①﴾ کے معنی ہیں کہ وہ عذاب

① تفسیر الطبری: 85/29. ② تفسیر الطبری: 86/29.

آنے والا ہے۔① ﴿ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝ ﴾ ”اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔“ جب اللہ تعالیٰ اس عذاب کو نازل کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو اسے کوئی ٹال نہیں سکے گا، اسی لیے فرمایا کہ ﴿ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝ ﴾ ”اس اللہ کی طرف سے جو اونچے درجوں والا ہے۔“

ذی المعارج (صاحب درجات) کی تفسیر: علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ ذِي الْمَعَارِجِ ۝ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ بلندیوں اور بزرگیوں والا ہے۔② مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ ذِي الْمَعَارِجِ ۝ ﴾ سے آسمان کے درجات مراد ہیں۔③ فرمان الٰہی ہے: ﴿ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ ﴾ ”فرشتے اور روح (جبریل) اس کی طرف چڑھیں گے۔“ عبدالرزاق نے معمر سے اور انھوں نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ﴿ تَعْرُجُ ﴾ کے معنی تَصْعَدُ ہیں، یعنی چڑھتے ہیں۔ روح کے بارے میں ابوصالح نے کہا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی مخلوق ہے جو انسانوں سے مشابہت تو رکھتی ہے مگر وہ انسان نہیں ہے۔④ میں کہتا ہوں کہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد حضرت جبریل ہوں۔⑤ اور یہ عطف خاص علی العام کے باب سے ہو۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہاں یہ لفظ بنی آدم کی ارواح کی جنس کے لیے استعمال ہوا ہو کیونکہ انسانوں کی روحوں کو جب قبض کیا جاتا ہے تو انھیں آسمان پر لے جایا جاتا ہے جیسا کہ براء بن عازب کی حدیث سے واضح ہوتا ہے۔⑥

پچاس ہزار برس کے دن سے مراد: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝ ﴾ ”ایسے دن میں (چڑھیں گے) جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔“ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ ابن ابو حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔⑦ اس کی سند صحیح ہے۔ ثوری نے سماک بن حرب سے اور انھوں نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ یہ دن جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے، اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔⑧ ضحاک اور ابن زید نے بھی اسی طرح کہا ہے۔⑨ علی بن ابوطلحہ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے جسے اللہ تعالیٰ کافروں کے لیے پچاس ہزار برس کی مقدار کے مطابق بنا دے گا۔⑩ اس مفہوم کی بہت سی احادیث بھی موجود ہیں۔

امام احمد نے ابوعمر غدانی سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ وہاں سے بنو عامر بن صعصعہ کے ایک ایسے شخص کا گزر ہوا جس کے بارے میں کہا گیا کہ بنو عامر میں سے یہ شخص سب سے زیادہ مال دار ہے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے میرے پاس بلاؤ، اسے بلایا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ تم بہت مال دار ہو۔

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 3373/10. ② تفسیر الطبری: 87/29 وتفسیر ابن أبی حاتم: 3373/10. ③ تفسیر الطبری: 87/29. ④ تفسیر الطبری: 29/30. ⑤ جیسا کہ ضحاک اور شعبی وغیرہ کا بھی قول ہے۔ دیکھیے تفسیر الطبری: 29/30. ⑥ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما کی مکمل حدیث سورۃ إبراھیم 14:27 کے تحت حسب ذیل عنوان میں دیکھیے ”نیک اور بد روح آخرت کی راہوں پر“ ⑦ تفسیر ابن أبی حاتم: 3374/10. ⑧ تفسیر الطبری: 88/29. ⑨ تفسیر الطبری: 88/29. ⑩ تفسیر الطبری: 88/29.

عامری نے کہا: ہاں اللہ کی قسم! میرے پاس ایک سو سرخ اونٹ اور ایک سو گندمی رنگ کے اونٹ ہیں، اسی طرح اس نے مختلف رنگ کے اونٹوں، غلاموں اور گھوڑوں کی تفصیل بتائی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اس بات سے بچو کہ یہ اونٹ، گھوڑے اور دیگر جانور تمھیں اپنے پاؤں تلے روندیں۔ آپ نے یہ بار بار فرمایا حتی کہ اس عامری کا رنگ متغیر ہونا شروع ہو گیا، اس نے عرض کی: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! آپ کی اس بات کا کیا مطلب؟ آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: [مَنْ كَانَتْ لَهٗ إِبِلٌ لَّا يُعْطِي حَقَّهَا فِي نَجْدَتِهَا وَرِسْلِهَا۔ قُلْنَا: يَارَسُولَ اللّٰهِ، مَا نَجْدَتُهَا وَرِسْلُهَا؟ قَالَ: فِي عُسْرِهَا وَيُسْرِهَا۔ فَإِنَّهَا تَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَغَذِّ مَا كَانَتْ، وَ(أَكْثَرِهٖ) وَأَسْمَنِهٖ وَآشَرِهٖ، ثُمَّ يُبْطَحُ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ فَتَطَؤُهٗ بِأَخْفَافِهَا، فَإِذَا جَاوَزَتْهُ أُخْرَاهَا أُعِيدَتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ فَيَرٰى سَبِيلَهٗ.

وَإِذَا كَانَتْ لَهٗ بَقَرٌ لَّا يُعْطِي حَقَّهَا فِي نَجْدَتِهَا وَرِسْلِهَا، فَإِنَّهَا تَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَغَذِّ مَا كَانَتْ وَ(أَكْثَرِهٖ) وَأَسْمَنِهٖ وَآشَرِهٖ، ثُمَّ يُبْطَحُ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ فَتَطَؤُهٗ كُلُّ ذَاتِ ظِلْفٍ بِظِلْفِهَا، وَتَنْطَحُهٗ كُلُّ ذَاتِ قَرْنٍ بِقَرْنِهَا، إِذَا جَاوَزَتْهُ أُخْرَاهَا أُعِيدَتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ حَتّٰى يَرٰى سَبِيلَهٗ.

وَإِذَا كَانَتْ لَهٗ غَنَمٌ لَّا يُعْطِي حَقَّهَا فِي نَجْدَتِهَا وَرِسْلِهَا، فَإِنَّهَا تَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَغَذِّ مَا كَانَتْ وَ(أَكْثَرِهٖ) وَأَسْمَنِهٖ وَآشَرِهٖ، ثُمَّ يُبْطَحُ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ فَتَطَؤُهٗ كُلُّ ذَاتِ ظِلْفٍ بِظِلْفِهَا، وَتَنْطَحُهٗ كُلُّ ذَاتِ قَرْنٍ بِقَرْنِهَا۔ يَعْنِي لَيْسَ فِيهَا عَقْصَاءُ، وَلَا عَضْبَاءُ۔ إِذَا جَاوَزَتْهُ أُخْرَاهَا أُعِيدَتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا، فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ فَيَرٰى سَبِيلَهٗ] ''جس شخص کے پاس اونٹ ہوں وہ نجدت اور رِسل میں ان کا حق ادا نہ کرے۔ ہم نے کہا: یارسول اللہ! اس کی نجدت اور رِسل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کی تنگی اور ان کی فراخی میں۔ تو یقیناً وہ اونٹ بہت موٹے تازے، بہت صحت منداور شوخ مست حالت میں قیامت کے دن آئیں گے تو اسے ان کے لیے ایک لمبے چوڑے اور چٹیل میدان میں لٹا دیا جائے گا اور وہ اسے اپنے پاؤں کے ساتھ روندیں گے اور روندتے روندتے جب آخری اونٹ گزر جائے گا تو پھر پہلے کو اُس پر لوٹا دیا جائے گا اور یہ سلسلہ اس سارے دن میں جاری رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہو گی اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کر لیا جائے گا تو پھر وہ اپنا راستہ دیکھ لے گا اور اگر اس کے پاس گائیں تھیں جن کا وہ تنگی اور آسانی میں حق ادا نہیں کرتا تھا تو وہ گائیں بہت موٹی تازی، بہت صحت منداور شوخ مست حالت میں قیامت کے دن آئیں گی تو اسے ان کے لیے ایک لمبے چوڑے اور چٹیل میدان میں لٹا دیا جائے گا تو ان میں سے ہر کھر والی گائے اپنے کھر کے ساتھ اور ہر سینگ والی اپنے سینگ کے ساتھ اسے مارے گی حتی کہ جب مارتے مارتے آخری گائے بھی گزر جائے گی تو پھر پہلی گائے کو اُس پر لوٹا دیا جائے گا اور یہ سلسلہ اس سارے دن میں جاری رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے حتی کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا

جائے گا اور پھر وہ اپنا راستہ دیکھ لے گا اور اگر اس کے پاس بکریاں تھیں جن کا یہ آسانی و مشکل میں حق ادا نہیں کرتا تھا تو یہ بکریاں موٹی تازی، بہت صحت مند اور شوخ مست حالت میں قیامت کے دن آئیں گی تو اسے ان کے لیے ایک لمبے چوڑے اور چٹیل میدان میں لٹا دیا جائے گا تو اس میں سے ہر کھر والی بکری اپنے کھر کے ساتھ اور ہر سینگ والی اپنے سینگ کے ساتھ اسے مارے گی اور ان میں کوئی بکری ایسی نہ ہوگی جس کا سینگ نہ ہو یا جس کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو حتی کہ جب مارتے مارتے آخری بکری بھی گزر جائے گی تو پھر پہلی بکری کو اُس پر لوٹا دیا جائے گا اور یہ سلسلہ اس سارے دن میں جاری رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار برس کے برابر ہے حتی کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا اور پھر وہ اپنا راستہ دیکھ لے گا۔'' عامری نے پوچھا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! اونٹوں کا حق کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ اچھا جانور زکاۃ کے طور پر دو، دودھ والا جانور بطور تحفہ دو، ان کی پشت پر سوار کراؤ، ان کا دودھ پلاؤ اور جن کو مادہ کے لیے نر کی ضرورت ہو تو انھیں بلا معاوضہ اپنے نر اونٹ دے دو۔ ① اس حدیث کو امام ابوداود اور نسائی نے بھی ذکر کیا ہے۔ ②

اس حدیث کی ایک دوسری سند: امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا مِنْ صَاحِبِ كَنْزٍ لَّا يُؤَدِّي حَقَّهُ إِلَّا جُعِلَ صَفَائِحَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جَبْهَتُهُ وَجَنْبُهُ وَظَهْرُهُ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بَيْنَ عِبَادِهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ، ثُمَّ يَرٰى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ......] ''جس شخص کے پاس سونا چاندی ہو اور وہ اس کا حق ادا نہ کرتا ہو تو اسے تختیوں کی صورت میں تبدیل کر کے جہنم کی آگ میں گرم کر کے ان کے ساتھ اس کی پیشانی، پہلو اور کمر پر داغ لگائے جائیں گے حتی کہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے مابین فیصلہ فرما دے گا جس کی مقدار تمھارے شمار کے مطابق پچاس ہزار برس کے برابر ہوگی، پھر یہ اپنا راستہ دیکھے گا کہ وہ جنت کی طرف ہے یا جہنم کی طرف......'' پھر بکریوں اور اونٹوں کے بارے میں باقی حدیث اسی طرح ذکر کی ہے جس طرح پہلے گزر چکی ہے اس حدیث میں یہ بھی ہے: [اَلْخَيْلُ (لِثَلَاثَةٍ): لِرَجُلٍ أَجْرٌ وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ...... وَعَلٰى رَجُلٍ وِزْرٌ] ''گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ گھوڑا جو آدمی کے لیے باعث اجر ہو، دوسرا وہ جو باعث ستر ہو......اور تیسرا وہ جو باعث بوجھ ہو۔'' ③ امام مسلم نے بھی صحیح میں یہ حدیث مکمل طور پر بیان کی ہے جبکہ امام بخاری نے اسے بیان نہیں فرمایا۔ ④ اس حدیث کے یہاں ذکر کرنے سے مقصود ان الفاظ کی طرف اشارہ ہے: [حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَ عِبَادِهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ] ''حتی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے مابین اس دن فیصلہ فرما دے گا جس کی مقدار پچاس ہزار برس کے برابر ہے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین: فرمان الٰہی: ﴿فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا ⑤﴾ ''تو (اے نبی!) آپ صبر جمیل سے کام لیجیے۔'' کے معنی یہ

---

① مسند أحمد: 490,489/2، البتہ اس میں پہلی اور دوسری قوسین والے لفظ کے بجائے [أَكْبَرِهِ] ہے۔ ② سنن أبي داود، الزكاة، باب في حقوق المال، حدیث: 1660 و سنن النسائي، الزكاة، باب التغليظ في حبس الزكاة، حدیث: 2444 جبکہ آخری قوسین والا لفظ سنن النسائی کے مطابق ہے۔ ③ مسند أحمد: 262/2 قوسین والا لفظ صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الخيل لثلاثة......، حدیث: 2860 کے مطابق ہے۔ ④ صحيح مسلم، الزكاة، باب إثم مانع الزكاة، حدیث: (26)-987.

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ⑧ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ⑨ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ

جس دن آسمان پگھلے تانبے جیسا ہوگا⑧ اور پہاڑ دھنکی ہوئی اون جیسے ہو جائیں گے⑨ اور کوئی جگری دوست کسی جگری دوست کو نہ پوچھے گا⑩

حَمِيْمًا ⑩ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ ⑪

حالانکہ وہ انھیں دکھلا بھی دیے جائیں گے۔ مجرم چاہے گا کاش! عذاب سے (بچنے کو) اپنے بیٹے فدیے میں دے دے⑪ اور اپنی بیوی اور اپنا بھائی⑫

وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ⑫ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ⑬ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ⑭

اور اپنا خاندان جو اسے پناہ دیتا تھا⑬ اور جتنے زمین پر ہیں سب، پھر وہ (فدیہ) اسے نجات دلا دے⑭ ہرگز نہیں! بے شک وہ بھڑکتی آگ ہے⑮

كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ⑮ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ⑯ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ⑰ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ⑱

چمڑیاں ادھیڑ دینے والی⑯ وہ (ہر) اس شخص کو پکارے گی جس نے پیٹھ پھیری اور (حق سے) منہ موڑا⑰ اور (مال) جمع کیا اور سینت سینت کر رکھا⑱

ہیں کہ اے محمد! آپ کی قوم جو آپ کی تکذیب کر رہی ہے اور عذاب کے وقوع پذیر ہونے کو بعید جانتے ہوئے اس کے جلد واقع ہونے کا مطالبہ کر رہی ہے تو آپ اس پر صبر کریں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ﴾ (الشورٰی 18:42) ''جو لوگ اس (قیامت) پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لیے جلدی کر رہے ہیں اور جو مومن ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے۔'' اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۙ⑥﴾ ''بے شک وہ (لوگ) اسے دور دیکھتے ہیں۔'' یعنی عذاب کے وقوع پذیر ہونے اور قیامت کے برپا ہونے کو کافر بعید، یعنی محال سمجھتے ہیں، ﴿ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۭ⑦﴾ ''اور ہم اسے قریب دیکھتے ہیں۔'' یعنی مومن قیامت کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ قریب ہے، اگرچہ متعین طور پر اس کے وقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا لیکن ہر چیز جو آنے ہی والی ہے، وہ قریب بھی ہے اور یقینی طور پر وقوع پذیر ہونے والی بھی ہے۔

تفسیر آیات: 8-18

قیامت کے دن کی ہولناکیاں: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اس دن کافروں پر عذاب واقع ہو کر رہے گا: ﴿ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۙ⑧﴾ ''جس دن آسمان پگھلے تانبے جیسا ہو جائے گا۔'' حضرت ابن عباس، مجاہد، عطاء، سعید بن جبیر، عکرمہ، سدی اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی تلچھٹ کے ہیں۔[1] ﴿ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۙ⑨﴾ ''اور پہاڑ (دھنکی ہوئی) رنگین اون جیسے ہو جائیں گے۔'' عهن کے معنی دھنکی ہوئی اون کے ہیں۔ یہ مجاہد، قتادہ اور سدی کا قول ہے۔[2] یہ آیت کریمہ اس طرح ہے جیسا کہ حسب ذیل ہے: ﴿ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۭ﴾ (القارعۃ 5:101) ''اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے دھنکی ہوئی رنگین اون۔'' فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ⑩ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ﴾ ''اور کوئی جگری دوست کسی جگری دوست کو نہ پوچھے گا، حالانکہ وہ انھیں دکھلا بھی دیے جائیں گے۔'' یعنی کوئی دوست کسی دوست سے اس کا حال نہیں پوچھے گا، حالانکہ اسے بہت برے حال میں دیکھ رہا ہوگا لیکن اسے اپنی ہی پڑی ہوگی۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

① تفسیر الطبری: 90/29 و الدر المنثور: 418/6. ② تفسیر الطبری: 90/29 و 359/30.

سے روایت کیا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو جاننے پہچاننے کے باوجود ایک دوسرے سے بھاگیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝ ﴾ (عبس 37:80) ''ان میں سے ہر شخص کا اس دن ایسا حال ہوگا جو اسے دوسروں سے بے پروا کر دے گا۔''[1] یہ آیت کریمہ اس طرح ہے جیسا کہ حسب ذیل آیات میں ہے: ﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ﴾ (لقمٰن 33:31) ''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو کہ نہ تو باپ اپنی اولاد کے کچھ کام آئے گا اور نہ اولاد باپ کے کچھ کام آسکے گی۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔'' ﴿ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ ﴾ (فاطر 18:35) ''اور اگر کوئی بوجھ میں دبا ہوا اپنا بوجھ ہٹانے کے لیے کسی کو بلائے گا تو کوئی اس میں سے کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہو۔'' ﴿ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَاۗءَلُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمنون 101:23) ''پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اس دن نہ ان میں رشتہ داریاں ہوں گی اور نہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔'' ﴿ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۭ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۭ ۝ ﴾ (عبس 80:34-37) ''اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا، اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے (بھی)، ان میں سے ہر شخص کا اس دن ایسا حال ہوگا جو اسے دوسروں سے بے پروا کر دے گا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۢ بِبَنِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۝ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝ كَلَّا ۭ ﴾ ''مجرم چاہے گا کہ کاش! عذاب سے (بچنے کو) اپنے بیٹے فدیے میں دے دے۔ اور اپنی بیوی اور اپنا بھائی۔ اور اپنا خاندان جو اسے پناہ دیتا تھا۔ اور جتنے زمین پر ہیں سب، پھر وہ (فدیہ) اسے نجات دلا دے۔ ہرگز نہیں۔'' یعنی اس سے فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا، خواہ تمام اہل زمین ہی کو کیوں نہ لے آئے اور اپنے کیسے ہی عزیز ترین مال کو کیوں نہ پیش کرے، خواہ زمین بھر کر سونا کیوں نہ پیش کرے یا اپنے اس بیٹے کو کیوں نہ پیش کرے جسے دنیا میں اپنے جگر کا ٹکڑا سمجھتا تھا مگر آج قیامت کے دن کی ہولناکیوں کو دیکھ کر خواہش کرے گا کہ اے کاش! اپنے اس بیٹے کو فدیہ میں دے کر عذاب الٰہی سے بچ جائے مگر یہ فدیہ بھی اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔ مجاہد اور سدی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿ وَفَصِيْلَتِهِ ﴾ کے معنی اس کا قبیلہ اور خاندان والے ہیں۔[2] عکرمہ فرماتے ہیں کہ یعنی اپنے اس قبیلے کو جس کا وہ ایک فرد ہے۔[3] اشہب نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی ماں کے ہیں۔[4]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّهَا لَظٰى ۝ ﴾ ''بے شک وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔'' اب اللہ تعالیٰ آگ اور اس کی شدت حرارت کو بیان فرما رہا ہے کہ ﴿ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۝ ﴾ ''وہ کھالوں کو ادھیڑ ڈالنے والی ہوگی۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد فرماتے ہیں کہ وہ سر کی کھال کو ادھیڑ ڈالے گی۔[5] امام حسن بصری اور ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ وہ چہرے کی رعنائیوں کو ختم کر کے رکھ

---

① تفسیر الطبری: 91/29. ② تفسیر الطبری: 93/29. ③ تفسیر الماوردی: 92/6. ④ تفسیر الماوردی: 92/6 و تفسیر القرطبی: 286/18. ⑤ تفسیر الطبری: 94/29.

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿19﴾ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿20﴾ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿21﴾ إِلَّا

بے شک انسان کو بے صبر (تھڑدلا) پیدا کیا گیا⑲ جب اسے شر پہنچے تو گھبرا جاتا ہے⑳ اور جب اسے خیر ملے تو نہایت روکنے والا

الْمُصَلِّينَ ﴿22﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿23﴾ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ﴿24﴾

(کنجوس) بن جاتا ہے ㉑ مگر وہ نمازی ㉒ جو اپنی نماز پر ہمیشہ قائم ہیں ㉓ اور جن کے مالوں میں حق مقرر ہے ㉔

لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿25﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿26﴾ وَالَّذِينَ هُم مِّنْ

سوالی اور محروم کا ㉕ اور جو یوم جزا کی تصدیق کرتے ہیں ㉖ اور جو اپنے رب کے عذاب سے

عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ﴿27﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿28﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ

ڈرنے والے ہیں ㉗ بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ㉘ اور جو اپنی شرمگاہوں کی

حَافِظُونَ ﴿29﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿30﴾

حفاظت کرنے والے ہیں ㉙ سوائے اپنی بیویوں یا اپنی لونڈیوں کے، پھر یقیناً ان پر کوئی ملامت نہیں ㉚

فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿31﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

پھر جو کوئی اس کے علاوہ چاہے تو وہی حد سے گزرنے والے ہیں ㉛ اور جو اپنی امانتیں اور اپنے عہد نبھانے

رَاعُونَ ﴿32﴾ وَالَّذِينَ هُم بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿33﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿34﴾

والے ہیں ㉜ اور جو اپنی شہادتوں پر قائم ہیں ㉝ اور جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں ㉞

ع 1 35 7 أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ﴿35﴾

وہی لوگ باغوں میں معزز ہوں گے ㉟

دے گی۔ ① امام قتادہ فرماتے ہیں کہ وہ کھوپڑی کی کھال کو، چہرے کی رعنائیوں کو اور جسم کے اعضاء کو ادھیڑ کر رکھ دے گی۔ ② ضحاک فرماتے ہیں کہ جہنم کی یہ آگ ہڈی سے گوشت اور کھال کو اس طرح الگ الگ کر دے گی کہ کچھ بھی نہ چھوڑے گی۔ ③ ابن زید فرماتے ہیں کہ ﴿لِّلشَّوَىٰ﴾ اعضاء اور ہڈیوں کو کہتے ہیں۔ اور ﴿نَزَّاعَةً﴾ کے معنی ہیں کہ پہلے ان کی ہڈیوں کو توڑ دے گی اور پھر ان کی کھالوں کو اور خلقت کو بدل کر رکھ دے گی۔ ④

فرمان الٰہی ہے: ﴿تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ﴿17﴾ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ﴿18﴾﴾ ''وہ اس شخص کو پکارے گی جس نے پیٹھ پھیری اور (حق سے) منہ موڑا۔ اور (مال) جمع کیا اور سینت سینت کر (حفاظت سے) رکھا۔'' یعنی آگ اپنے ان بیٹوں کو بلائے گی جنھیں اللہ تعالیٰ نے اس آگ ہی کے لیے پیدا کیا ہے اور ان کے مقدر میں یہ لکھ دیا ہے کہ وہ دنیا میں ایسے عمل کریں گے جو انھیں اس جہنم میں لے جائیں گے۔ جہنم ان لوگوں کو بڑی فصیح و بلیغ زبان سے پکارے گا اور پھر میدان حشر سے ان کو اس طرح اچک لے گا جس طرح پرندہ دانے کو اچک لیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جو اعراض کریں گے

① الدر المنثور: 419/6. ② تفسیر الطبری: 95/29. ③ تفسیر الطبری: 95/29. ④ تفسیر الطبری: 95/29.

جس طرح پرندہ دانے کو اچک لیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جو اعراض کریں گے اور پیٹھ پھیرلیں گے، یعنی جنھوں نے دل سے تکذیب کی ہوگی اور اعضاء کے ساتھ عمل نہ کیا ہوگا۔ ﴿وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ⑱﴾ ''اور (مال) جمع کیا اور سینت سینت کر (حفاظت) سے رکھا۔'' اور مال میں سے نفقات اور زکاۃ کے طور پر اللہ تعالیٰ کے واجب حق کو ادا نہ کیا ہوگا۔ حدیث میں آیا ہے: [لَا تُوعِی فَيُوعِیَ اللّٰهُ عَلَيْكِ] ''مال کو گن گن کر نہ رکھو، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمھیں گن گن کر دے گا۔''①

تفسیر آیات :19-35

انسان کم حوصلہ ہے: اللہ تعالیٰ انسان کے بارے میں خبر دے رہا ہے کہ وہ گھٹیا اخلاق کا خوگر ہے۔ ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ⑲﴾ ''کچھ شک نہیں کہ انسان بے صبر پیدا کیا گیا ہے۔'' اور پھر اس کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے: ﴿اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ⑳﴾ ''جب اسے برائی پہنچتی ہے تو بہت جزع فزع کرنے والا ہوتا ہے۔'' یعنی جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو جزع فزع کرتا ہے اور شدت خوف سے اس کا دل پھٹنے لگتا ہے اور وہ اس بات سے مایوس ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد اسے کبھی خیر و عافیت بھی حاصل ہوگی۔ ﴿وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ㉑﴾ ''اور جب اسے بھلائی پہنچتی ہے تو نہایت روکنے والا (بخیل) بن جاتا ہے۔'' یعنی جب اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نعمت حاصل ہوتی ہے تو دوسروں کے بارے میں بخل سے کام لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا نہیں کرتا۔ امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [شَرُّ مَا فِي رَجُلٍ، شُحٌّ هَالِعٌ وَّ جُبْنٌ خَالِعٌ] ''آدمی میں جو سب سے بری بات ہے وہ بخل ہے جو انسان کو جزع فزع اور تنگی میں مبتلا کرتا ہے اور دل نکال دینے والی بزدلی ہے۔''② اسے ابوداود نے عبداللہ بن جراح از ابوعبدالرحمٰن المقری روایت کیا ہے اور عبدالعزیز صرف اسی سند میں موجود ہے۔③

برے اوصاف سے بچائے جانے والے خوش نصیب: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ㉒﴾ ''مگر وہ نمازی'' یعنی انسان اگرچہ مذموم صفات کے ساتھ متصف ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ بچا لے، نیکی کی توفیق و ہدایت عطا فرمائے اور اس کے اسباب کو آسان بنا دے اور وہ نمازی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرما رکھی ہے: ﴿الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآىِٕمُوْنَ ㉓﴾ ''جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں۔'' اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ نماز کے اوقات اور واجبات کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ معنی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، مسروق اور ابراہیم نخعی سے مروی ہے۔④ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سکون اور خشوع و خضوع سے نماز ادا کرنا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ﴾ (المؤمنون 2,1:23) ''بے شک ایمان والے کامیاب ہو گئے، جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرنے والے ہیں۔'' یہ عقبہ بن عامر کا قول ہے۔⑤ اسی سے ہے: الماءُ الدائم وہ پانی جو ساکن اور ٹھہرا ہوا ہو۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نماز میں طمانیت

---

① صحيح البخاري، الزكاة، باب الصدقة فيما استطاع، حديث: 1434 وصحيح مسلم، الزكاة، باب الحث على الإنفاق......، حديث: (89)-1029. ② مسند أحمد: 302/2. ③ سنن أبي داود، الجهاد، باب في الجرأة والجبن، حديث: 2511. ④ الدرالمنثور: 420/6. ⑤ تفسير الطبري: 98/29.

واجب ہے جو شخص اپنے رکوع وسجود میں طمانیت کا اظہار نہیں کرتا وہ گویا نماز کا التزام نہیں کرتا کیونکہ اس نے سکون ودوام اختیار نہیں کیا بلکہ اس نے نماز میں کوے کی طرح ٹھونگے مارے ہیں، لہٰذا وہ اس طرح کی نماز ادا کر کے فلاح نہیں پائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جب وہ کوئی نیک کام کرتے ہیں تو اس پر مداومت کرتے اور ثابت قدم رہتے ہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ تَعالٰى أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ] ''اللہ تعالیٰ کو وہ عمل سب سے زیادہ محبوب ہے جسے ہمیشہ ادا کیا جائے، اگرچہ وہ کم ہی ہو۔''①

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ ﴾ ''اور جن کے مالوں میں حق مقرر ہے۔ سوالی اور محروم کا۔'' یعنی ان کے اموال میں ضرورت مندوں کا حصہ مقرر اور طے شدہ ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ ﴾ ''اور وہ لوگ یوم جزا کی تصدیق کرتے ہیں۔'' یعنی وہ آخرت، حساب اور جزا و سزا پر ایمان رکھتے اور ایسے عمل کرتے ہیں جن سے وہ ثواب کی امید رکھتے اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ ﴾ ''اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے خوف رکھنے والے ہیں۔'' ﴿ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۝ ﴾ ''بے شک ان کے پروردگار کا عذاب (ایسا ہے کہ) اس سے بے خوف نہ ہوا جائے۔'' یعنی اس سے کوئی ایسا شخص بے خوف نہیں ہو سکتا جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو جانتا پہچانتا ہو الا یہ کہ اللہ تعالیٰ امان عطا فرما دے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' یعنی انھیں حرام سے روکتے ہیں اور انھیں ایسی جگہ سے بچاتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، اسی لیے تو فرمایا ہے: ﴿ اِلَّا عَلٰٓي اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاۗءَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ ﴾ ''مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں سے کہ (ان کے پاس جانے پر) انھیں کوئی ملامت نہیں، اور جو لوگ ان کے سوا اور کے خواست گار ہوں تو وہی لوگ حد سے نکل جانے والے ہیں۔'' ان آیات کی تفسیر سورۂ مؤمنون کے آغاز میں گزر چکی ہے، لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔②

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اقراروں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' یعنی جب ان کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت نہیں کرتے اور جب وعدہ کریں تو وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ یہ مومنوں کی صفات ہیں اور ان کے برعکس منافقوں کی صفات ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے: [آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ] ''منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب

① صحيح البخاري، الرقاق، باب القصد والمداومة على العمل، حديث: 6464 وصحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب فضيلة العمل الدائم......، حديث: (218)-783 واللفظ له. ② دیکھیے المؤمنون، آیات: 5-7 کے ذیل میں عنوان: ''فحاشی کے منکر''

فَمَالِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِیْنَ ﴿36﴾ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِیْنَ ﴿37﴾ اَیَطْمَعُ كُلُّ

پھر (اے نبی!) کافروں کو کیا ہوا ہے کہ آپ کی طرف دوڑے آرہے ہیں؟ ﴿36﴾ دائیں سے اور بائیں سے گروہ کے گروہ ﴿37﴾ کیا ان میں سے ہر شخص طمع

امْرِیءٍ مِّنْهُمْ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِیْمٍ ﴿38﴾ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ ﴿39﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ

رکھتا ہے کہ اسے نعمتوں والی جنت میں داخل کیا جائے گا؟ ﴿38﴾ ہرگز نہیں! بے شک ہم نے انھیں اس چیز سے تخلیق کیا جسے وہ جانتے ہیں ﴿39﴾ پس میں

بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿40﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ خَیْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ

مشرقوں اور مغربوں کے رب کی قسم کھاتا ہوں! یقیناً ہم قادر ہیں ﴿40﴾ اس بات پر کہ (انھیں) بدل کر ان سے بہتر لے آئیں، اور ہم عاجز و مغلوب

بِمَسْبُوْقِیْنَ ﴿41﴾ فَذَرْهُمْ یَخُوْضُوْا وَیَلْعَبُوْا حَتّٰى یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿42﴾

نہیں ﴿41﴾ چنانچہ آپ انھیں چھوڑ دیجیے، وہ باتیں بنائیں اور کھیلیں حتی کہ اپنے اس دن سے دوچار ہوں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے ﴿42﴾

یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ ﴿43﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ

جس دن وہ قبروں سے دوڑتے نکلیں گے جیسے وہ آستانوں کی طرف دوڑ رہے ہوں ﴿43﴾ ان کی نگاہیں جھکی ہوں گی،

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْیَوْمُ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿44﴾ ع 2/9/8

ان پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا ﴿44﴾

بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔''[1] اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: [إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ] ''جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی دے۔''[2]

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآىِٕمُوْنَ ﴿33﴾﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں۔'' یعنی شہادتوں کی حفاظت کرتے ہیں، ان میں کمی بیشی نہیں کرتے اور نہ انھیں چھپاتے ہیں۔ ﴿وَمَنْ یَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ﴾ (البقرۃ 283:2) ''اور جو شخص اسے چھپائے گا تو وہ دل کا گناہ گار ہوگا۔'' پھر فرمایا: ﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿34﴾﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔'' یعنی نماز کو وقت پر ادا کرتے ہیں اور اس کے ارکان، واجبات اور مستحبات کا خیال رکھتے ہیں۔ اس مقام پر کلام کا آغاز بھی نماز سے ہوا اور اختتام بھی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نماز کس قدر اہم ہے اور اسے کس قدر شرف حاصل ہے جیسا کہ سورۂ مؤمنون کے آغاز میں بیان کیا جا چکا ہے، اسی لیے وہاں یہ فرمایا تھا: ﴿اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ﴿10﴾ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿11﴾﴾ (المؤمنون 11,10:23) ''یہی لوگ وارث ہیں جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' اور یہاں یہ فرمایا ہے: ﴿اُولٰٓىِٕكَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿35﴾﴾ ''یہی لوگ باغ ہائے بہشت میں عزت و اکرام سے ہوں گے۔'' یعنی مختلف انواع و اقسام کی لذتوں اور مسرتوں سے ان کی عزت

---

[1] صحیح البخاری، الإیمان، باب علامات المنافق، حدیث: 33 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ. [2] صحیح البخاری، الإیمان، باب علامات المنافق، حدیث: 34 عن عبداللّٰه بن عمرو رضی اللہ عنہ.

افزائی کی جائے گی۔

تفسیر آیات:36-44

کفار کو سرزنش: اللہ تعالیٰ ان کفار کی تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے جو نبی ﷺ کے زمانے میں تھے اور وہ آپ کا اور اس ہدایت کا مشاہدہ کررہے تھے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا تھا اور جن عظیم الشان معجزات کے ساتھ آپ کی تائید وحمایت فرمائی تھی لیکن اس کے باوجود وہ آپ سے بھاگتے، آپ سے اپنی راہ الگ اختیار کرتے اور گروہ در گروہ اور جماعت در جماعت ہوکر آپ سے دائیں بائیں چھٹ جاتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ۙ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۙ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۭ﴾ (المدثر 74:49-51) ''پھر انھیں کیا ہوا ہے کہ نصیحت سے روگرداں ہورہے ہیں، گویا کہ وہ گدھے ہیں (یعنی) شیر سے (ڈرکر) بھاگے ہیں۔'' اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴾ ''تو ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ آپ کی طرف تیزی سے دوڑے چلے آتے ہیں۔'' یعنی اے محمد ﷺ! ان کافروں کو کیا ہوگیا ہے جو آپ کے پاس ہیں کہ یہ آپ سے دور بھاگتے چلے جاتے ہیں۔ امام حسن بصری نے بھی اس کے یہی معنی بیان فرمائے ہیں۔[1] ﴿ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴾ ''دائیں سے اور بائیں سے گروہ در گروہ۔'' ﴿ عِزِيْنَ ﴾ کا واحد عزة ہے اور اس کے معنی متفرق ہونے والوں کے ہیں۔[2] یہ ﴿ مُهْطِعِيْنَ ﴾ سے حال ہے، یعنی وہ افتراق واختلاف کی حالت میں دور بھاگے چلے جاتے ہیں۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں اور ﴿ عِزِيْنَ ﴾ کے معنی ہیں: لوگوں کے گروہ جو دائیں بائیں سے اعراض کررہے اور آپ کا مذاق اڑا رہے ہیں۔[3] حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے جبکہ وہ مختلف حلقوں کی صورت میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا: [مَالِي أَرَاكُمْ عِزِينَ] ''کیا بات ہے تم لوگ الگ الگ کیوں بیٹھے ہو۔'' اسے امام احمد، مسلم، ابوداود، نسائی اور ابن جریر نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ۙ كَلَّا ۭ﴾ ''کیا ان میں سے ہر شخص طمع رکھتا ہے کہ اسے نعمتوں والی جنت میں داخل کیا جائے گا، ہرگز نہیں!'' یعنی کیا یہ لوگ اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ نعمتوں بھری جنتوں میں داخل ہوں گے، حالانکہ ان کا حال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دور بھاگ رہے ہیں اور حق سے منہ موڑ رہے ہیں، اس لیے یہ لوگ ہرگز ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوسکیں گے بلکہ ان کا ٹھکانا تو جہنم ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ قیامت آکر رہے گی اور وہ عذاب واقع ہوکر رہے گا جس کا یہ انکار کررہے اور جس کے وجود کو بہت بعید تصور کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ

[1] تفسير الطبرى: 105/29. [2] تفسير الطبرى: 105/29. [3] تفسير الطبرى: 105/29. [4] مسند أحمد: 93/5 وصحيح مسلم، الصلاة، باب الأمر بالسكون فى الصلاة......، حديث: 430 وسنن أبى داود، الأدب، باب فى التحلق، حديث: 4823 والسنن الكبرى للنسائى، التفسير، باب قوله: ﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا﴾: 498/6، حديث: 11622 وتفسير الطبرى: 107/29.

نے اس سلسلے میں ان کے ابتدائے خلق سے استدلال فرمایا ہے کہ جس نے پہلی دفعہ انھیں پیدا کیا، اس کے لیے انھیں دوبارہ پیدا کرنا تو زیادہ آسان ہے اور اس بات کا خود انھیں بھی اعتراف ہے، فرمایا: ﴿ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ۝۳۹ ﴾ ”بلاشبہ ہم نے انھیں اس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ جانتے ہیں۔“ یعنی کمزور سی منی سے پیدا کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ ﴾ (المرسلٰت 20:77) ”کیا ہم نے تمھیں حقیر پانی سے نہیں پیدا کیا؟“ اور فرمایا: ﴿ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝ ﴾ (الطارق 86:5-10) ”چنانچہ انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے، وہ اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔ بے شک اللہ اس کے اعادے (پھر پیدا کرنے) پر قادر ہے، جس دن راز ظاہر کر دیے جائیں گے تو انسان کے پاس نہ کوئی قوت ہوگی اور نہ کوئی اس کا مددگار ہوگا۔“

پھر فرمایا: ﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ ﴾ ”مجھے مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم!“ یعنی جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا، مشرق و مغرب بنائے، کواکب کو مسخر فرمایا جو مشرقوں سے طلوع اور مغربوں میں غروب ہوتے ہیں، حاصل کلام یہ ہے کہ بات اس طرح نہیں جیسے تم خیال کرتے ہو کہ نہ آخرت ہے، نہ حساب اور نہ دوبارہ اٹھنا بلکہ یہ سب کچھ یقینی طور پر ایک نہ ایک دن ضرور واقع ہونے والا ہے۔ اسی لیے ابتدائے قسم میں حرف نفی لا لایا گیا ہے تاکہ وہ اس بات پر دلالت کرے کہ مقسم علیہ نفی ہے اور وہی مضمونِ کلام ہے، یعنی ان کے اس گمانِ فاسد کی تردید جو یہ روز قیامت کی نفی کرتے ہیں، حالانکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایسی عظیم الشان نشانیاں دیکھی ہیں جو قیامت برپا کرنے سے کہیں بڑھ کر ہیں اور وہ حیوانات و جمادات اور آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا اور ان میں موجود تمام مخلوقات کو مسخر کرنا ہے، اسی لیے تو اس نے فرمایا ہے: ﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمن 40:57) ”البتہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴾ (الأحقاف 46:33) ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں وہ اس (بات) پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے؟ کیوں نہیں! بلاشبہ وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“ ایک دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ ﴾ (یٰسٓ 36:81,82) ”بھلا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ (ان کو پھر) ویسے ہی پیدا کر دے؟ کیوں نہیں اور وہی تو (سب کچھ) پیدا کرنے والا، خوب علم والا ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۝۴۰ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ ﴾ ”مجھے مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم! یقیناً ہم طاقت رکھتے ہیں اس

بات پر کہ (انھیں) بدل کران سے بہتر لے آئیں۔‘‘یعنی اس بات پر قادر ہیں کہ ان سے بہتر لوگ بدل لائیں۔یعنی قیامت کے دن انھیں ان کے ان جسموں سے بہتر جسموں میں لائیں اور ہمیں اس بات کی بھی پوری پوری قدرت حاصل ہے۔

اور فرمایا: ﴿ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴾ ’’اور ہم (اس سے) عاجز ومغلوب نہیں ہیں۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝ ﴾ (القیٰمة 75:3,4) ’’کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی بکھری ہوئی ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے، کیوں نہیں! بلکہ ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (الواقعة 56:60,61) ’’ہم نے تم میں مرنا ٹھہرا دیا ہے اور ہم اس (بات) سے عاجز نہیں (بلکہ قادر ہیں) کہ تمھاری طرح کے اور لوگ (تمھاری جگہ) لے آئیں اور ہم تمھیں پیدا کریں ایسی (صورت) میں جسے تم نہیں جانتے۔‘‘ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے ﴿ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ﴾ کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ ہم ان سے بہتر لوگ لے آئیں جو ہماری اطاعت کریں اور نافرمانی نہ کریں۔ [1] انھوں نے اس آیت کو حسبِ ذیل آیت کی طرح قرار دیا ہے۔ ﴿ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ۝ ﴾ (محمد 47:38) ’’اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمھاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا پھر وہ تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔‘‘ لیکن دوسری آیات کی دلالت کی وجہ سے پہلے معنی ہی زیادہ واضح ہیں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ.

پھر فرمایا: ﴿ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا ﴾ ’’لہٰذا آپ ان کو چھوڑ دیجیے وہ (باطل میں) مشغول رہیں اور کھیلتے رہیں۔‘‘ یعنی اے محمد! انھیں اپنی تکذیب، کفر اور عناد میں پڑے رہنے دیں۔ ﴿ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝ ﴾ ’’یہاں تک کہ اس دن سے دوچار ہوں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔‘‘ تو اس وقت اپنے انجام کو معلوم کر لیں گے اور اس کے وبال کے مزے کو چکھ لیں گے۔ ﴿ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۝ ﴾ ’’اس دن یہ قبروں سے نکل کر (اس طرح) دوڑیں گے جیسے وہ آستانوں کی طرف دوڑ رہے ہوں۔‘‘ یعنی جب رب تبارک وتعالیٰ انھیں پکارے گا تو یہ اپنی قبروں سے اٹھ کر میدان حشر کی طرف اس طرح تیز دوڑیں گے جیسے وہ آستانوں کی طرف بھاگ رہے ہوں۔ حضرت ابن عباس، مجاہد اور ضحاک فرماتے ہیں جیسے مقررہ نشانی کی طرف دوڑ رہے ہوں۔ [2] ابو العالیہ اور یحییٰ بن ابو کثیر کا قول ہے کہ جیسے مقررہ ہدف کی طرف بھاگ رہے ہوں۔ [3] جمہور نے نَصْب نون کے فتحہ اور صاد کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ مصدر ہے اور منصوب کے معنی میں ہے۔ امام حسن بصری نے اسے ﴿ نُصُبٍ ﴾ نون اور صاد کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کے معنی بت کے ہیں۔ [4] یعنی حشر کی طرف وہ اس طرح بھاگیں گے جیسے دنیا میں بت کی طرف بھاگتے تھے۔ اور ﴿ يُوْفِضُوْنَ ۝ ﴾ کے معنی ہیں کہ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے کہ کون اسے سب سے پہلے ہاتھ لگاتا ہے۔ یہ معنی امام

---

[1] تفسیر الطبری: 108/29. [2] تفسیر الطبری: 111,110/29. [3] تفسیر الطبری: 111,110/29. [4] تفسیر الطبری: 110/29.

مجاہد، یحییٰ بن ابوکثیر، مسلم بطین، قتادہ، ضحاک، ربیع بن انس، ابوصالح، عاصم بن بہدلہ، ابن زید اور دیگر کئی مفسرین سے مروی ہے۔[1]
فرمان الٰہی: ﴿ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ﴿ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ط ﴾ ''ذلت ان پر چھارہی ہوگی'' اس تکبر کے مقابلے میں جو انھوں نے دنیا میں اطاعت کے بجائے اختیار کیا تھا۔ ﴿ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿44﴾ ﴾ ''یہی وہ دن ہے جس کا وہ وعدہ دیے جاتے تھے۔''

سورۂ معارج کی تفسیر مکمل ہوگئی۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

[1] تفسیر الطبری: 111,110/29 وزاد المسیر: 122/8 .

تفسیر سُورۂ نُوح

یہ مکی سورت ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ① قَالَ

بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ تو اپنی قوم کو ڈرا، اس سے پہلے کہ انھیں دردناک عذاب آلے① اس نے کہا:

يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ② اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ③ يَغْفِرْ لَكُمْ

اے میری قوم! بے شک میں تمھیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں② یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو③ وہ گناہوں

مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ م وقف لازم

سے تمھاری مغفرت کرے گا اور تمھیں ایک مقرر وقت تک مہلت دے گا۔ بے شک جب اللہ کا مقرر وقت آجائے تو وہ موخر نہیں ہوتا۔

لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ④

کاش! تمھیں علم ہوتا④

تفسیر آیات : 1-4

نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کو دعوت: اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کے بارے میں فرما رہا ہے کہ اس نے انھیں ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا اور حکم دیا کہ انھیں اللہ کے عذاب کے آنے سے پہلے ڈراؤ، اگر وہ توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع کر لیں گے تو ان سے عذاب کو دور کر دیا جائے گا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ① قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ② ﴾ ”یہ کہ تم اپنی قوم کو ڈراؤ پیشتر اس کے کہ ان پر درد دینے والا عذاب آواقع ہو۔ اس (نوح) نے کہا: اے میری قوم! بے شک میں تمھیں کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں۔“ یعنی میں تمھیں کھلم کھلا، ظاہر اور واضح طور پر ڈرا رہا ہوں۔ ﴿ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ﴾ ”کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو۔“ یعنی ان امور کو ترک کر دو جنھیں اس نے حرام قرار دیا ہے اور گناہوں سے اجتناب کرو۔ ﴿ وَاَطِيْعُوْنِ ③ ﴾ ”اور میرا کہا مانو۔“ یعنی میں جو تمھیں حکم دے رہا ہوں اور منع کر رہا ہوں تو اس سلسلے میں میری اطاعت کرو۔ ﴿ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ ﴾ ”وہ تمھارے گناہ بخش دے گا۔“ یعنی جب تم وہ کام کرو گے جن کا میں تمھیں حکم دے رہا ہوں اور اس کی تصدیق کرو گے جس کے ساتھ میں تمھاری طرف بھیجا گیا ہوں تو اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ معاف فرما دے گا۔ ﴿ مِّنْ ﴾ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ زائد ہے لیکن اثبات کے موقع پر حرف مِنْ کا زائد

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ⑤ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ⑥ وَاِنِّيْ

اس نے کہا: میرے رب! بے شک میں نے اپنی قوم کو رات دن دعوت دی⑤ چنانچہ میری دعوت نے ان کے (حق سے) فرار ہی کو زیادہ کیا⑥ اور

كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا

میں نے جب بھی انھیں دعوت دی تاکہ تو ان کی مغفرت کرے، تو انھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑے (اوپر)

وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ⑦ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ⑧ ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ

لپیٹ لیے اور ضد کی اور انتہائی تکبر کیا⑦ پھر بے شک میں نے انھیں کھلی دعوت دی⑧ پھر میں نے ان سے علانیہ کہا اور چپکے چپکے بھی

لَهُمْ اِسْرَارًا ⑨ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ⑩ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ

سمجھایا⑨ چنانچہ میں نے کہا: تم اپنے رب سے استغفار کرو۔ بے شک وہ بڑا ہی بخشنے والا ہے⑩ وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار

مِّدْرَارًا ⑪ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ⑫ مَا لَكُمْ

بارش برسائے گا⑪ اور تمھیں مال اور بیٹوں سے بڑھائے گا اور تمھارے لیے باغ پیدا کرے گا اور نہریں جاری کرے گا⑫ تمھیں کیا ہوا ہے

لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ⑬ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ⑭ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ

کہ اللہ کے لیے وقار (عظمت) کا عقیدہ نہیں رکھتے؟⑬ حالانکہ اس نے تمھیں کئی مرحلوں میں تخلیق کیا ہے⑭ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے سات

طِبَاقًا ⑮ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ⑯ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

آسمان تہ بہ تہ کیسے تخلیق کیے؟⑮ اور اس نے ان میں چاند کو روشن اور سورج کو چراغ بنایا؟⑯ اور اللہ ہی نے تمھیں زمین سے

نَبَاتًا ⑰ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ⑱ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ

(خاص انداز سے) اگایا؟⑰ پھر وہ تمھیں اس میں لوٹائے گا، اور پھر تمھیں (دوبارہ) نکالے گا⑱ اور اللہ نے زمین کو تمھارے لیے

بِسَاطًا ⑲ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ⑳ ع 1/20/9

بچھونا بنایا⑲ تاکہ تم اس کی کھلی راہوں میں چلو⑳

آنا بہت قلیل الاستعمال ہے۔ ﴿ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ﴾ ”اور وہ تمھیں ایک وقت مقرر تک مہلت دے گا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ تمھاری عمریں دراز کر دے گا اور تم سے عذاب ٹال دے گا۔ اور اگر تم نے ان کاموں سے اجتناب نہ کیا جن سے میں تمھیں منع کرتا ہوں تو پھر وہ تمھیں عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ اس آیت سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اطاعت، نیکی اور صلہ رحمی سے حقیقی طور پر عمر میں اضافہ ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے: [صِلَةُ الرَّحِمِ تَزِيدُ فِي الْعُمُرِ] ”صلہ رحمی عمر میں اضافہ کرتی ہے۔“[1]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ④ ﴾ ”بے شک اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجاتا ہے تو مؤخر نہیں کیا جاتا، کاش! تم جانتے ہوتے۔“ یعنی عذاب الٰہی آنے سے پہلے پہلے اطاعت و بندگی اختیار کرلو

① المعجم الأوسط للطبراني: 273/1، حديث: 943 اور دیکھیے السلسلة الصحيحة: 535/4-539، حدیث: 1908 کے ذیل میں۔

کیونکہ جب عذاب الٰہی آجائے تو اسے نہ ٹالا جاسکتا ہے اور نہ روکا جاسکتا ہے کیونکہ اس عظیم ہستی نے ہر چیز کو مغلوب کر رکھا ہے اور وہ اس قدر غالب ہے کہ تمام مخلوقات اس کے سامنے عاجز و درماندہ ہیں۔

تفسیر آیات :5-20

نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کا شکوہ کرنا: اللہ تعالیٰ اپنے عبد اور رسول نوح علیہ السلام کے بارے میں بیان فرما رہا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کی طرف سے جن آلام و مصائب کا سامنا کیا اور پھر ساڑھے نوسو برس کی اس طویل مدت میں صبر کیا اور قوم کے سامنے رشد و بھلائی اور سیدھے راستے کو بیان کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی مگر انھوں نے ایک نہ سنی تو حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں شکوہ کرتے ہوئے عرض کی: ﴿ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ﴾ ''(اے میرے پروردگار!) بے شک میں اپنی قوم کو رات دن دعوت دیتا رہا۔'' یعنی تیری اطاعت بجالاتے اور تیرے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے میں نے انھیں دن رات بلانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ﴿ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ﴾ ''چنانچہ میری دعوت نے ان کے فرار ہی میں اضافہ کیا۔'' یعنی جب بھی میں نے انھیں دعوت دی تاکہ حق کے قریب ہو جائیں لیکن یہ حق سے دور ہوتے اور بھاگتے ہی رہے۔ ﴿ وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ ﴾ ''اور بلاشبہ جب بھی میں نے انھیں دعوت دی کہ تو انھیں معاف فرمائے تو انھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑے لپیٹ لیے۔'' یعنی انھوں نے اپنے کان بند کر لیے تاکہ اس بات کو نہ سن سکیں جس کی میں انھیں دعوت دیتا ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کفارِ قریش کے بارے میں ہمیں یہ بتایا ہے: ﴿ وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝ ﴾ (حٰمٓ السجدة 41 : 26) ''اور کافروں نے کہا: تم اس قرآن کو مت سنو اور (جب پڑھا جائے تو) شور مچاؤ تاکہ تم غالب آجاؤ۔''

ابن جریج نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اجنبی بن گئے تاکہ آپ انھیں پہچان نہ سکیں۔[1] سعید بن جبیر اور سدی فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ انھوں نے اپنے سر ڈھانپ لیے تاکہ آپ کی بات نہ سن سکیں۔[2] ﴿ وَاَصَرُّوْا ﴾ ''اور وہ (اپنے بہت بڑے اور بدترین شرک و کفر ہی پر) اڑے رہے۔'' ﴿ وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ﴾ ''اور انھوں نے انتہائی تکبر کیا۔'' یعنی انھوں نے حق کی پیروی کرنے اور اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ ﴿ ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ﴾ ''پھر بے شک میں نے انھیں کھلی دعوت دی۔'' یعنی لوگوں کے درمیان کھلم کھلا دعوت پہنچائی ﴿ ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ ﴾ ''پھر میں نے ان سے علانیہ کہا۔'' یعنی پھر میں ظاہری طور پر بلند آواز سے انھیں دعوت دیتا رہا۔ ﴿ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ﴾ ''اور میں نے انھیں چپکے چپکے سمجھایا۔'' یعنی پوشیدہ طور پر بھی کہ اس کا مجھے اور انھیں ہی علم تھا۔ آپ نے دعوت کے لیے مختلف اسلوب اختیار فرمائے تاکہ یہ آپ کی دعوت پر لبیک کہیں اور دعوت کامیابی سے ہمکنار ہو۔

نوح علیہ السلام نے کیا دعوت دی؟ ﴿ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴾ ''چنانچہ میں نے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے معافی مانگو بلاشبہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، اپنی اس حالت کو چھوڑ دو جس پر تم ہو اور

[1] الدر المنثور : 424/6. [2] الدر المنثور : 424/6.

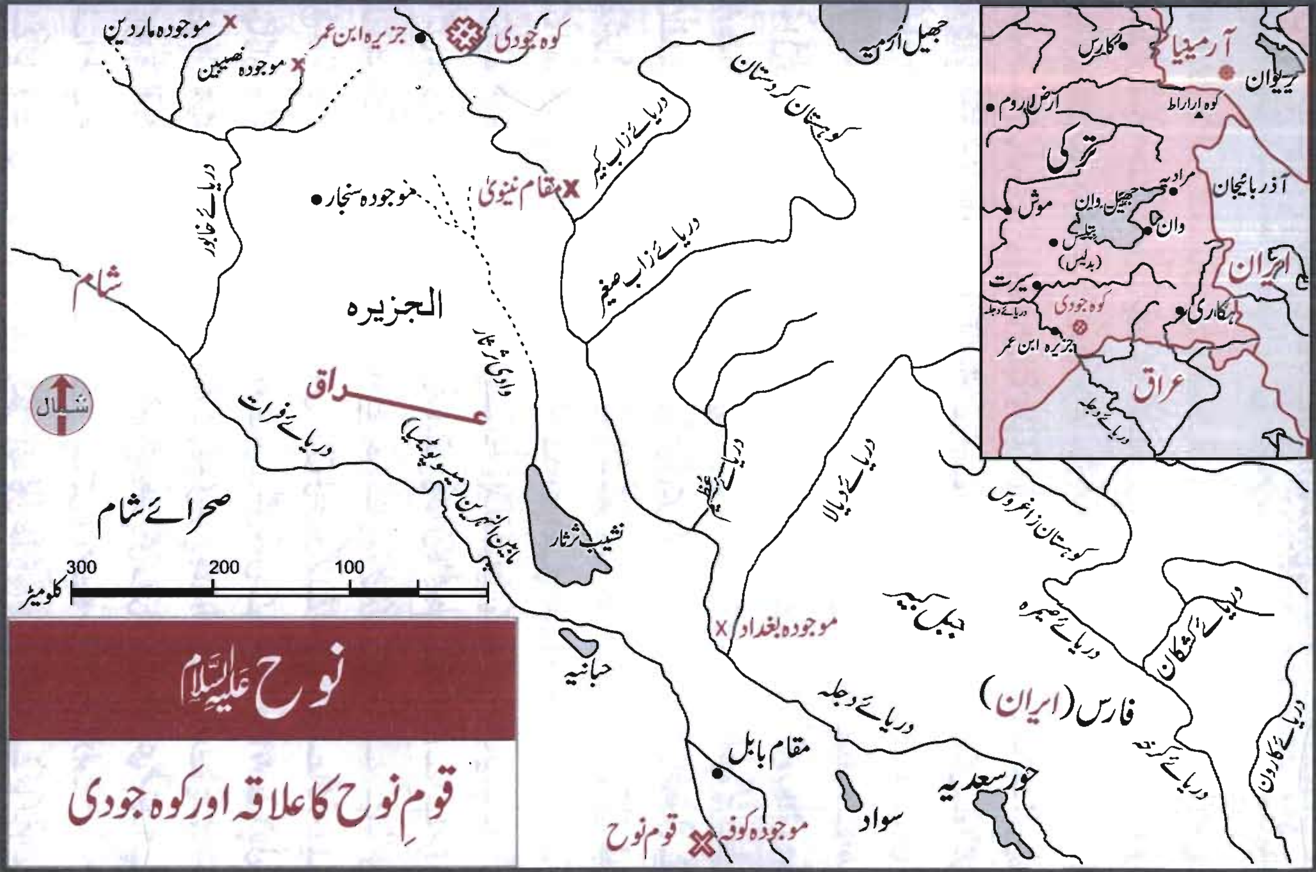

www.KitaboSunnat.com

فوراً اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو کیونکہ جو توبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے، خواہ اس کے گناہ کفر وشرک کے اعتبار سے کتنے ہی بڑے ہوں، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ ﴾ ''چنانچہ میں نے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے معافی مانگو بلاشبہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے، وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا۔'' اس آیت کریمہ کی وجہ سے نماز استسقاء میں اس سورت کی قراءت مستحب ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ استسقاء کے لیے منبر پر چڑھے تو آپ نے صرف استغفار کیا اور آیات استغفار پڑھنے پر اکتفا فرمایا جن میں سے ایک آیت یہ بھی ہے: ﴿ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ ﴾ پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے آسمان کے ان راستوں سے بارش طلب کی ہے جن سے بارش نازل ہوتی ہے۔[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ ﴿ مِّدْرَارًا ۝ ﴾ کے معنی مسلسل اور موسلا دھار بارش کے ہیں۔[2] ﴿ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝ ﴾ ''اور مال اور بیٹوں سے تمھاری مدد فرمائے گا اور وہ تمھارے لیے باغ پیدا کرے گا اور تمھارے لیے نہریں بنادے گا۔'' یعنی جب تم اللہ کی جناب میں توبہ کرو گے، اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو گے اور اس کی اطاعت بجالاؤ گے تو تمھارے رزق میں فراوانی ہوجائے گی، آسمان کی برکتوں سے تمھیں پلائے گا اور زمین سے بابرکت فصلیں اُگائے گا۔ جانور بکثرت دودھ دینے لگیں گے۔ اللہ تعالیٰ مال اور اولاد سے تمھیں سرفراز فرمائے گا، یعنی اللہ تعالیٰ تمھیں مال واولاد سے بھی نوازے گا اور ایسے باغات سے بھی جو انواع واقسام کے پھلوں سے لدے پھدے ہوں گے اور جن میں نہریں رواں دواں ہوں گی۔

یہاں تک تو دعوت میں ترغیب کا اسلوب تھا اور پھر ترہیب کا انداز اختیار کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝ ﴾ ''تمھیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کا اعتقاد نہیں رکھتے؟'' ﴿ وَقَارًا ۝ ﴾ کے معنی عظمت کے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور ضحاک کا یہی قول ہے۔[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم اس طرح اللہ کی تعظیم نہیں کرتے جس طرح اس کی عظمت کا حق ہے،[4] یعنی تم اس کی سزا اور عذاب سے نہیں ڈرتے۔ ﴿ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝ ﴾ ''حالانکہ یقیناً اس نے تمھیں کئی مرحلوں میں پیدا کیا ہے۔'' اس کے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں نطفے سے پیدا فرمایا، پھر اس سے خون کی پھٹکی بنائی اور پھر اس سے گوشت کا لوتھڑا بنایا۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، قتادہ، یحییٰ بن رافع، سدی اور ابن زید کا قول ہے۔[5]

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝ ﴾ ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کیسے سات آسمان اوپر تلے بنائے ہیں؟'' یعنی ایک کے اوپر دوسرا آسمان بنایا، کیا وہ صرف سننے سے ہی معلوم ہوئے ہیں یا ان حسی وجوہ سے

[1] تفسير الطبري: 116/29. [2] صحيح البخاري، التفسير، سورة نوح، قبل الحديث: 4920 و تفسير الطبري: 116/29. [3] تفسير الطبري: 117/29. [4] تفسير الطبري: 117/29 و تفسير ابن أبي حاتم: 3375/10. [5] تفسير الطبري: 119،118/29 والدر المنثور: 425/6.

قَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ اِنَّهُمۡ عَصَوۡنِىۡ وَاتَّبَعُوۡا مَنۡ لَّمۡ يَزِدۡهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿21﴾

نوح نے کہا: اے میرے رب! بے شک انھوں نے میری نافرمانی کی اور ان کی اتباع کی جنھیں ان کے مال اور اولاد نے خسارے ہی میں بڑھایا ﴿21﴾

وَمَكَرُوۡا مَكۡرًا كُبَّارًا ﴿22﴾ وَقَالُوۡا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمۡ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا

اور انھوں نے بڑے بڑے مکر کیے ﴿22﴾ اور انھوں نے کہا: تم ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو، اور ہرگز نہ چھوڑو تم وَدّ کو اور نہ سُواع کو

يَغُوۡثَ وَيَعُوۡقَ وَنَسۡرًا ﴿23﴾ وَقَدۡ اَضَلُّوۡا كَثِيۡرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيۡنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿24﴾

اور نہ یَغُوث اور یَعُوق اور نَسر کو ﴿23﴾ اور بلاشبہ انھوں نے بہتوں کو گمراہ کیا، اور (اے اللہ!) تو ظالموں کو ضلالت ہی میں زیادہ کر ﴿24﴾

معلوم ہوئے جو ستاروں کی چال اور ان کے کسوف سے سمجھی جاسکتی ہیں؟ بہرحال مقصود یہ ہے کہ ﴿ خَلَقَ اللّٰهُ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿15﴾ وَّجَعَلَ الۡقَمَرَ فِيۡهِنَّ نُوۡرًا وَّجَعَلَ الشَّمۡسَ سِرَاجًا ﴿16﴾ ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے سات آسمان بنائے اور چاند کو ان میں نور اور سورج کو چراغ بنایا ہے۔'' اور دونوں کو الگ الگ قسم کی روشنی عطا فرمائی ہے اور دونوں میں سے ہر ایک کو الگ الگ نمونہ ونشان بنادیا کہ سورج کے طلوع وغروب سے رات اور دن کا پتہ چلتا رہے اور چاند کے لیے اس نے کئی منزلیں اور کئی راستے مقرر فرمادیے ہیں اور پھر اس کی روشنی میں بھی فرق رکھا کہ کبھی اس کی روشنی بڑھنے لگتی ہے حتی کہ بڑھتے بڑھتے وہ درجہ کمال تک پہنچ جاتی ہے اور پھر کم ہونا شروع ہوجاتی ہے حتی کہ چاند آنکھوں سے اوجھل ہوجاتا ہے تاکہ مہینوں اور برسوں کے آنے جانے کا علم ہوتا رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ هُوَ الَّذِىۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِيَآءً وَّالۡقَمَرَ نُوۡرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِيۡنَ وَالۡحِسَابَ‌ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالۡحَـقِّ‌ ۚ يُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ۝ ﴾ (یونس 10: 5) ''وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور (کاموں کا) حساب معلوم کرو یہ (سب کچھ) اللہ نے حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ سمجھنے والوں کے لیے وہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔''

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاللّٰهُ اَنۡۢبَتَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ نَبَاتًا ﴿17﴾ ﴾ ''اور اللہ ہی نے تمھیں زمین سے پیدا کیا ہے۔'' ﴿ نَبَاتًا ﴿17﴾ ﴾ اسم مصدر ہے اور یہاں اسے لانا بہت ہی احسن ہے۔ ﴿ ثُمَّ يُعِيۡدُكُمۡ فِيۡهَا ﴾ ''پھر اسی میں وہ تمھیں لوٹائے گا۔'' یعنی جب تم مرجاؤ گے۔ ﴿ وَيُخۡرِجُكُمۡ اِخۡرَاجًا ﴿18﴾ ﴾ ''اور (اسی سے) تمھیں نکال کھڑا کرے گا۔'' یعنی قیامت کے دن اسی طرح دوبارہ پیدا کرے گا جیسے اس نے پہلی مرتبہ پیدا فرمایا تھا ﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَـكُمُ الۡاَرۡضَ بِسَاطًا ﴿19﴾ ﴾ ''اور اللہ ہی نے زمین کو تمھارے لیے فرش بنایا۔'' یعنی اسے پھیلا دیا، بچھا دیا اور بلند وبالا چوٹیوں والے مضبوط و مستحکم پہاڑوں کے ساتھ اسے قرار وثبات بخشا ہے۔ ﴿ لِّتَسۡلُكُوۡا مِنۡهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿20﴾ ﴾ ''تاکہ تم اس کے بڑے بڑے کشادہ رستوں میں چلو پھرو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمھارے لیے پیدا فرمایا تاکہ تم اس میں قرار پکڑو اور اس کے اطراف واکناف میں جہاں چاہو چل پھر سکو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان سب باتوں کو اس لیے ذکر کیا تاکہ قوم کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں کارفرما اللہ تعالیٰ کی قدرت وعظمت اور ان نعمتوں کا علم ہو جو سماوی وارضی منافع کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے انھیں مہیا فرما رکھی ہیں کہ وہی خالق ورازق ہے، اس نے آسمانوں کو

چھت اور زمین کو فرش بنا دیا، اپنی مخلوق کو زمین سے پیدا ہونے والے رزق فراواں سے نوازا، لہٰذا واجب ہے کہ صرف اور صرف اسی ذات گرامی کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے کیونکہ اس کی نہ نظیر ہے اور نہ عدیل، نہ کوئی اس کا شریک ہے اور نہ ہمسر، نہ اس کی بیوی ہے اور نہ کوئی بیٹا اور نہ کوئی اس کا وزیر و مشیر ہے بلکہ وہ بہت بلند و بالا اور سب سے بڑا ہے۔

تفسیر آیات :21-24

نوح علیہ السلام کا اپنے رب کے پاس شکوہ: اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کے متعلق یہ خبر دے رہا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے اس کا ذکر کیا، حالانکہ وہ سب کچھ جاننے والا ہے اور اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں، بے شک نوح علیہ السلام کی وضاحت جو پہلے ذکر ہوئی ہے اور ان کی دعوت کے مختلف اسلوب جو کبھی ترغیب اور کبھی ترہیب پر مشتمل تھے، کہ بے شک قوم کے لوگوں نے ان کی نافرمانی اور تکذیب کی اور ان ابنائے دنیا کی پیروی کی جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے غافل تھے۔ انھیں مال و اولاد سے نوازا گیا تھا یہ ان کی عزت افزائی کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے استدراج اور مہلت کے طور پر تھا، اسی لیے نوح علیہ السلام نے عرض کی: ﴿ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا ﴾ ''اور انھوں نے اس کی پیروی کی جسے اس کے مال اور اولاد نے خسارے ہی میں زیادہ کیا۔'' اس آیت میں ﴿ وَلَدُهٗ ﴾ (واو کے) ضمہ (اور لام کے سکون کے ساتھ: وُلْدُہ) اور (واو کے) فتحہ (اور لام کے فتحہ) کے ساتھ ﴿ وَلَدُهٗ ﴾ بھی پڑھا گیا ہے اور دونوں کے معنی قریب قریب ہیں۔ ﴿ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴾ ''اور وہ بڑی بڑی چالیں چلے۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ كُبَّارًا ﴾ کے معنی عظیم کے ہیں۔ [1] اور ابن زید کا قول ہے کہ ﴿ كُبَّارًا ﴾ کے معنی کبیر کے ہیں۔ [2] عرب کہتے ہیں: أَمْرٌ عَجِيبٌ وَّعُجَابٌ وَّعُجَّابٌ وَّرَجُلٌ حُسَانٌ وَّحُسَّانٌ وَّجُمَالٌ وَّجُمَّالٌ یعنی تخفیف و تشدید کے ساتھ دونوں طرح یہ ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ [3] آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ ان لوگوں نے اپنے پیروکاروں کے بارے میں بڑی بڑی چالیں چل کر انھیں فریب خوردہ بنا لیا ہے کہ صرف وہی حق اور ہدایت پر ہیں جیسا کہ قیامت کے دن وہ ان سے کہیں گے: ﴿ بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ﴾ ''بلکہ (تمھاری) رات دن کی چالوں نے (ہمیں روک رکھا تھا) جب تم ہم سے کہتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور اس کے لیے شریک بنائیں۔'' (سبا 34: 33) اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴾ ''اور وہ بڑی بڑی چالیں چلے۔''

قوم نوح کے بت: ﴿ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴾ ''اور وہ کہنے لگے کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا، تم ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو کبھی ترک نہ کرنا۔'' یہ ان کے ان بتوں کے نام ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر وہ پوجا پاٹ کرتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قوم نوح جن بتوں کی پوجا کرتی تھی، بعد میں عربوں نے بھی انھی بتوں کو اختیار کر لیا تھا، چنانچہ وَدّ، دومۃ الجندل میں بنو کلب کا بت تھا۔ سواع کی پوجا ہذیل نے شروع کر دی تھی۔ یغوث پہلے مراد کا اور پھر سبا کے نزدیک مقام جرف

[1] تفسیر الطبری: 121/29. [2] تفسیر الطبری: 121/29. [3] تفسیر الطبری: 121/29.

مِمَّا خَطِیْٓئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ۬ فَلَمْ یَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿25﴾

وہ اپنی خطا کاریوں کی وجہ سے غرق کیے گئے، پھر دوزخ میں داخل کیے گئے، تو انھوں نے اللہ کے سوا کوئی اپنا مددگار نہ پایا ﴿25﴾

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ﴿26﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ

اور نوح نے کہا: (اے) میرے رب! کفر کرنے والوں کا زمین پر کوئی گھر نہ چھوڑ ﴿26﴾ بلاشبہ اگر تو انھیں چھوڑ دے گا تو وہ تیرے بندوں

یُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا یَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿27﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ

کو گمراہ کریں گے اور (آیندہ) فاجر کافر ہی جنیں گے ﴿27﴾ (اے) میرے رب! تو میری اور میرے والدین کی مغفرت فرما اور (ہر) اس شخص

دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿28﴾ ع 2 / 8 / 10 النّصف

کی جو میرے گھر میں مومن ہو کر داخل ہو اور مومنین اور مومنات کی (مغفرت کر) اور ظالموں کو ہلاکت (اور بربادی) ہی میں زیادہ کر ﴿28﴾

پر بنوغطیف کا بت تھا۔ یعوق کی پوجا خاندان ہمدان کے لوگ کرتے تھے اور نسر کو آل ذی کلاع کے خاندانِ حمیر نے اختیار کر لیا تھا۔ یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے ان نیک لوگوں کے نام ہیں کہ جب وہ فوت ہوئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اپنی مجلسوں میں ان کے بت بنا کر نصب کر دو اور ان بتوں کو انھی کے نام سے موسوم کر دو، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا مگر ان بتوں کی پوجا نہ کی حتی کہ یہ لوگ بھی فوت ہو گئے اور علم ختم ہو گیا تو پھر ان بتوں کی پوجا شروع کر دی گئی۔[1] عکرمہ، ضحاک، قتادہ اور ابن اسحاق سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2] علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان بتوں کی حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں پوجا کی جاتی تھی۔[3] ابن جریر نے محمد بن قیس سے روایت کیا ہے کہ یعوق اور نسر بنو آدم میں سے نیک لوگ تھے، ان کے کچھ پیروکار تھے جو ان کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔ جب یہ فوت ہو گئے تو ان کے نقشِ قدم پر چلنے والوں نے کہا کہ اگر ہم ان کی تصویریں بنا لیں تو انھیں یاد کرنے کی وجہ سے ہمارے شوقِ عبادت میں اضافہ ہو جائے گا، چنانچہ انھوں نے ان کی تصویریں بنا لیں اور جب یہ بھی فوت ہو گئے اور ان کے بعد دوسرے لوگ آئے تو شیطان نے ان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ پہلے لوگ انھی کی عبادت کرتے تھے اور انھی سے بارش طلب کرتے تھے، لہٰذا انھوں نے انھی بتوں کی عبادت شروع کر دی۔[4]

نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کے لیے بددعا: فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا ۚ﴾ ”اور (پروردگار!) انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔“ یعنی ان بتوں نے، جنھیں انھوں نے اختیار کر رکھا ہے، بہت سے لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے، ان بتوں کی عرب و عجم اور دیگر اصناف بنی آدم میں ہمارے اس زمانے تک عبادت ہوتی رہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی دعا میں کہا تھا: ﴿وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ﴾ (ابرٰھیم 14:35,36) ”اور مجھے اور میری اولاد کو، اس بات سے کہ بتوں کی پرستش کرنے لگیں، بچائے رکھ۔ اے میرے پروردگار! انھوں نے بہت سے

[1] صحیح البخاري، التفسیر، باب: ﴿وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا﴾ (نوح 71:23)، حدیث: 4920. [2] تفسیر الطبری: 29/122,123.
[3] تفسیر الطبری: 29/123. [4] تفسیر الطبری: 29/122.

لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔" فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴾ "اور توان ظالموں کو گمراہی ہی میں زیادہ کر دے۔" یہ نوح علیہ السلام کی طرف سے ان کی قوم کے لیے ان کی سرکشی، کفر اور عناد کی وجہ سے بددعا تھی جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون اور اس کے سرداروں کے لیے بددعا کی تھی: ﴿ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ۝ ﴾ (یونس 10:88) "اے ہمارے پروردگار! ان کے مال برباد کر دے اور ان کے دل سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک عذاب الیم نہ دیکھ لیں۔" اللہ تعالیٰ نے ان نبیوں میں سے ہر ایک کی اپنی قوم کے بارے میں بددعا قبول فرمائی اور تکذیب کی وجہ سے ان میں سے ہر قوم کو غرق کر دیا۔

تفسیر آیات: 28-25

گناہ کی تباہ کاریاں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ ﴾ "بوجہ اپنے گناہوں کے۔" ﴿ خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ ﴾ کو خطایاھم بھی پڑھا گیا ہے۔ ﴿ اُغْرِقُوْا ﴾ "وہ غرق کیے گئے" یعنی وہ گناہوں کی کثرت، سرکشی، کفر پر اصرار اور اپنے رسول کی مخالفت کی وجہ سے غرق آب کر دیے گئے۔ ﴿ فَاُدْخِلُوْا نَارًا ﴾ "پھر وہ آگ میں داخل کیے گئے" یعنی وہ دریا کی موجوں سے جہنم کی حرارت کی طرف منتقل کر دیے گئے۔ ﴿ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴾ "تو انھوں نے اللہ کے سوا کسی کو اپنا مددگار نہ پایا۔" یعنی ان کا کوئی مددگار، فریادرس اور پناہ دینے والا نہ تھا جو انھیں اللہ کے عذاب سے بچا لیتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ﴾ (ہود 11:43) "آج اللہ کے حکم (عذاب) سے کوئی بچانے والا نہیں (اور نہ کوئی بچ سکتا ہے) مگر وہ جس پر اللہ رحم کرے۔" ﴿ وَ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴾ "اور (پھر) نوح نے (یہ) دعا کی کہ میرے پروردگار! کسی کافر کو روئے زمین پر بستا نہ رہنے دے۔" یعنی ان میں سے کسی کو روئے زمین پر بستا نہ رہنے دے۔ ﴿ دَيَّارًا ﴾ کا لفظ تاکید نفی کے لیے آیا ہے۔ ضحاک فرماتے ہیں کہ ﴿ دَيَّارًا ﴾ کے معنی ہیں کسی ایک کو بھی۔[1] اور سدی فرماتے ہیں کہ دیار وہ ہے جو دار (گھر) میں رہتا ہو۔[2] اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی اس بددعا کو قبول فرمایا اور روئے زمین کے تمام کافروں کو حتیٰ کہ ان کی بات نہ ماننے والے ان کے بیٹے کو بھی ہلاک کر دیا جو اپنے باپ سے علیحدہ ہو گیا اور اس نے کہا تھا: ﴿ سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ وَ حَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ۝ ﴾ (ہود 11 : 43) "میں ابھی پہاڑ سے جا لگوں گا، وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔ انھوں نے کہا کہ آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں (اور نہ کوئی بچ سکتا ہے) مگر وہ جس پر اللہ رحم کرے۔ اتنے میں دونوں کے درمیان لہر آ حائل ہوئی اور وہ ڈوب کر رہ گیا۔" اللہ تعالیٰ نے کشتی والے ان لوگوں کو نجات دی جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے تھے اور انھی کے بارے میں حکم تھا کہ انھیں اپنے ساتھ کشتی میں سوار کر لو۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ ﴾ "اگر تو ان کو رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے۔" یعنی ان کو جنھیں تو ان کے بعد پیدا فرمائے گا ﴿ وَ لَا يَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴾ "اور ان سے جو اولاد ہو گی، وہ

---

[1] الدر المنثور : 428/6 و تفسیر الماوردی : 105/6. [2] تفسیر الماوردی : 105/6.

بھی بدکار اور ناشکر گزار ہوگی۔’’یعنی ان کی اولاد بھی اعمال کے اعتبار سے بدکار اور دل کے اعتبار سے ناشکر گزار ہوگی کیونکہ ساڑھے نوسو برس تک ان میں قیام کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام کو اس کا خوب تجربہ ہوگیا تھا، پھر آپ نے یہ دعا فرمائی: ﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا ﴾ ’’اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور جو ایمان لا کر میرے گھر آئے، معاف فرما۔‘‘ ضحاک کہتے ہیں کہ گھر سے مراد مسجد ہے۔[1] لیکن آیت کے ظاہر پر محمول کرنے میں بھی کوئی امر مانع نہیں ہے، یعنی انھوں نے ہر اس شخص کے لیے دعا فرمائی جو ایمان لا کر ان کے گھر میں آ جائے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ﴾ ’’اور ایمان والوں کو اور ایمان والیوں کو (معاف فرما۔)‘‘ یعنی انھوں نے تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لیے دعا فرمائی۔ یہ دعا زندہ اور مردہ تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لیے تھی۔ نوح علیہ السلام کی اقتدا کے پیش نظر یہ دعا مستحب ہے جیسا کہ روایات سے اور مشہور و مشروع دعاؤں سے یہ ثابت ہے۔ ﴿ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴾ ’’اور ظالم لوگوں کے لیے اور زیادہ تباہی بڑھا۔‘‘ امام سدی فرماتے ہیں کہ ﴿ تَبَارًا ﴾ کے معنی ہلاکت کے ہیں۔ اور امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی دنیا و آخرت کے خسارے کے ہیں۔

سورۂ نوح کی تفسیر مکمل ہوگئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

www.KitaboSunnat.com

[1] تفسیر الطبری :125/29.

تفسیر سورۂ جن

یہ مکی سورت ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ فَقَالُوۡۤا اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا ① یَّہۡدِیۡۤ اِلَی

(اے نبی!) کہہ دیجیے: میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (قرآن) غور سے سنا، تو انھوں نے کہا: بے شک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا

الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ ؕ وَ لَنۡ نُّشۡرِکَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ② وَّ اَنَّہٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ

ہے ① وہ رشد و ہدایت کی راہ دکھاتا ہے، تو ہم اس پر ایمان لائے ہیں، اور ہم کسی کو بھی اپنے رب کا ہرگز شریک نہیں ٹھہرائیں گے ② اور یہ کہ ہمارے رب کی

صَاحِبَۃً وَّ لَا وَلَدًا ③ وَّ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوۡلُ سَفِیۡہُنَا عَلَی اللّٰہِ شَطَطًا ④ وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنۡ لَّنۡ

شان بہت اونچی ہے، نہ اس نے (اپنی) کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ اولاد ③ اور یہ کہ ہمارا بے وقوف اللہ کی بابت ناحق جھوٹی باتیں لگاتا رہا ہے ④ اور یہ کہ

تَقُوۡلَ الۡاِنۡسُ وَ الۡجِنُّ عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ⑤ وَّ اَنَّہٗ کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الۡاِنۡسِ یَعُوۡذُوۡنَ بِرِجَالٍ

ہمارا خیال تھا کہ انسان اور جن اللہ پر ہرگز جھوٹ نہیں بولیں گے ⑤ اور بے شک انسانوں کے کچھ مرد جنوں کے کچھ مردوں کی پناہ پکڑتے تھے، تو انھوں

مِّنَ الۡجِنِّ فَزَادُوۡہُمۡ رَہَقًا ⑥ وَّ اَنَّہُمۡ ظَنُّوۡا کَمَا ظَنَنۡتُمۡ اَنۡ لَّنۡ یَّبۡعَثَ اللّٰہُ اَحَدًا ⑦

نے ان کو سرکشی میں بڑھایا ⑥ اور یہ کہ انھوں نے خیال کیا تھا جیسے تم (جنوں) نے خیال کیا تھا کہ اللہ کسی کو دوبارہ ہرگز نہیں اٹھائے گا ⑦

تفسیر آیات : 1-7

جنوں کا قرآن سن کر ایمان لانا: اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دے رہا ہے کہ اپنی قوم کو یہ بتائیں کہ جنوں نے قرآن سنا تو وہ اس کے ساتھ ایمان لے آئے، اس کی تصدیق کی اور اس کے سامنے سر اطاعت جھکا دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ فَقَالُوۡۤا اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا ① یَّہۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ﴾ ''(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دیں: میرے پاس وحی آئی ہے کہ بے شک جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) غور سے سنا تو کہنے لگے کہ بلاشبہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو بھلائی کا رستہ بتاتا ہے۔'' رشد کے معنی بھلائی، راستی اور کامیابی کے ہیں۔ ﴿فَاٰمَنَّا بِہٖ ؕ وَ لَنۡ نُّشۡرِکَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ②﴾ ''سو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہیں بنائیں گے۔'' یہ آیت حسب ذیل آیت کریمہ کے مشابہ ہے: ﴿وَ اِذۡ صَرَفۡنَاۤ اِلَیۡکَ نَفَرًا مِّنَ الۡجِنِّ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ﴾ (الأحقاف 29:46) ''اور جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا (جبکہ) وہ غور سے قرآن سنتے تھے۔'' اس سلسلے میں وارد

احادیث کو ہم نے قبل ازیں بیان کر دیا ہے، لہٰذا ان کے اعادے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ ①

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا ﴾ ''اور یہ کہ بے شک ہمارے پروردگار کی عظمت (شان) بہت بڑی ہے۔'' علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ جَدُّ رَبِّنَا ﴾ کے معنی اس کے فعل، امر اور قدرت کے ہیں۔ ② ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، قدرتوں اور مخلوق پر اس کی مہربانیوں کے ہیں۔ ③ مجاہد اور عکرمہ سے روایت ہے کہ ﴿ جَدُّ رَبِّنَا ﴾ کے معنی ہمارے رب کے جلال کے ہیں۔ ④ قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا جلال، اس کی عظمت اور اس کا امر بہت بلند ہے۔ ⑤ سدی فرماتے ہیں کہ ہمارے رب کا امر بہت بلند ہے۔ ⑥ ابودرداء رضی اللہ عنہ، مجاہد رحمہ اللہ اور ابن جریج رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بلند ہے۔ ⑦

جنوں کا اقرار کہ اللہ بیوی بچوں سے پاک ہے: فرمان الٰہی ہے: ﴿ مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ③ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ بیوی اور بچے رکھنے سے پاک ہے۔ جنوں نے جب اسلام قبول کر لیا اور وہ قرآن مجید کے ساتھ ایمان لے آئے تو انھوں نے کہا کہ اللہ جل جلالہٗ اس بات سے پاک ہے کہ اس کی بیوی یا بچے ہوں، پھر انھوں نے کہا: ﴿ وَّ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ④ ﴾ ''اور یہ کہ بلاشبہ ہم میں سے (بعض) بیوقوف اللہ کے بارے میں افترا کرتے رہے ہیں۔'' مجاہد، عکرمہ، قتادہ اور سدی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ بیوقوف سے ان کی مراد ابلیس ہے۔ ⑧ اور سدی نے ابومالک سے روایت کیا ہے کہ ﴿ شَطَطًا ④ ﴾ کے معنی ظلم کے ہیں۔ ⑨ ابن زید کہتے ہیں کہ اس کے معنی ظلم کبیر کے ہیں۔ ⑩ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ سَفِيْهٌ (بیوقوف) سے ان کی مراد جنس ہو، یعنی جو بھی اللہ کے بیوی بچوں کا قائل ہے، اس لیے انھوں نے کہا: ﴿ وَّ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ④ ﴾ یعنی ہم میں سے بعض بیوقوف اسلام قبول کرنے سے قبل اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹی اور باطل بات کہتے تھے، اسی لیے انھوں نے کہا: ﴿ وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ⑤ ﴾ ''اور بلاشبہ ہمارا (یہ) خیال تھا کہ انسان اور جن اللہ کی نسبت ہرگز جھوٹ نہیں بولیں گے۔'' یعنی ہم یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ انس و جن اللہ تعالیٰ کی طرف بیوی بچوں کی نسبت کرنے میں جھوٹ بولتے ہیں لیکن ہم نے جب اس قرآن کو سنا اور اس کے ساتھ ایمان لے آئے تو ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ یہ اس بارے میں اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں۔

جنوں کی سرکشی کا سبب انسانوں کا ان سے پناہ طلب کرنا تھا: فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ⑥ ﴾ ''اور یہ کہ بے شک انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑا کرتے تھے، تو انھوں نے ان (جنوں) کو سرکشی میں زیادہ کر دیا۔'' یعنی ہم یہ خیال کرتے تھے کہ ہمیں انسانوں پر فضیلت

① دیکھیے الأحقاف، آیت: 29 کے ذیل میں عنوان: ''جنوں کے قرآن سننے کا قصہ'' ② تفسیر الطبری : 129/29. ③ دیکھیے تفسیر القرطبی: 8/19 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ والقرطبی والضحاک. ④ تفسیر الطبری : 129/29 . ⑤ تفسیر الطبری : 129/29 . ⑥ تفسیر الطبری : 129/29 . ⑦ تفسیر الطبری : 129/29 و تفسیر الثعالبی : 390/3. ⑧ تفسیر الطبری: 133/29 . ⑨ تفسیر القرطبی : 9/19 . ⑩ تفسیر الطبری : 133/29 ، البتہ اس میں کبیر کا ذکر نہیں ہے۔

حاصل ہے، کیونکہ وہ جب کسی وادی یا جنگلات میں کسی خوفناک جگہ پر جاتے تو ہماری پناہ پکڑا کرتے تھے جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں عربوں کی یہ عادت تھی کہ وہ جب بھی اس طرح کی کسی جگہ پر جاتے تو وہاں کے جن سردار کی اس بات سے پناہ پکڑا کرتے تھے کہ انھیں کسی برائی کا سامنا کرنا پڑے جس طرح کہ وہ دشمنوں کے علاقوں میں وہاں کے کسی بڑے شخص کی پناہ اور ذمہ داری میں داخل ہوا کرتے تھے۔ جنوں نے جب یہ دیکھا کہ انسان ان کے خوف کی وجہ سے ان کی پناہ پکڑتے ہیں تو انھوں نے ان کے خوف اور ڈر میں اور بھی اضافہ کر دیا جس کی وجہ سے یہ ان سے بہت ڈرنے لگے اور ان کی کثرت سے پناہ پکڑنے لگے جیسا کہ امام قتادہ نے فرمایا ہے: ﴿ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝ ﴾ ''سو انھوں نے زیادہ کر دیا ان (جنوں) کو سرکشی میں۔'' یعنی اس سے جن گناہ اور جرأت میں اور بھی بڑھ گئے۔ [1] ثوری نے منصور سے اور انھوں نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ اس سے ان پر جنوں کی جرأت اور بھی بڑھ گئی۔ [2] سدی بیان کرتے ہیں کہ آدمی اپنے اہل وعیال کو لے کر جاتا اور کسی زمین میں جا کر پڑاؤ ڈالتا تو وہ کہتا کہ میں اس وادی کے جن سردار کی پناہ پکڑتا ہوں کہ اس میں مجھے یا میرے مال یا اولاد یا مویشی کو کوئی نقصان پہنچایا جائے۔ [3] قتادہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ اللہ کو چھوڑ کر ان جنوں کی پناہ پکڑتا تو اس سے جنوں کی سرکشی میں اور بھی اضافہ ہو جاتا۔ [4]

امام ابن ابوحاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ جن انسانوں سے اسی طرح ڈرتے تھے جس طرح انسان جنوں سے ڈرتے تھے یا اس سے بھی زیادہ۔ انسان جب کسی وادی میں ڈیرے ڈالتے تو جن ان سے بھاگ جاتے لیکن جب انسانوں کے سردار نے یہ کہنا شروع کیا کہ ہم اس وادی کے سردار کی پناہ پکڑتے ہیں تو جنوں نے کہا کہ انسان بھی ہم سے اسی طرح ڈرتے ہیں جس طرح ہم انسانوں سے ڈرتے ہیں تو انھوں نے انسانوں کے قریب ہو کر انھیں فتنہ وفساد اور جنون میں مبتلا کرنا شروع کر دیا۔ یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝ ﴾ ''اور یہ کہ بے شک انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑا کرتے تھے سو انھوں نے ان (جنوں) کو سرکشی میں اور زیادہ کر دیا۔'' [5] ﴿ رَهَقًا ۝ ﴾ کے معنی گناہ کے ہیں۔ ابو العالیہ، ربیع اور زید بن اسلم نے اس کے معنی خوف بیان کیے ہیں۔ [6] مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کفار کی سرکشی میں اضافہ ہو گیا۔ [7]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝ ﴾ ''اور یہ کہ بے شک ان (انسانوں) کا بھی یہی اعتقاد تھا جس طرح تمھارا اعتقاد تھا کہ اللہ کسی کو (رسول بنا کر) ہرگز نہیں بھیجے گا۔'' کلبی اور ابن جریر نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ اس مدت کے بعد اللہ تعالیٰ کسی کو رسول بنا کر مبعوث نہیں فرمائے گا۔ [8]

---

[1] تفسير الطبری: 135/29. [2] تفسير الطبری: 135/29. [3] دیکھیے تفسير الطبری: 135،134/29 و تفسير القرطبی: 10/19. [4] تفسير الطبری: 135/29 و تفسير القرطبی: 10/19. [5] تفسير ابن أبی حاتم: 3377/10. [6] تفسير الطبری: 136/29 و تفسير القرطبی: 10/19. [7] تفسير الطبری: 136/29. [8] تفسير الطبری: 136/29.

وَّ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ⑧ وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا

اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اسے سخت پہریداروں اور شہابوں (شعلوں) سے بھرا پایا⑧ اور یہ کہ ہم آسمان کے ٹھکانوں میں

مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ⑨ وَّ اَنَّا لَا نَدْرِيْۤ

سن گن لینے کو بیٹھا کرتے تھے، چنانچہ اب جو سننے کی کوشش کرتا ہے تو ایک شہاب اپنی گھات میں پاتا ہے⑨ اور یہ کہ ہم نہیں جانتے

اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ⑩

کہ کیا زمین والوں کے لیے برا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے لیے بھلائی کا ارادہ کیا ہے⑩

تفسیر آیات :8-10

بعثتِ نبوی سے قبل جنوں کا آسمان کی خبروں کو چرانا: اللہ تعالیٰ جنوں کے بارے میں فرما رہا ہے کہ جب اس نے اپنے رسول محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ پر قرآن کو نازل فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کے لیے یہ اہتمام بھی فرما دیا کہ آسمان کو مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھر دیا گیا، تمام اطراف سے محفوظ کر دیا گیا اور شیاطین کو ان مقامات سے بھگا دیا گیا، جہاں وہ پہلے بیٹھا کرتے تھے تاکہ قرآن کا کوئی حصہ چرا نہ سکیں اور چوری کیے ہوئے حصے کو کاہنوں کی زبان پر نہ ڈال سکیں تاکہ معاملہ خلط ملط نہ ہو اور پھر یہ معلوم نہ ہو کہ سچا کون ہے۔ یہ سارا اہتمام مخلوق کے ساتھ لطف، بندوں کے ساتھ رحمت اور کتاب عزیز کی حفاظت کے پیش نظر کیا گیا، اسی لیے تو جنوں نے کہا تھا: ﴿ وَّ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ⑧ وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ⑨ ﴾ ”اور یہ کہ بے شک ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اس کو مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا ہوا پایا اور یہ کہ بے شک (پہلے) ہم وہاں بہت سے مقامات میں (خبریں) سننے کے لیے بیٹھا کرتے تھے تو اب جو کوئی کان لگاتا ہے وہ اپنے لیے ایک چمک دار شعلہ گھات میں تیار پاتا ہے۔“ یعنی جو چوری چوری سننے کی کوشش کرے تو وہ آگ کے ایک ایسے انگارے کو اپنے لیے تیار پاتا ہے جس کا نشانہ خطا نہیں جاتا بلکہ وہ ٹھیک ٹھیک لگتا اور چوری چھپے سننے والے کو فوراً تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ ﴿ وَّ اَنَّا لَا نَدْرِيْۤ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ⑩ ﴾ ”اور یہ کہ بے شک ہمیں معلوم نہیں کہ اس سے اہل زمین کے حق میں برائی مقصود ہے یا اُن کے پروردگار نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔“ یعنی ہم اس امر کے بارے میں کچھ نہیں جانتے جو آسمان میں رونما ہوا ہے کہ اس سے اہل زمین کے حق میں برائی مقصود ہے یا ان کے پروردگار نے ان کی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔ دیکھیے یہاں انھوں نے عبادت میں ادب کے پہلو کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے کہ یہاں شر کی نسبت تو غیر فاعل کی طرف کی مگر خیر کی نسبت اللہ عزوجل ہی کی طرف کی۔

صحیح حدیث میں بھی آیا ہے: [وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ] ”اور (اے اللہ!) شر کی نسبت آپ کی طرف نہیں ہے۔“[1] ستاروں کے

① صحيح مسلم، صلاة المسافرين……، باب صلاة النبی ﷺ ودعائه بالليل، حديث :771 .

ساتھ پہلے بھی شیطانوں کو مارا جاتا تھا لیکن زیادہ نہیں بلکہ کبھی کبھار ایسا ہوتا تھا جیسا کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ستارہ پھینکا گیا جس سے روشنی پیدا ہوئی تو آپ نے فرمایا: [مَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ لِمِثْلِ هٰذَا؟] ''اس کے بارے میں تم کیا کہا کرتے تھے؟'' ہم نے عرض کی: ہم یہ کہتے تھے کہ اب دنیا میں کوئی عظیم انسان پیدا ہوگا یا کوئی عظیم انسان فوت ہوگا، آپ نے فرمایا: [(وَلٰكِنْ) (إِذَا قَضَى اللّٰهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ)......] ''(نہیں، بات اس طرح نہیں ہے) بلکہ (بات یہ ہے کہ) جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے......'' اور راوی نے مکمل حدیث ذکر کی ہے۔ ① ہم نے اس حدیث کو مکمل طور پر سورۂ سبا کی تفسیر میں ذکر کر دیا ہے۔ ② یہی وجہ ہے کہ وہ جن اس تلاش میں نکلے کہ معلوم کریں کہ آخر اس کا سبب کیا ہے، اس سبب کو معلوم کرنے کے لیے وہ زمین کے مشرق و مغرب میں پھیل گئے، اس اثنا میں انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے اور نماز میں آپ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے، جنوں نے معلوم کر لیا کہ اسی وجہ سے آسمان کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا ہے، تو ان میں سے کچھ تو ایمان لے آئے اور کچھ اسی طرح سرکشی ہی میں ڈٹے رہے جیسا کہ سورۂ احقاف کی آیت: ﴿وَإِذْ صَرَفْنَآ إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْاٰنَ ...... ﴾ الآية (الأحقاف 46:29) ''اور جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا (جبکہ) وہ غور سے قرآن سنتے تھے......'' کی تفسیر میں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے۔ ③

اس میں کچھ شک نہیں کہ جب یہ معاملہ پیش آیا، یعنی کثرت سے شہابوں کے ساتھ شیطانوں اور جنوں کو مارا جانے لگا تو اس سے انس و جن خوف زدہ ہو گئے، وہ ڈر گئے اور ان پر دہشت کی کیفیت طاری ہو گئی اور خیال کرنے لگے کہ شاید دنیا کی تباہی و بربادی کا وقت قریب آ گیا ہے جیسا کہ سدی نے بیان کیا ہے کہ آسمان کی حفاظت نہیں کی جاتی تھی الا یہ کہ زمین میں کسی نبی یا اللہ کے کسی دین کا ظہور ہونے والا ہوتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل شیطانوں نے آسمان دنیا میں کئی مقامات مقرر کر رکھے تھے، جہاں بیٹھ کر وہ آسمان میں ہونے والی باتوں کو سنا کرتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی و رسول بنا کر مبعوث فرمایا تو انھیں ایک رات رجم کیا گیا، اہل طائف نے اسے دیکھا تو گھبرا گئے، انھوں نے جب یہ دیکھا کہ آسمان میں آگ بھڑک رہی ہے اور شہاب ٹوٹ کر لپک رہے ہیں تو وہ کہنے لگے کہ آسمان والے ہلاک ہو رہے ہیں تو یہ دیکھ کر انھوں نے اپنے غلاموں کو آزاد کرنا اور جانوروں کو بتوں کے نام پر وقف کرنا شروع کر دیا۔ عبدِ یالیل بن عمرو بن عمیر نے ان سے کہا: اے اہل طائف! تم پر افسوس! اپنے مالوں کو تباہ کرنے سے رک جاؤ، پہلے ستاروں کے راستوں کا جائزہ تو لو اگر ستارے

---

① صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ﴾ (سبا34:23)، حديث: 7481 عن أبي هريرة رضي الله عنه و صحيح مسلم، السلام، باب تحريم الكهانة......، حديث: 2229 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة سبا، حديث: 3224 و اللفظ له. البتہ پہلی قوسین والے الفاظ صحیح مسلم کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہیں جبکہ دوسری قوسین والے الفاظ صحیح بخاری کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہیں۔ ② دیکھیے تفسیر ابن کثیر (مفصل)، سبا، آیت: 23 کے ذیل میں۔

③ دیکھیے الأحقاف، آیت: 29 کے ذیل میں عنوان: ''جنوں کے قرآن سننے کا قصہ''

وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا ⑪ وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ

اور یہ کہ ہم میں سے نیک بھی ہیں اور اس کے سوا بھی ہیں، ہم مختلف طریقوں (مذاہب) پر تھے⑪ اور یہ کہ ہمیں یقین ہو چکا کہ ہم اللہ کو زمین میں ہرگز

اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ⑫ وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ

عاجز نہیں کر سکتے اور نہ (کہیں) بھاگ کر ہی عاجز کر سکتے ہیں⑫ اور یہ کہ جب ہم نے ہدایت (کی بات) سنی تو اس پر ایمان لے آئے، پھر جو کوئی

بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ⑬ وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ

اپنے رب پر ایمان لائے تو اسے نہ تو کسی نقصان کا خوف ہوگا اور نہ ظلم کا⑬ اور یہ کہ ہم میں مسلمان بھی ہیں اور ظالم بھی، پھر جو کوئی اسلام لائے تو انھوں

فَاُولٰٓىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ⑭ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ⑮ وَّ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى

نے ہدایت کی راہ ڈھونڈ لی⑭ اور لیکن جو ظالم ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں⑮ اور (وحی کی گئی ہے) کہ اگر (لوگ) سیدھی راہ پر قائم رہتے تو

الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ⑯ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ

ہم انھیں خوب سیراب کرتے⑯ تاکہ ہم اس میں انھیں آزمائیں، اور جو کوئی اپنے رب کے ذکر سے منہ موڑے گا تو اسے وہ بڑھتے چڑھتے

عَذَابًا صَعَدًا ⑰

عذاب میں مبتلا کرے گا⑰

اپنے اپنے راستوں پر قائم ہیں تو سمجھ لو کہ آسمان والوں پر کوئی افتاد نہیں پڑی بلکہ یہ سارا معاملہ ابن ابو کبشہ، یعنی حضرت محمد ﷺ کی وجہ سے ہے، اگر یہ دیکھو کہ ستاروں کے راستے قائم و دائم نہیں ہیں تو پھر سمجھ لو کہ اہلِ آسمان تباہی و بربادی سے دوچار ہیں، انھوں نے جب اس بات کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ستارے اپنے نظام کے مطابق قائم و دائم ہیں تو وہ اپنے مالوں میں تصرف کرنے سے رک گئے۔ اس رات شیطان بھی ڈر گئے تھے، ابلیس کے پاس آ کر انھوں نے اپنے معاملے کو بیان کیا تو اس نے کہا کہ میرے پاس ہر خطۂ زمین سے مٹی کی ایک مٹھی لاؤ تاکہ میں اسے سونگھ کر بتاؤں کہ ماجرا کیا ہے، شیطان اس کے پاس مٹی لائے تو ابلیس نے سونگھنے کے بعد بتایا کہ جس کی خاطر یہ اہتمام کیا گیا ہے، وہ مکہ میں ہے، اس نے نصیبین کے سات جنوں پر مشتمل ایک وفد بھیجا، یہ جن مکہ میں آئے تو انھوں نے نبی ﷺ کو مسجد حرام میں کھڑے قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو قرآن سننے کے شوق میں وہ آپ سے اور بھی قریب ہو گئے حتی کہ قریب تھا کہ ان کے سینے آپ کو چھونے لگتے اور پھر وہ مسلمان بھی ہو گئے تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر یہ سورۂ مبارکہ نازل فرما دی۔ ہم نے سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر اپنی مفصل کتاب میں ''آغاز بعثت'' کے عنوان پر بحث کرتے ہوئے اس واقعے کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔① وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

① دیکھیے السیرۃ النبویۃ لابن کثیر: 420,419/1 (C.D) و صحیح السیرۃ النبویۃ للألبانی رحمہ اللہ (امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی السیرۃ النبویۃ پر علامہ البانی کی تحقیق) ص: 56۔

تفسیر آیات: 11-17

جنوں کا اقرار کہ ان میں مومن بھی ہیں اور کافر بھی: اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ جنوں نے اپنے بارے میں خبر دیتے ہوئے بتایا: ﴿ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ﴾ ''اور یہ کہ بے شک ہم میں سے کچھ نیک ہیں اور کچھ ہم میں سے اس کے علاوہ ہیں۔'' یعنی ان (نیکوکاروں) کے علاوہ بھی ہیں ﴿ كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا ﴾ یعنی ہم متعدد اور مختلف مذاہب سے وابستہ اور مختلف آراء رکھتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور کئی ایک ائمۂ تفسیر کا یہی قول ہے کہ ﴿ كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ہم میں سے بعض مومن ہیں اور بعض کافر ہیں۔ [1] احمد بن سلیمان نجاد نے اپنی کتاب الأمالی میں روایت کیا ہے کہ میں نے امام اعمش سے سنا کہ ہمارے پاس ایک جن آیا تو میں نے اس سے پوچھا: تمھارا پسندیدہ کھانا کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: چاول، تو ہم ان کے پاس چاول لے آئے تو میں نے دیکھا کہ لقمے تو اٹھائے جا رہے ہیں لیکن لقمہ اٹھانے والا کوئی نظر نہیں آ رہا، میں نے پوچھا کہ جس طرح ہم میں یہ خواہشات (فرقے) ہیں کیا تم میں بھی ہیں؟ اس کے جواب میں اس نے کہا: جی ہاں، پھر میں نے پوچھا: رافضیوں کو تم کیا سمجھتے ہو؟ اس نے کہا کہ وہ ہم میں بدترین لوگ شمار ہوتے ہیں۔ میں نے اس سند کو اپنے شیخ حافظ ابوالحجاج مزی کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اعمش تک یہ سند صحیح ہے۔

جنوں کا اللہ تعالیٰ کی قدرت تامہ کا اقرار: فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴾ ''اور یہ کہ بے شک ہم نے یقین کر لیا ہے کہ ہم زمین میں (خواہ کہیں بھی ہوں) اللہ کو ہرگز ہرا نہیں سکتے اور نہ بھاگ ہی کر اس کو کبھی عاجز کر سکتے ہیں۔'' یعنی ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہم پر حاکم ہے اور ہم زمین میں اللہ کو ہرا نہیں سکتے اور اگر ہم بھاگنے کی کوشش بھی کریں تو وہ ہم پر قادر ہے، ہم میں سے کوئی اسے تھکا نہیں سکتا۔ ﴿ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ﴾ ''اور یہ کہ بے شک ہم نے جب ہدایت (کی کتاب) سنی (تو) ہم اس پر ایمان لے آئے۔'' وہ اپنے ایمان لانے پر فخر کر رہے ہیں اور یہ بات ہے ہی باعث فخر اور بلاشبہ یہ بہت بڑا شرف اور بہت اچھی صفت ہے۔ اور ان کا یہ کہنا: ﴿ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴾ ''چنانچہ جو شخص اپنے پروردگار پر ایمان لائے گا تو اس کو نہ کسی نقصان کا خوف ہوگا اور نہ ظلم کا۔'' اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ وہ اس بات سے نہیں ڈرے گا کہ اس کی نیکیوں کو کم کیا جائے گا یا اس پر کسی اور کی برائیوں کو ڈال دیا جائے گا۔ [2] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴾ (طٰہٰ 20:112) ''تو اس کو نہ ظلم کا خوف ہوگا اور نہ حق تلفی کا۔'' ﴿ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ﴾ ''اور یہ کہ بے شک ہم میں سے بعض فرماں بردار ہیں اور ہم میں سے بعض ظالم ہیں۔'' یعنی ہم میں سے مسلمان بھی ہیں اور حق سے منحرف بھی۔ قَاسِطٌ اس کو کہتے ہیں جو ظالم اور حق سے منہ موڑنے والا ہو جبکہ مُقْسِطٌ عادل کو کہتے ہیں۔ ﴿ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴾ ''چنانچہ جو فرماں بردار ہوئے تو انھوں نے راہِ حق تلاش کر لی۔'' یعنی انھوں نے اپنے لیے نجات کو تلاش کر لیا ہے۔

[1] تفسیر الطبری: 29/138,139. [2] تفسیر الطبری: 29/139,140.

﴿ وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴾ ''اور لیکن جو ظالم ہوئے تو وہ دوزخ کا ایندھن بنے۔'' یعنی وہ دوزخ کا ایندھن ہیں، ان کے ساتھ آتش دوزخ کو بھڑکایا جائے گا۔

﴿ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿16﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ﴾ ''اور (اے پیغمبر!) یہ (بھی ان سے کہہ دیں) کہ اگر یہ لوگ سیدھے راستے پر رہتے تو ہم ان کو پینے کا بہت سا پانی دیتے تاکہ اس میں ہم ان کی آزمائش کریں۔'' مفسرین کا اس آیت کے معنی میں اختلاف ہے اور اس کے بارے میں دو قول ہیں، جن میں سے پہلا قول یہ ہے کہ اگر یہ گناہ گار لوگ اسلام کے راستے پر گامزن ہو جاتے، اسے اختیار کرتے اور اسی پر جاری وساری رہتے تو ہم انھیں پینے کے لیے بہت سا پانی دیتے اور بہت سے پانی سے یہاں مراد رزق کی فراوانی ہے تو اس قول کے مطابق ﴿ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ﴾ کے معنی ہوں گے: تاکہ ہم ان کی آزمائش کریں جیسا کہ مالک نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں: تاکہ ہم ان کی آزمائش کریں کہ کون ہدایت پر برقرار رہتا ہے اور کون گمراہی کی طرف واپس پلٹ جاتا ہے۔ عوفی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔[1] مجاہد، سعید بن جبیر، سعید بن مسیّب، عطاء، سدی، محمد بن کعب قرظی، قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔[2] اور مقاتل فرماتے ہیں کہ یہ آیت کفار قریش کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب وہ سات برس تک بارش سے محروم رہے تھے۔[3]

دوسرا قول یہ ہے کہ اگر یہ ضلالت ہی پر رہیں گے تو استدراج کے طور پر ہم انھیں رزق کی فراوانی سے نواز دیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ○ ﴾ (الأنعام 44:6) ''پھر جب انھوں نے اُس نصیحت کو فراموش کر دیا جو ان کو کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں کے ساتھ خوش ہو گئے جو ان کو دی گئی تھیں ہم نے ان کو ناگہاں پکڑ لیا تو وہ اس وقت مایوس ہو کر رہ گئے۔'' نیز ارشاد فرمایا: ﴿ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿ۙ﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ○ ﴾ (المؤمنون 56،55:23) ''کیا وہ (لوگ) یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو (دنیا میں) اُن کو مال اور بیٹوں سے مدد دیتے ہیں (تو اس سے) ہم ان کی بھلائی میں جلدی کر رہے ہیں (نہیں!) بلکہ وہ سمجھتے ہی نہیں۔'' یہ ابو مجلز لاحق بن حمید کا قول ہے، انھوں نے ﴿ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ ﴾ سے مراد راہِ ضلالت لیا ہے، اسے ابن جریر اور ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔[4] امام بغوی نے یہ قول ربیع بن انس، زید بن اسلم، کلبی اور ابن کیسان کے حوالے سے بیان کیا ہے۔[5] یہ قول مناسب معلوم ہوتا ہے اور اس کی تائید ﴿ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ﴾ سے بھی ہوتی ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿17﴾ ﴾ ''اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے منہ پھیرے گا، وہ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔'' یعنی بہت سخت مشقت والے اور دکھ درد دینے والے عذاب

---

① تفسیر الطبری :141/29. ② تفسیر الطبری :141/29-143 و زاد المسیر :132/8. ③ فتح القدیر : 370/5.
④ تفسیر الطبری :143/29 و تفسیر القرطبی :19،18/19. ⑤ تفسیر البغوی :18/9 و تفسیر القرطبی :19،18/19.

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿18﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا

اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کے لیے ہیں، لہٰذا اللہ کے ساتھ کسی کو بھی نہ پکارو﴿18﴾ اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ (محمد ﷺ) اللہ کو پکارنے کے لیے کھڑا ہوا تو قریب

ع 1 19 11

یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ﴿19﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ﴿20﴾ قُلْ اِنِّیْ

تھا کہ وہ تہ بہ تہ ان پر جمع ہو جائیں﴿19﴾ کہہ دیجیے: بے شک میں اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا﴿20﴾ کہہ دیجیے:

لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿21﴾ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ

بلاشبہ میں تمھارے لیے کسی نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ بھلائی کا﴿21﴾ کہہ دیجیے: یقیناً مجھے اللہ (کے عذاب) سے کوئی پناہ نہ دے گا اور اس کے سوا میں

اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿22﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پاؤں گا﴿22﴾ اللہ کا حکم اور اس کے پیغام پہنچانے کے سوا (میں کوئی اختیار نہیں رکھتا) اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی

فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ﴿23﴾ حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ

کرے تو بے شک اس کے لیے آتش جہنم ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ابد تک﴿23﴾ حتی کہ جب وہ دیکھیں گے جس (عذاب) کا ان سے وعدہ کیا

مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿24﴾

جاتا ہے تو انھیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس کے مددگار کمزور تر اور تعداد میں کم تر ہیں﴿24﴾

میں مبتلا کر دے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، قتادہ اور ابن زید فرماتے ہیں کہ ﴿عَذَابًا صَعَدًا ﴿17﴾﴾ کے معنی ایسے مشقت والے عذاب کے ہیں جس میں قطعاً کوئی راحت نہ ہو۔[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک قول یہ بھی مروی ہے کہ یہ جہنم کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔[2] جبکہ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ یہ جہنم کے ایک کنویں کا نام ہے۔[3]

تفسیر آیات: 18-24

توحید اختیار کرنے اور شرک سے اجتناب کرنے کا حکم: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتے ہوئے فرما رہا ہے کہ وہ عبادت میں اس کی توحید کو اختیار کریں، اس کے ساتھ کسی کو نہ پکاریں اور نہ اس کے ساتھ شرک کریں جیسا کہ امام قتادہ نے اس آیت کریمہ: ﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿18﴾﴾ ''اور یہ کہ بلاشبہ مساجد اللہ کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو'' کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہود و نصاریٰ جب اپنے گرجوں اور معبدوں میں داخل ہوتے تو اللہ کے ساتھ شرک کرتے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ صرف اور صرف اسی کی عبادت کریں۔[4] ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ جنوں نے نبی ﷺ سے کہا کہ ہم مسجد میں کس طرح آئیں اور ہم نماز کے لیے کس طرح حاضر ہوں جبکہ ہم تو آپ سے دور ہیں؟ تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿18﴾﴾ ''اور یہ کہ بے شک

---

① تفسیر الطبری: 144,143/29 و الدر المنثور: 436/6 . ② تفسیر الطبری: 144/29 . ③ دیکھیے تفسیر الماوردی: 118/6، البتہ مذکورہ حوالے میں یہ قول سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے بجائے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ④ تفسیر الطبری: 145/29 .

مساجد اللہ کے لیے ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔‘‘ ①

جنوں کا قرآن سننے کے لیے کثیر تعداد میں آنا: فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴾ ’’اور یہ کہ بلاشبہ جب اللہ کے بندے (محمد ﷺ) اس کو پکارنے کے لیے کھڑے ہوئے تو وہ قریب تھے کہ ان پر تہ بہ تہ جمع ہو جائیں۔‘‘ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب جنوں نے نبی ﷺ کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو اس طرح آگے بڑھ بڑھ کر جھکنے لگے گویا ایک دوسرے کے سروں پر چڑھے چلے جاتے ہیں، وہ آپ سے بہت قریب ہو گئے مگر آپ کو ان کا علم نہ ہوا حتی کہ فرشتہ یہ وحی لے کر نازل ہوا: ﴿ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ ﴾ (الجن 72:1) ’’(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دیں کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے غور سے سنا ہے۔‘‘ ② یعنی قرآن کو سنا ہے، یہ قول زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ ③ ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جنوں نے اپنی قوم سے کہا: ﴿ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴾ ’’جب اللہ کے بندے (محمد ﷺ) اس کو پکارنے کے لیے کھڑے ہوئے تو وہ قریب تھے کہ ان پر تہ بہ تہ جمع ہو جائیں۔‘‘ یعنی انھوں نے جب یہ دیکھا کہ آپ نماز پڑھتے ہیں تو آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے رکوع کے ساتھ رکوع اور سجدے کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں تو انھوں نے اس بات پر تعجب کا اظہار کیا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح آپ کی اطاعت بجالاتے ہیں۔ یہ دوسرا قول ہے اور یہی قول سعید بن جبیر سے بھی مروی ہے۔ ④ امام حسن فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ] ’’اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں‘‘ کہتے اور لوگوں کو اپنے رب کی طرف دعوت دیتے تو قریب تھا کہ تمام عرب آپ کے گرد ہجوم کر لیتے۔ ⑤

امام قتادہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴾ ’’اور یہ کہ بلاشبہ جب اللہ کے بندے (محمد ﷺ) اس کو پکارنے کے لیے کھڑے ہوتے تو وہ قریب تھے کہ ان پر تہ بہ تہ جمع ہو جائیں‘‘ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ انس و جن اس بات پر متفق ہو گئے کہ آپ (کے چراغ) کو بجھا دیں مگر اللہ تعالیٰ نے یہی چاہا کہ وہ آپ کی مدد فرمائے، آپ کے کام کو جاری و ساری رکھے اور آپ سے دور ہونے والوں پر آپ کو غلبہ و سربلندی عطا فرمائے۔ ⑥ یہ تیسرا قول ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور سعید بن جبیر سے مروی ہے، ابن زید کا بھی یہی قول ہے اور ابن جریر نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے۔ ⑦ اور اس کے بعد والی آیت: ﴿ قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ﴾ ’’کہہ دیں کہ میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا‘‘ کے پیش نظر یہ قول کچھ زیادہ ہی مناسب معلوم ہوتا ہے، یعنی انھوں نے جب رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچائی، آپ کی مخالفت کی، آپ کی تکذیب کی، آپ کے خلاف متحد ہو گئے اور آپ کی عداوت پر متفق ہو گئے تاکہ آپ کے لائے ہوئے دین حق کی مخالفت کریں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ﴿ اِنَّمَا

---

① تفسیر الطبری: 145/29. ② تفسیر الطبری: 146/29. ③ تفسیر القرطبی: 23/19 و الدر المنثور: 437/6.
④ تفسیر الطبری: 146/29. ⑤ تفسیر الطبری: 147/29. ⑥ تفسیر الطبری: 147/29. ⑦ تفسیر الطبری: 147/29 و تفسیر القرطبی: 24,23/19.

﴿ اَدْعُوْا رَبِّیْ ﴾ یعنی میں صرف اپنے رب تعالیٰ وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کرتا ہوں، اسی سے پناہ چاہتا ہوں اور اسی پر توکل کرتا ہوں ﴿ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ⑳ ﴾ ''اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا۔''

رسول اللہ ﷺ نفع ونقصان کے مالک نہیں: فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ㉑ ﴾ ''(یہ بھی) کہہ دیں کہ بے شک میں نہیں اختیار رکھتا تمھارے حق میں کسی نقصان کا اور نہ کسی بھلائی کا۔'' یعنی میں تمھاری طرح ایک بشر ہوں لیکن میری طرف وحی کی جاتی ہے، میں اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں، تمھاری ہدایت و گمراہی کے سلسلے میں میرا کچھ اختیار نہیں ہے بلکہ اس کے بارے میں تمام تصرف اور اختیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، پھر آپ نے اپنے بارے میں بتایا کہ اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو مجھے بھی کوئی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ نہیں دے سکے گا۔ مجاہد، قتادہ اور سدی فرماتے ہیں: ﴿ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ㉒ ﴾ کے معنی ہیں کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ملجا (پناہ کی جگہ) نہیں پاؤں گا۔①

رسول کے ذمے صرف پیغام پہنچا دینا ہے: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ۭ ﴾ یہ استثناء ہے ﴿ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ﴾ سے، یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور نہ اس سے کوئی چھڑا سکتا ہے الّا یہ کہ میں اس پیغام کو پہنچاؤں جسے پہنچانا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر واجب قرار دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ...... ﴾ الآیۃ (المآئدۃ 5:67) ''اے پیغمبر! جو (ارشادات) آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیے گئے ہیں وہ (سب لوگوں کو) پہنچا دیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا (پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے رکھے گا......'' فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ㉓ ﴾ ''اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر ﷺ کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔'' یعنی میں اللہ کا پیغام تمھیں پہنچا رہا ہوں تو اس کے بعد اگر کوئی اللہ کی نافرمانی کرے گا تو اس کی سزا جہنم کی آگ ہوگی جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا، اس سے نجات پا سکے گا نہ باہر نکل سکے گا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ㉔ ﴾ ''(یہ اسی طرح غفلت میں رہیں گے) یہاں تک کہ جب یہ وہ (عذاب) دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو تب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ مددگار کس کے زیادہ کمزور اور شمار (کن کا) بہت تھوڑا ہے۔'' یعنی یہ مشرکین جن وانس جب اس چیز کو قیامت کے دن دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو انھیں معلوم ہو جائے گا کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کن کا شمار آج تھوڑا ہے، ان کا یا مومنوں اور موحدوں کا۔ اس دن مشرکوں کا قطعاً کوئی مددگار نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے لشکروں کے مقابلے میں انھی کی تعداد بہت کم ہوگی۔

① تفسیر الطبری: 149/29 و تفسیر القرطبی: 26/19.

قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ﴿25﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ

کہہ دیجیے: میں نہیں جانتا کہ جس (عذاب) کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا اس کے لیے میرے رب نے کوئی لمبی مدت رکھی ہے﴿25﴾ (وہی)

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿26﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ

عالم الغیب ہے، وہ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا﴿26﴾ سوائے کسی رسول کے جسے وہ پسند کرے، پھر بے شک وہ اس (رسول) کے آگے اور پیچھے

يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿27﴾ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا

نگہبان لگا دیتا ہے﴿27﴾ تاکہ وہ معلوم کرے کہ انھوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیے ہیں، اور اس نے ان (کے گرد و پیش) کا احاطہ کیا ہوا ہے

لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿28﴾ ع 2 9 12

اور اس نے ہر چیز کو شمار کر رکھا ہے﴿28﴾

تفسیر آیات:28-25

قیامت کے وقت کا رسول ﷺ کو بھی علم نہیں: اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرما رہا ہے کہ لوگوں میں اعلان کر دیں کہ آپ کو قیامت کے وقت کا علم نہیں، یعنی آپ یہ نہیں جانتے کہ قیامت کا وقت قریب ہے یا بعید ﴿قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا﴿25﴾﴾ ”کہہ دیں کہ جس (دن) کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے میں نہیں جانتا کہ وہ عنقریب (آنے والا) ہے یا میرا پروردگار اس کی کوئی (لمبی) مدت (مقرر) کرے گا۔“ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ بہت سے جاہل جو یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین کے اندر کی چیزوں کا بھی علم رکھتے ہیں، یہ بالکل جھوٹی اور بے اصل روایت ہے، یہ کسی کتاب میں بھی نہیں ہے بلکہ حدیث سے تو یہ ثابت ہے کہ جب آپ سے قیامت کے وقت کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ اس کا کوئی جواب نہیں دیتے تھے، مثلاً: جبریل امین علیہ السلام جب آپ کے پاس ایک اعرابی (دیہاتی) کی صورت میں آئے تو انھوں نے ایک سوال یہ بھی پوچھا کہ اے محمد (ﷺ!) مجھے قیامت کے بارے میں خبر دیجیے (کہ کب آئے گی) تو آپ نے فرمایا: [مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ] ”اس کے بارے میں مسئول کو سائل سے زیادہ علم نہیں ہے۔“[1] اور اسی طرح جب اس اعرابی نے بلند آواز سے پوچھا کہ اے محمد (ﷺ!) قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: [وَيْحَكَ! (إِنَّهَا كَائِنَةٌ)، فَمَا أَعْدَدْتَّ لَهَا؟] ”تم پر افسوس! بے شک وہ (قیامت) تو آنے ہی والی ہے، تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟“ اس نے جواب دیا کہ میں نے اس کے لیے بہت ساری نمازیں اور روزے تو تیار نہیں کیے، ہاں، البتہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ضرور کرتا ہوں، فرمایا: [فَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ] ”تمھارا ساتھ اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تم محبت کرتے ہو۔“ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان اور کسی چیز سے اس قدر خوش نہیں ہوئے جتنے اس حدیث سے خوش ہوئے تھے۔[2]

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب سؤال جبريل النبي ﷺ......، حديث : 50 وصحيح مسلم، الإيمان، باب الإيمان ماهو؟ ......، حديث : 9. [2] مسند أحمد:167/3، البتہ قوسین والے الفاظ کے بجائے مسند أحمد:283/3 میں [إِنَّهَا قَائِمَةٌ] کے الفاظ ہیں۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿26﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ﴾ ''(وہی) غیب (کی بات) جاننے والا ہے پس کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا، مگر جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے۔'' یہ آیت ایسے ہی ہے جیسے یہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ﴾ (البقرۃ 2:255) ''اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے، مگر جس قدر وہ چاہتا ہے (اس قدر معلوم کرا دیتا ہے۔)'' اسی طرح یہاں فرمایا کہ وہ غیب و حاضر کو جانتا ہے اور مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے علم میں سے کسی چیز پر مطلع نہیں ہو سکتا، سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ خود مطلع فرما دے، اسی لیے تو اس نے فرمایا ہے: ﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿26﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ﴾ ''(وہی) غیب (کی باتیں) جاننے والا ہے پس کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا، مگر جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے۔'' یہاں ''رسول'' کا لفظ عام ہے جو فرشتوں اور انسانوں دونوں میں سے پیغام رسائی کرنے والوں کے لیے ہے۔ پھر فرمایا: ﴿ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿27﴾ ﴾ ''تو بے شک وہ اس (رسول) کے آگے اور اس کے پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے۔'' یعنی اس کے لیے نگہبان فرشتے مقرر فرما دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے اور اس تک وحی الٰہی کو پہنچا دیتے ہیں، اسی لیے تو اس نے فرمایا ہے: ﴿ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿28﴾ ﴾ ''تاکہ وہ معلوم کر لے کہ انھوں نے اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچا دیے ہیں اور (یوں تو) اس نے ان کی سب چیزوں کو ہر طرف سے قابو کر رکھا ہے اور ایک ایک چیز گن رکھی ہے۔'' ﴿ لِّيَعْلَمَ ﴾ کی ضمیر آنحضرت ﷺ کی طرف راجع ہے۔ ابن جریر نے سعید بن جبیر سے اس آیت کریمہ: ﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿26﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿27﴾ ﴾ ''(وہی) غیب (کی بات) جاننے والا ہے، پس کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا، مگر جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے، تو بے شک وہ اس (رسول) کے آگے اور اس کے پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جبریل کے ساتھ چار محافظ فرشتے ہوتے ہیں، ﴿ لِّيَعْلَمَ ﴾ ''تاکہ جان لیں'' محمد ﷺ ﴿ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿28﴾ ﴾ ''کہ انھوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیے ہیں اور (یوں تو) اس نے ان کی سب چیزوں کو ہر طرف سے قابو کر رکھا ہے اور ایک ایک چیز گن رکھی ہے۔''[1] اسے ابن ابوحاتم نے بھی روایت کیا ہے۔[2] نیز ضحاک، سدی اور یزید بن ابوحبیب نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔[3]

عبدالرزاق نے معمر سے اور انھوں نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کریمہ: ﴿ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ ﴾ کے معنی یہ ہیں: تاکہ اللہ کے نبی یہ جان لیں کہ رسولوں نے اللہ کے پیغام کو پہنچا دیا اور فرشتوں نے اس کی حفاظت کی اور اس کا دفاع کیا۔[4] سعید بن ابوعروبہ نے بھی قتادہ سے اسی طرح روایت کیا ہے اور ابن جریر نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے۔[5] امام بغوی فرماتے ہیں کہ یعقوب نے [لِيُعْلَمَ] ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے: تاکہ لوگوں

[1] تفسیر الطبری: 153,152/29. [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 3378/10. [3] تفسیر الطبری: 151/29 وتفسیر القرطبی: 30,29/19. [4] تفسیر عبدالرزاق: 355/3، رقم: 3360. [5] تفسیر الطبری: 153,152/9.

کو یہ معلوم کروا دیا جائے کہ رسولوں نے اللہ کے پیغام کو پہنچا دیا ہے۔[1] اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ضمیر اللہ عزوجل کی طرف راجع ہو، اس قول کو امام ابن الجوزی نے زاد المسیر میں بیان کیا ہے۔[2] اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی اپنے فرشتوں کے ساتھ حفاظت فرماتا ہے تاکہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو پہنچانا ممکن ہو جائے اور اس کی نازل کردہ وحی کی حفاظت ہو سکے تاکہ وہ جان لے کہ اس کے رسولوں نے اپنے رب کے پیغامات کو پہنچا دیا ہے، اس صورت میں یہ آیت کریمہ اس طرح ہوگی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ...... ﴾ الآية (البقرة 143:2) ''اور جس قبلے پر آپ (پہلے) تھے اس کو ہم نے اس لیے مقرر کیا تھا تاکہ ہم معلوم کرلیں اس (شخص) کو جو (ہمارے) پیغمبر کا تابع رہتا ہے اس سے (جدا کر کے) جو اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے......'' نیز جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۝﴾ (العنكبوت 11:29) ''اور یقیناً اللہ اُن لوگوں کو ضرور معلوم کرلے گا جو (سچے) مومن ہیں اور یقیناً منافقوں کو بھی وہ ضرور معلوم کر کے رہے گا۔'' علاوہ ازیں اس طرح کی اور بھی بہت سی آیات ہیں، حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ تو تمام اشیاء کو ان کے وجود میں آنے سے پہلے ہی قطعی اور یقینی طور پر جانتا ہے، اسی لیے تو اس نے اس کے بعد فرمایا ہے: ﴿وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿٢٨﴾﴾ ''اور (یوں تو) اس نے ان کی سب چیزوں کو ہر طرف سے قابو کر رکھا ہے اور ایک ایک چیز گن رکھی ہے۔''

سورۂ جن کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

www.KitaboSunnat.com

---

① تفسیر البغوی: 164/5 . ② زاد المسیر: 136,135/8 .

تفسیر سُوْرَۂ مُزَّمِّل

یہ مکی سورت ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ① قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ② نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ③ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ

اے چادر میں لپٹنے والے!① رات میں قیام کیجیے مگر تھوڑا سا② (یعنی) رات کا نصف، یا اس سے تھوڑا سا کم کیجیے③ یا اس پر (کچھ) زیادہ کیجیے اور

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ④ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ⑤ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ

قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھیے④ یقیناً ہم جلد آپ پر ایک بھاری بات ڈالیں گے⑤ بلاشبہ رات کا اٹھنا (نفس کے) کچلنے میں زیادہ سخت اور دعا و ذکر

وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ⑥ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ⑦ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ

کے لیے مناسب تر ہے⑥ یقیناً دن میں آپ کے لیے بہت مصروفیت ہے⑦ اور اپنے رب کا نام ذکر کیجیے اور سب سے کٹ کر اسی کی طرف متوجہ ہو

تَبْتِيْلًا ⑧ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ⑨

جائیے⑧ (وہ) مشرق و مغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، لہٰذا اسی کو کارساز بنا لیجیے⑨

سورۂ مزمل اور مدثر کی شانِ نزول: حافظ ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قریش دارالندوہ میں جمع ہو کر کہنے لگے کہ اس شخص کا ایسا نام رکھو جو لوگوں کو اس کے قریب آنے سے روک دے۔ کہنے لگے: اس کا نام کاہن رکھ دو، مگر کچھ لوگوں نے کہا: نہیں، وہ کاہن نہیں ہے، تو کہنے لگے کہ اس کا نام مجنون رکھ دو، پھر کچھ لوگوں نے کہا: نہیں، وہ مجنون نہیں ہے، تو کہنے لگے: پھر اس کا نام جادوگر رکھ دو، اس کی بھی تردید کرتے ہوئے کچھ لوگوں نے کہا کہ نہیں، وہ جادوگر بھی نہیں ہے، مشرک کسی ایک بات پر متفق نہ ہو سکے اور منتشر ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ نبی ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ افسردہ ہو کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے تو جبریل علیہ السلام ان دو سورتوں ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ①﴾ ''اے کپڑے میں لپٹنے والے!'' اور ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ①﴾ (المدثر 74:1) ''اے لحاف میں لپٹنے والے!'' کو لے کر نازل ہوئے۔ امام بزار فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند کے ایک راوی معلّٰی بن عبدالرحمٰن سے اگرچہ اہل علم کی ایک جماعت نے روایت کی ہے اور اس کی حدیث کو قابل قبول گردانا ہے لیکن وہ کچھ ایسی احادیث بیان کرنے میں متفرد بھی ہے جن کی متابعت ثابت نہیں ہے۔ ①

① كشف الأستار: 77/3، حدیث: 2276 اور دیکھیے مجمع الزوائد، التفسير، باب سورة المزمل: 130/7، حدیث: 11443.

تفسیر آیات : 1-9

رات کو قیام کرنے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم فرمایا ہے کہ رات کو کپڑے میں لپٹ کر سورہنا ترک کریں اور اپنے رب تعالیٰ کے سامنے قیام کا اہتمام کریں جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ز وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ○ ﴾ (السجدة 16:32) ''ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو رات کے قیام کا حکم دیا، آپ اس پر خوب عمل پیرا تھے کیونکہ آپ کے لیے تو رات کو قیام کرنا واجب تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 79:17) ''اور کچھ حصہ رات سے بھی پس آپ تہجد پڑھیں اس (قرآن) کے ساتھ اس حال میں کہ (یہ) آپ کے لیے زائد ہے، قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود میں کھڑا کرے۔'' یہاں اللہ تعالیٰ نے قیام کی مقدار کو بھی واضح کر دیا، چنانچہ فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ① قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ② ﴾ ''اے کپڑے میں لپٹنے والے! رات کو قیام کیا کریں مگر تھوڑی سی (رات۔)'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ضحاک اور سدی نے ﴿ یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ① ﴾ کے معنی بیان فرمائے ہیں: اے سونے والے![1] قتادہ فرماتے ہیں کہ اپنے کپڑوں میں لپٹنے والے۔[2] فرمان الٰہی: ﴿ نِّصْفَهٗۤ ﴾ ''(یعنی) اس (رات) کا نصف (حصہ۔)'' یہ ﴿ الَّیْلَ ﴾ سے بدل ہے ﴿ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ③ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ ﴾ ''یا اس سے تھوڑا سا کم کرلیں یا اس سے زیادہ کرلیں۔'' یعنی ہم نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ نصف رات قیام کریں یا اس سے کچھ کم یا زیادہ کریں اس میں کوئی حرج نہیں۔

تلاوتِ قرآن کا طریقہ: فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ④ ﴾ یعنی قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں کیونکہ یہ قرآن مجید کے فہم وتدبر میں معاون ثابت ہوتا ہے، چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی طرح تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ اس قدر ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے حتی کہ ایک سورت اپنے سے طویل سورت سے بھی طویل تر معلوم ہوتی۔[3] صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کی قراءت کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ آپ خوب کھینچ کر قراءت فرمایا کرتے تھے، پھر انھوں نے ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ ﴾ کی قراءت کر کے بتائی اور ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ ﴾ کو کھینچ کر پڑھا، پھر ﴿ الرَّحْمٰنِ ﴾ کو اور پھر ﴿ الرَّحِیْمِ ○ ﴾ کو بھی خوب کھینچ کر پڑھا۔[4] ابن جریج نے ابن ابوملیکہ سے اور انھوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کی قراءت کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ آپ ایک ایک آیت کو الگ الگ کر کے پڑھا کرتے تھے، یعنی اس طرح ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ ﴾

---

① تفسیر البغوی :164/5، نیز یہی معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ① ﴾ (المدثر 1:74) کے مروی ہیں۔ دیکھیے تفسیر الطبری :180/29 . ② تفسیر الطبری :154/29 . ③ صحیح مسلم ، صلاة المسافرین......، باب جواز النافلة قائمًا و قاعدًا......، حدیث : 733 و سنن النسائی ، قیام اللیل ......، باب صلاة القاعد......، حدیث : 1659 عن حفصة رضی اللہ عنہا .
④ صحیح البخاری، فضائل القرآن، باب مد القراءة، حدیث : 5046 .

(الفاتحة 1:1-4) اس حدیث کو امام احمد، ابوداود اور ترمذی رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔ ①

ہم نے تفسیر کے آغاز میں وہ احادیث بیان کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ قرآن مجید کی قراءت ٹھہر ٹھہر کر اور خوب صورت آواز سے کی جائے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: [زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ] ''قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزین کرو۔'' ② اور [لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ] ''جو اچھی آواز کے ساتھ قرآن نہ پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' ③ اور [لَقَدْ أُوتِيَ هٰذَا مِزْمَارًا مِّنْ مَّزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ علیہ السلام] ''اس شخص کو تو آل داود کا سا لحن عطا کیا گیا ہے۔'' ④ آپ نے یہ ابوموسیٰ کے بارے میں فرمایا تھا اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ میری قراءت سن رہے ہیں تو میں آپ کے لیے اور بھی بنا سنوار کر پڑھتا۔ ⑤

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن کو ریت کی طرح نہ پھیلاؤ اور نہ اسے شعر کی طرح گاؤ بلکہ اس کے عجائبات کے پاس رک جاؤ، اس کے ساتھ دلوں کو حرکت دو اور یہ قصد نہ کرو کہ سورت کے آخری حصے پر جلد پہنچ جاؤ۔ اسے امام بغوی نے روایت کیا ہے۔ ⑥

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابووائل سے روایت کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آ کر کہنے لگا: رات میں نے ایک مفصل سورت ایک ہی رکعت میں پڑھی ہے، آپ نے فرمایا: پھر تو نے اشعار کی طرح جلدی جلدی پڑھا ہوگا۔ مجھے ان اشباہ و نظائر سورتوں کے بارے میں خوب یاد ہے جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر پڑھا کرتے تھے، پھر انھوں نے بیس ایسی مفصل سورتوں کے نام ذکر کیے جن میں سے دو دو سورتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر ایک رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔ ⑦

عظمت قرآن: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ⑤ ﴾ ''یقیناً ہم عنقریب آپ پر ایک بھاری فرمان نازل کریں گے۔'' امام حسن بصری اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے ساتھ عمل کرنا بھاری ہے۔ ⑧ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عظمت کی وجہ سے قرآن بوقت نزول بہت بھاری ہے جیسا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہو رہا تھا اور آپ کی ران مبارک میری ران پر تھی اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ میری ران ٹوٹ جائے گی۔ ⑨ امام احمد نے

---

① مسند أحمد: 302/6 وسنن أبي داود، الوتر، باب كيف يستحب الترتيل في القرآءة؟ حديث: 1466 وجامع الترمذي، القراءات، باب في فاتحة الكتاب، حديث: 2927. ② صحيح البخاري، التوحيد، باب قول النبي ﷺ: [الماهر بالقرآن......] و [زينوا القرآن......] قبل الحديث: 7544 و سنن أبي داود، الوتر، باب كيف يستحب الترتيل في القراءة؟ حديث: 1468 عن البراء بن عازب ؓ. ③ صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿ وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ ط...... ﴾ (الملك 67:13، 14)، حديث: 7527 عن أبي هريرة ؓ. ④ صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقراءة للقرآن، حديث: 5048 و صحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن، حديث: 793 وسنن النسائي، الافتتاح، باب تزيين القرآن بالصوت، حديث: 1022 واللفظ له. ⑤ السنن الكبرى للبيهقي، الصلاة، باب من جهر بها إذا......: 12/3. ⑥ تفسير البغوي: 166/5. ⑦ صحيح البخاري، الأذان، باب الجمع بين السورتين في ركعة......، حديث: 775. ⑧ تفسير الطبري: 158/29. ⑨ صحيح البخاري، الصلاة، باب مايذكر في الفخذ، قبل الحديث: 371.

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ وحی کو محسوس فرماتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نَعَم، أَسمَعُ صَلَاصِلَ ثُمَّ أَسكُتُ عِندَ ذٰلِكَ فَمَا مِن مَرَّةٍ يُوحٰى إِلَيَّ إِلَّا ظَنَنتُ أَنَّ نَفسِي (تُقبَضُ)] ''ہاں، میں آوازیں سنتا ہوں (اور) پھر اس وقت میں خاموش ہو جاتا ہوں اور جب بھی مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے گویا میری جان نکل جائے گی۔''[1] اس روایت کے بیان کرنے میں امام احمد متفرد ہیں۔

صحیح بخاری کے آغاز ہی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کے پاس وحی کس طرح آیا کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا: [أَحيَانًا يَأتِينِي مِثلَ صَلصَلَةِ الجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيُفصَمُ عَنِّي وَقَد وَعَيتُ عَنهُ مَا قَالَ، وَأَحيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ المَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِي مَا يَقُولُ] ''کبھی تو میرے پاس (وحی) اس طرح آتی ہے جیسے گھنٹی کی آواز ہو اور یہ مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے، جب وہ (فرشتہ) مجھ سے جدا ہوتا ہے تو اس نے جو کچھ کہا ہوتا ہے، وہ میں نے یاد کر لیا ہوتا ہے اور کبھی کبھی فرشتہ میرے پاس آدمی کی صورت میں آتا ہے اور وہ مجھ سے گفتگو کرتا ہے تو میں ان باتوں کو یاد کر لیتا ہوں جو وہ (مجھ سے) کہتا ہے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے سخت سردی کے دن بھی آپ پر وحی کو نازل ہوتے دیکھا ہے کہ جب فرشتہ آپ سے جدا ہوتا تو آپ کی جبین مبارک پسینے سے شرابور ہوتی تھی۔ یہ الفاظ بخاری کی روایت کے ہیں۔[2] اور امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ اگر وحی کے وقت رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر ہوتے تو وہ (بوجھ کی شدت کی وجہ سے) اپنی گردن ہلانے لگ جاتی۔[3] ابن جریر رحمہ اللہ نے اس قول کو اختیار کیا ہے کہ قرآن دونوں اعتبار سے ثقیل ہے جیسا کہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا ہے کہ جیسے قرآن دنیا میں بھاری ہے، اسی طرح قیامت کے دن یہ میزان میں بھی بہت بھاری ہوگا۔[4]

رات کے قیام کا شرف: فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيۡلِ هِىَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّاَقۡوَمُ قِيۡلًا ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ رات کا اُٹھنا (نفس کے) کچلنے میں زیادہ سخت اور دعا و ذکر کے لیے مناسب تر ہے۔'' حضرت عمر، ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ رات بھر میں جس وقت بھی اُٹھے اسے ﴿ نَاشِئَةَ ﴾ کہتے ہیں۔[5] مجاہد اور دیگر کئی ایک اہل علم نے بھی یہی فرمایا ہے۔[6] نَشَأَ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی رات کو اُٹھے۔ مجاہد کی ایک روایت میں ہے کہ نَشَأَ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی عشاء کے بعد رات کو اُٹھے۔[7] ابو مجلز، قتادہ، سالم، ابو حازم اور محمد بن منکدر رحمہم اللہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔[8] الغرض ﴿ نَاشِئَةَ الَّيۡلِ ﴾ رات کی گھڑیوں اور اوقات کو کہا جاتا ہے کہ ان میں سے ہر گھڑی ﴿ نَاشِئَةَ ﴾ ہے، مقصد یہ ہے کہ رات کا قیام دل اور زبان میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے بہت اہم ہے اور اس وقت تلاوت میں خوب تدبر پیدا ہوتا ہے،

---

[1] مسند أحمد: 222/2 ملحوظہ: مسند احمد کے اکثر نسخوں میں [تُقبَضُ] کے بجائے [تَفِيضُ] ہے، تاہم معنی ایک ہی ہیں۔
[2] صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي......؟ حديث: 2. [3] مسند أحمد: 118/6. [4] تفسير الطبري: 159/29. [5] تفسير الطبري: 159/29. [6] تفسير الطبري: 160,159/29. [7] تفسير الطبري: 160/29.
[8] تفسير الطبري: 161,160/29.

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ هِيَ أَشَدُّ وَطْـًٔا وَّأَقْوَمُ قِيلًا ۝ ﴾ ''یہ (نفس کے) کچلنے میں زیادہ سخت اور دعا و ذکر کے لیے مناسب تر ہے۔'' یعنی دن کے قیام کی نسبت رات کے قیام میں تلاوت کرنے اور اسے سمجھنے میں دل خوب متوجہ ہوتا ہے کیونکہ دن کا وقت لوگوں کے انتشار، شور و غوغا اور کاروبار کے لیے ہوتا ہے۔ حافظ ابویعلیٰ موصلی نے (اپنی سند کے ساتھ) بیان کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو اس طرح پڑھا: [إِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَّأَصْوَبُ قِيلًا] تو ایک آدمی نے آپ کی خدمت میں عرض کی: ہم تو اسے ﴿ وَّأَقْوَمُ قِيلًا ۝ ﴾ پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا: أَصْوَبُ، أَقْوَمُ، أَهْيَأُ اور اس طرح کے دیگر الفاظ کے معنی ایک ہی ہیں۔ [1]

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۝ ﴾ ''بلاشبہ آپ کے لیے دن میں بہت مصروفیت ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ اور عطاء بن ابومسلم فرماتے ہیں: ﴿ سَبْحًا ﴾ کے معنی فراغت اور نیند کے ہیں۔ [2] ابوالعالیہ، مجاہد، ابومالک، ضحاک، حسن، قتادہ، ربیع بن انس اور سفیان ثوری فرماتے ہیں: ﴿ سَبْحًا طَوِيلًا ۝ ﴾ کے معنی طویل فراغت کے ہیں۔ [3] قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی مشغولیت، رزق تلاش کرنا اور دوسرے معاملات میں مصروف رہنے کے ہیں۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم اللہ کے اس فرمان: ﴿ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۝ ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ دن میں آپ کو چونکہ بہت مصروفیات ہیں، اس لیے رات کے وقت کو دین کے لیے خالی کرلیں۔ لیکن یہ معنی اس صورت میں ہیں جب رات کی نماز فرض تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر تخفیف کرتے ہوئے رات کی نماز کی فرضیت ختم کردی، پھر انھوں نے ﴿ قُمِ الَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ ﴾ سے آخر آیت تک تلاوت فرمائی، پھر ﴿ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهُ ﴾ (المزّمّل 20:73) ''یقیناً آپ کے رب کو علم ہے کہ آپ قریباً دو تہائی رات یا نصف رات (یا ایک تہائی رات) قیام کرتے ہیں۔'' سے ﴿ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ﴾ (المزّمّل 20:73) ''پس اس میں سے جو میسر ہو پڑھو۔'' تک کی تلاوت فرمائی، (اور فرمایا کہ پھر اس حکم میں مزید وسعت و کشادگی آگئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ اور آپ کی امت سے اس کی فرضیت ختم کردی،) چنانچہ فرمایا: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝ ﴾ (بنی إسرآءیل 79:17) ''اور رات کے کچھ حصے میں بھی پس آپ اس (قرآن) کے ساتھ تہجد پڑھیں اس حال میں کہ یہ آپ کے لیے زائد ہے، قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود میں کھڑا کرے۔'' [4]

عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی یہ بات درست ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں سعد بن ہشام سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور پھر مدینے چلے گئے تاکہ وہاں کی اپنی جائیداد کو بھی فروخت کر کے اس سے ہتھیار وغیرہ خریدیں اور پھر رومیوں سے جہاد کر کے شہادت سے بہرہ ور ہو جائیں، وہ اپنی قوم

[1] مسند أبي يعلى الموصلي: 88/7، حدیث: 4022، البتہ روایت ضعیف ہے اور متن بھی ناقابلِ قبول ہے کیونکہ قرآن مجید کا متن توقیفی ہے۔ [2] تفسير الطبري: 163/29 و تفسير القرطبي: 42/19. [3] تفسير الطبري: 163/29 و الدر المنثور: 445/6.
[4] تفسير الطبري: 164,163/29 .

کے کچھ لوگوں سے ملے جنھوں نے یہ بیان کیا کہ ان کی قوم کے کچھ آدمیوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے عہد میں یہی ارادہ کیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: [أَلَيْسَ لَكُمْ فِيَّ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ؟] ''کیا تمھارے لیے میں اسوۂ حسنہ نہیں ہوں؟'' آپ نے انھیں اس سے منع فرمایا اور انھیں گواہ بنالیا کہ وہ اس سے رجوع کرلیں گے، پھر وہ (سعد) ہمارے پاس واپس آئے اور انھوں نے بتایا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وتر کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے فرمایا: کیا میں تمھیں اس کے بارے میں نہ بتاؤں جو تمام روئے زمین کے لوگوں سے رسول اللہ ﷺ کے وتر کے بارے میں زیادہ جانتے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں، ضرور بتائیے، تو انھوں نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ، ان سے یہ پوچھو اور جو وہ جواب دیں مجھے بھی بتاؤ۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حکیم بن افلح کے پاس گیا اور انھیں بھی اپنے ساتھ ان (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کے پاس جانے کو کہا تو انھوں نے جواب دیا کہ میں ان کے پاس نہیں جاؤں گا کیونکہ میں نے انھیں ان دو گروہوں (حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ) کے بارے میں گفتگو کرنے سے منع کیا تھا مگر انھوں نے ان کے بارے میں گفتگو کرنے کو ترک نہیں کیا، بہر حال میں نے انھیں قسم دے کر کہا کہ نہیں، آپ کو میرے ساتھ ضرور چلنا ہوگا، تو وہ میرے ساتھ چل پڑے حتی کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ گئے تو انھوں نے انھیں پہچانتے ہوئے پوچھا: حکیم ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: جی ہاں، انھوں نے فرمایا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: سعد بن ہشام، تو انھوں نے پوچھا: ہشام کون؟ انھوں نے کہا: ہشام بن عامر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے لیے رحمت کی دعا کی اور فرمایا: عامر بہت اچھے آدمی تھے۔ میں نے عرض کی: ام المؤمنین! مجھے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں بتائیے؟ تو انھوں نے فرمایا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا اخلاق قرآن تھا۔ میں نے اُٹھنے کا ارادہ کیا تو مجھے خیال آیا کہ رسول اللہ ﷺ کے قیام کے بارے میں بھی پوچھ لوں تو میں نے عرض کی: ام المؤمنین! مجھے رسول اللہ ﷺ کے رات کے قیام کے بارے میں بتائیے؟ تو انھوں نے فرمایا: کیا تم یہ سورت نہیں پڑھتے: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمُزَّمِّلُ ① ﴾؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں، تو انھوں نے فرمایا کہ اس سورت کے آغاز میں رات کے قیام کو فرض قرار دیا گیا تھا جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک سال تک اس قدر قیام فرمایا کہ ان کے پاؤں مبارک سوجھ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے بارہ ماہ تک اس سورت مبارکہ کے آخری حصے کو آسمان میں روکے رکھا اور پھر اس تخفیف کو نازل فرمایا جس کا ذکر اس سورت کے آخر میں ہے، اس طرح فرض قرار دینے کے بعد اب رات کا قیام نفلی بن گیا ہے۔ میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو خیال آیا کہ رسول اللہ ﷺ کے وتر کے بارے میں بھی پوچھ لوں، میں نے عرض کی: ام المؤمنین! رسول اللہ ﷺ کے وتر کے بارے میں بتائیے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے لیے مسواک اور وضو (کے لیے پانی) کا انتظام کرتے تھے، اللہ تعالیٰ جب چاہتا آپ کو رات کو بیدار کردیتا تو آپ مسواک کرتے، پھر وضو کرتے، پھر آپ آٹھ رکعات اس طرح ادا فرماتے کہ آٹھویں رکعت ہی میں تشہد کے لیے بیٹھتے اور درمیان میں تشہد نہیں کرتے تھے، آٹھویں رکعت کے بعد تشہد میں بیٹھ کر آپ اپنے رب تعالیٰ کا ذکر کرتے،

دعا اور استغفار کرتے ، پھر کھڑے ہو جاتے اور سلام نہ پھیرتے ، پھر نویں رکعت پڑھتے ، (نویں رکعت کے بعد) پھر (تشہد میں) بیٹھ جاتے ، اللہ کا ذکر کرتے ، دعا کرتے اور پھر اس طرح بلند آواز سے سلام پھیرتے کہ ہمیں بھی سلام کی آواز سنائی دیتی۔ سلام کے بعد پھر آپ بیٹھ کر دو رکعت ادا فرماتے۔ اس طرح میرے بیٹے ! آپ گیارہ رکعت ادا فرمایا کرتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک زیادہ ہوگئی اور جسم اطہر پر گوشت نمایاں ہوگیا تو آپ سات رکعت وتر پڑھتے اور پھر سلام کے بعد بیٹھ کر دو رکعت ادا فرماتے اور اس طرح میرے بیٹے ! آپ ﷺ نو رکعت ادا فرمایا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ جب بھی کوئی نماز ادا فرماتے تو اس بات کو پسند فرماتے کہ اس پر مداومت کریں، لہٰذا جب آپ نیند یا کسی تکلیف یا مرض کی وجہ سے رات کو قیام نہ فرما سکتے تو دن کو بارہ رکعت ادا فرما لیتے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اللہ کے نبی ﷺ نے کبھی ایک ہی رات میں مکمل سارا قرآن پڑھا ہو یا کبھی پوری رات قیام کیا ہو یا رمضان کے سوا کسی اور پورے مہینے کے روزے رکھے ہوں۔ میں واپس ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور انھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی ہوئی یہ باتیں بتائیں تو انھوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بالکل سچ فرمایا ہے، اگر میری بھی ان کے پاس آمد و رفت ہوتی تو میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان باتوں کو بالمشافہ سن لیتا۔ امام احمد نے اس حدیث کو اسی طرح مکمل بیان کیا ہے۔① اور امام مسلم نے بھی اسے اپنی صحیح میں اسی طرح بیان فرمایا ہے۔②

ابن جریر رحمہ اللہ نے ابو عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ جب ﴿ یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ① ﴾ نازل ہوئی تو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک سال تک اس قدر قیام کیا کہ ان کے پاؤں اور پنڈلیوں پر ورم آ گیا حتی کہ جب یہ الفاظ نازل ہوئے: ﴿ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ ﴾ (المزّمّل 20:73) ”پھر تم اس (قرآن میں) سے جو آسان ہو پڑھو۔“ تو لوگوں نے راحت حاصل کی۔③ امام حسن بصری اور سدی نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔④

علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ② نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ③ ﴾ ”(اے نبی!) آپ رات میں تھوڑا سا قیام کیجیے (یعنی) رات کا نصف (حصہ) یا اس سے تھوڑا سا کم کیجیے۔“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ صورت حال مومنوں کے لیے بہت گراں تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے تخفیف اور رحمت فرماتے ہوئے یہ آیت نازل فرما دی:

﴿ عَلِمَ اَنْ سَیَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰی ۙ وَ اٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَ اٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۖؗ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ ۙ ﴾ (المزّمّل 20:73) ”اسے علم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور (کچھ) دوسرے زمین میں اللہ کا فضل تلاش کریں گے اور (کچھ) اللہ کی راہ میں لڑیں گے، پھر تم اس (قرآن میں) سے جو آسان ہو پڑھو۔“ پس اللہ تعالیٰ نے کشادگی اور وسعت پیدا فرما دی اور تنگی نہ رہنے دی۔ اور وہی ذات تمام تعریفوں کے لائق ہے۔⑤

① مسند أحمد :54,53/6 . ② صحیح مسلم، صلاة المسافرين......، باب جامع صلاة الليل......، حديث :746 .

③ تفسير الطبرى :156/29 . ④ تفسير الطبرى :157/29 . ⑤ تفسير الطبرى :156/29 .

وَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَاهۡجُرۡهُمۡ هَجۡرًا جَمِیۡلًا ⑩ وَذَرۡنِیۡ وَالۡمُكَذِّبِیۡنَ اُولِی النَّعۡمَةِ

اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اس پر صبر کیجیے اور انھیں اچھے طریقے سے چھوڑ دیجیے ⑩ اور مجھے اور تکذیب کرنے والے آسودہ حال لوگوں کو تنہا چھوڑ دیجیے اور

وَمَهِّلۡهُمۡ قَلِیۡلًا ⑪ اِنَّ لَدَیۡنَاۤ اَنۡكَالًا وَّجَحِیۡمًا ⑫ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِیۡمًا ⑬ یَوۡمَ

انھیں تھوڑی سی مہلت دیجیے ⑪ بے شک ہمارے پاس بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے ⑫ اور گلے میں اٹکنے والا طعام اور دردناک عذاب ہے ⑬ جس

تَرۡجُفُ الۡاَرۡضُ وَالۡجِبَالُ وَكَانَتِ الۡجِبَالُ كَثِیۡبًا مَّهِیۡلًا ⑭ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡكُمۡ

دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ ریت کے بھربھرے ٹیلے ہوں گے ⑭ بے شک ہم نے تمھاری طرف ایک رسول بھیجا جو تم

رَسُوۡلًا ۙ۬ شَاهِدًا عَلَیۡكُمۡ كَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا ⑮ فَعَصٰی فِرۡعَوۡنُ الرَّسُوۡلَ

پر شاہد ہے جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا ⑮ چنانچہ فرعون نے رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے نہایت

فَاَخَذۡنٰهُ اَخۡذًا وَّبِیۡلًا ⑯ فَكَیۡفَ تَتَّقُوۡنَ اِنۡ كَفَرۡتُمۡ یَوۡمًا یَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِیۡبَا ⑰

سختی سے پکڑ لیا ⑯ پھر تم (عذاب سے) کیسے بچو گے اگر تم نے اس دن کا انکار کیا جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا؟ ⑰

السَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعۡدُهٗ مَفۡعُوۡلًا ⑱

جس (کی شدت) سے آسمان پھٹ جائے گا۔ اس (اللہ) کا وعدہ ہو کے رہنا ہے ⑱

فرمان الٰہی: ﴿ وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡهِ تَبۡتِیۡلًا ⑧ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو، اسی سے لو لگاؤ اور جب اپنے کام کاج سے فارغ ہو جاؤ تو اس کی عبادت میں مصروف ہو جاؤ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ۙ ﴾ (الانشراح 7:94) یعنی جب تم اپنے کاموں سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جاؤ تاکہ انسان فارغ البال ہو کر اطمینان وسکون سے اطاعت وعبادت کو بجا لائے۔ ابن زید نے بھی قریب قریب یہی فرمایا ہے۔ [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، ابو صالح، عطیہ، ضحاک اور سدی فرماتے ہیں: ﴿ وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡهِ تَبۡتِیۡلًا ⑧ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ عبادت خالص اسی کے لیے کرو۔ [2] امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ خوب کوشش کرو اور اپنے نفس کو اسی کی طرف متوجہ کر دو۔ [3] امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ عابد کو مُتَبَتِّل بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تَبَتُّل سے منع فرمایا، اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان شادی نہ کرے اور اپنے آپ کو عبادت ہی کے لیے وقف کر دے۔ [4]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذۡهُ وَكِیۡلًا ⑨ ﴾ یعنی مشرقوں اور مغربوں میں وہی مالک اور متصرف ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جیسے آپ عبادت صرف اسی کی کرتے ہیں ایسے ہی توکل بھی صرف اسی پر کریں اور اسے اپنا کارساز بنا لیں جیسا کہ ایک دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ فَاعۡبُدۡهُ وَتَوَكَّلۡ عَلَیۡهِ ؕ ﴾ (ھود 123:11) ''آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسا رکھیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ ﴾ (الفاتحۃ 5:1)

① تفسیر الطبری: 166,165/29 . ② تفسیر الطبری: 165/29 . ③ تفسیر الطبری: 165/29 . ④ تفسیر الطبری: 164/29 .

"(اے پروردگار!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔" اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت وعبادت کی جائے اور صرف اسی کی ذات گرامی پر توکل اور بھروسا کیا جائے۔

تفسیر آیات:10-18

کفار کی اذیتوں پر صبر کا حکم اور ان کا انجام: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ کی قوم کے بے وقوف لوگ جنھوں نے آپ کو جھٹلایا ہے، وہ جو کچھ کہتے ہیں آپ اس پر صبر کریں اور ان سے اچھے طریقے سے کنارہ کشی اختیار کرلیں۔ اچھے طریقے سے اختیار کی گئی کنارہ کشی وہ ہوتی ہے جس میں سرزنش نہ ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ سے قوم کے کفار کو ڈانٹ ڈپٹ پلاتے ہوئے فرمایا اور یہ ڈانٹ ڈپٹ اس عظیم رب تعالیٰ کی طرف سے ہے جس کے غضب کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کرسکتی کہ ﴿ وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ ﴾ یعنی مجھے اور ان تکذیب کرنے والے خوش حال اور مال دار لوگوں کو چھوڑ دیں کیونکہ یہ دوسروں کی نسبت اطاعت کی زیادہ قدرت رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان سے کچھ ایسے حقوق کا مطالبہ ہوتا ہے جو دوسروں سے نہیں ہوتا۔ ﴿ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ﴿١١﴾ ﴾ یعنی ان کو تھوڑی سی مہلت دیجیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ○ ﴾ (لقمٰن 31:24) "ہم ان کو تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے، پھر ہم انھیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کرکے لے جائیں گے۔"

اور اسی لیے یہاں بیان فرمایا: ﴿ إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا ﴾ "بلاشبہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، طاوس، محمد بن کعب، عبداللہ بن بریدہ، ابوعمران جونی، ابومجلز، ضحاک، حماد بن ابوسلیمان، قتادہ، سدی، ابن مبارک، ثوری اور دیگر کئی ایک ائمہ تفسیر رحمہم اللہ کا یہی قول ہے کہ ﴿ أَنكَالًا ﴾ کے معنی بیڑیاں ہیں۔[1] ﴿ وَجَحِيمًا ﴿١٢﴾ ﴾ کے معنی بھڑکتی آگ کے ہیں۔ ﴿ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ ﴾ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ایسا کھانا ہے جو گلے میں پھنس جائے گا اور جسے انسان نہ اگل سکے گا اور نہ نگل سکے گا۔[2] ﴿ وَعَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٣﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ ﴾ "اور درد دینے والا عذاب ہے، جس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں گے۔" یعنی ہل جائیں گے۔ ﴿ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ﴿١٤﴾ ﴾ یعنی پہاڑ ریت کے ٹیلوں کی طرح ہوجائیں گے، حالانکہ اس سے پہلے یہ ٹھوس اور جامد پتھر تھے، پھر ان کو اڑا کر بکھیر دیا جائے گا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی چیز بھی باقی نہ رہے گی حتی کہ زمین ایک ہموار میدان کی طرح ہوجائے گی جس میں قطعاً کوئی نشیب وفراز نہ ہوگا۔

تمھارے رسول ﷺ بھی موسیٰ علیہ السلام کے مانند ہیں: اور پھر اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا جبکہ اس سے مراد سب لوگ ہیں کہ ﴿ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ ﴾ "بلاشبہ ہم نے تمھارے پاس ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہی دینے والا ہے۔" یعنی تمھارے اعمال کے بارے میں گواہ ہوگا۔ ﴿ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ

[1] تفسیر الطبری: 168,167/29 و الدر المنثور: 446/6۔ [2] تفسیر الطبری: 168/29۔

﴿ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴾ ''جس طرح ہم نے فرعون کے پاس ایک پیغمبر بھیجا تھا، چنانچہ فرعون نے اس پیغمبر کا کہا نہ مانا تو ہم نے اس کو سخت گرفت میں لے لیا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، سدی اور امام ثوری فرماتے ہیں کہ ﴿ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴾ کے معنی بہت شدید پکڑ کے ہیں۔[1] لہٰذا تم اس بات سے ڈرو کہ اس رسول کی تکذیب کی وجہ سے تم بھی کہیں اس طرح کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ جس طرح کے عذاب میں فرعون مبتلا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس طرح پکڑا کہ جس طرح غالب اور قدرت رکھنے والا بادشاہ پکڑتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴾ (النّٰزعٰت 79:25) ''پھر اللہ نے اس کو دنیا اور آخرت (دونوں) کے عذاب میں پکڑ لیا۔'' اگر تم نے اپنے رسول کی تکذیب کی تو تم ہلاکت اور تباہی و بربادی کے زیادہ مستحق قرار پاؤ گے کیونکہ تمھارے رسول تو موسیٰ بن عمران کی نسبت زیادہ اشرف اور اعظم ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد سے بھی یہی مروی ہے۔

قیامت کے دن کے عذاب کی وعید: فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ﴾ ''پھر تم اس دن (کے عذاب) سے کیسے بچو گے اگر تم نے (اس دن کا) انکار کیا جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا؟'' اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ﴿ يَوْمًا ﴾ ﴿ تَتَّقُوْنَ ﴾ کا معمول ہو جیسا کہ امام ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اے لوگو! اگر تم نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اور اس کی تصدیق نہ کی تو پھر تم اس دن سے کیونکر بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔[2] اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ﴿ يَوْمًا ﴾ ﴿ كَفَرْتُمْ ﴾ کا معمول ہو۔ پہلے احتمال کے اعتبار سے معنی یہ ہوں گے کہ اگر تم نے کفر کیا تو اس عظیم گھبراہٹ کے دن سے تمھیں امان کس طرح حاصل ہوگی اور دوسرے احتمال کے مطابق معنی یہ ہوں گے کہ اگر تم نے قیامت کے دن کا کفر اور انکار کیا تو اس دن تم کیونکر بچ سکو گے۔ یہ دونوں معنی ہی اچھے ہیں لیکن ان میں سے پہلا معنی زیادہ موزوں ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

فرمان الٰہی ہے: ﴿ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ﴾ یعنی اس دن کی ہولناکیوں کی شدت، زلزلوں اور مصیبتوں کی وجہ سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائے گا کہ اُٹھو اور آگ کا حصہ بھیجو، حضرت آدم علیہ السلام عرض کریں گے: کتنی تعداد میں سے کتنے؟ تو اللہ فرمائے گا کہ ہر ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے جہنم کی طرف اور ایک جنت کی طرف بھیج دو۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ﴾ امام حسن بصری اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اس دن کی شدت اور ہولناکی کے سبب آسمان پھٹ جائے گا۔[3] فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴾ یعنی اس دن کا یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ یہ ہر صورت میں وقوع پذیر ہو کر رہے گا کہ اسے کوئی روک نہیں سکے گا۔

[1] تفسیر الطبری:29/170. [2] تفسیر الطبری:29/171. [3] تفسیر الطبری:29/172.

1 ع 19 13 اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ ع اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ

بے شک یہ (قرآن) تو نصیحت ہے، پھر جو کوئی چاہے اپنے رب کی راہ پکڑ لے ⑲ یقیناً آپ کے رب کو علم ہے کہ آپ قریبًا

اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَ اللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ

دو تہائی رات یا نصف رات یا ایک تہائی رات قیام کرتے ہیں اور آپ کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ بھی۔ اور اللہ ہی رات

وَ النَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ

اور دن کا (پورا) اندازہ کرتا ہے۔ اسے علم ہے کہ تم اسے نبھا نہیں سکو گے، چنانچہ اس نے تم پر مہربانی کی، پھر قرآن میں

عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ

سے جتنا آسان ہو تم پڑھو۔ اسے علم ہے کہ تم میں کتنے بیمار ہوں گے اور کتنے اور زمین میں اللہ کا فضل ڈھونڈتے پھریں گے،

اللّٰهِ ۙ وَ اٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

اور کتنے اور اللہ کی راہ میں لڑیں گے، چنانچہ اس (قرآن) میں سے جتنا آسان ہو پڑھو، اور نماز قائم کرو اور زکاۃ دو

وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ

اور اللہ کو قرض حسنہ دو۔ اور تم اپنے آپ کے لیے جو نیکی آگے بھیجو گے تو اسے اللہ کے ہاں بہتر اور زیادہ اجر والی پاؤ گے۔

2 ع 1 14 عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ ع

اور اللہ سے استغفار کرو۔ بے شک اللہ خوب بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے ⑳

تفسیر آیات: 20,19

اس سورت سے عقل مند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اِنَّ هٰذِهٖ ﴾ ’’بے شک یہ۔‘‘ یعنی سورت ﴿ تَذْكِرَةٌ ﴾ ’’نصیحت ہے۔‘‘ یعنی اس سے عقل مند لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ ﴾ ’’پھر جو چاہے اپنے پروردگار تک (پہنچنے کا) راستہ اختیار کرلے۔‘‘ یعنی ان لوگوں میں سے جنھیں اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہے جیسا کہ ایک دوسری سورت میں اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی مشیت کے ساتھ مقید کیا ہے: ﴿ وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿ۖ﴾ ﴾ (الدھر 30:76) ’’اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ اللہ چاہے، بے شک اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔‘‘

قیام اللیل کے وجوب کا نسخ: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ ﴾ ’’بلاشبہ آپ کا پروردگار خوب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ کے لوگ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) اس (رات) کا نصف اور (کبھی) اس کا تیسرا حصہ قیام کرتے ہیں۔‘‘ یعنی کبھی قیام اس قدر اور کبھی اس قدر ہوتا ہے اور یہ سب کچھ قصد و ارادے کے بغیر ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمھیں رات کے قیام کا جو حکم دیا ہے تم اسے ہمیشہ بجالانے کی قدرت نہیں رکھتے ہو کیونکہ یہ تم پر بہت گراں ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَ اللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ ﴾ ’’اور

اللہ (تو) رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے۔'' یعنی کبھی تو رات اور دن برابر ہو جاتے ہیں اور کبھی رات گھٹنے اور دن بڑھنے لگتا ہے اور کبھی رات بڑھنے اور دن گھٹنے لگتا ہے۔ ﴿ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ ﴾ ''اس نے جان لیا کہ تم اس کو ہر گز نہیں نباہ سکو گے۔'' یعنی رات کے قیام کو جسے اللہ نے تم پر واجب قرار دیا ہے ﴿ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ﴾ ''پھر جتنا آسانی سے ہو سکے (اتنا) قرآن پڑھ لیا کرو۔'' یعنی وقت کی کوئی تحدید تو نہیں ہے لیکن رات کو جتنا آسانی سے ہو سکے قیام ضرور کرو۔ یہاں قراءت نماز سے تعبیر ہے جیسا کہ سورۂ سبحان میں فرمایا: ﴿ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا ﴾ (بنی إسرآء یل 110:17) ''اور اپنی نماز نہ بہت بلند آواز سے پڑھو اور نہ اسے بالکل پست کرو۔'' یعنی اپنی قراءت کو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ ''اسے معلوم ہے (کہ) بلاشبہ ضرور تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور (کچھ) دوسرے (لوگ) جو زمین میں سفر کریں گے (جو) اللہ کا فضل (معاش) تلاش کریں گے اور (کچھ) دوسرے (کہ) وہ اللہ کی راہ میں لڑیں گے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ جان لیا ہے کہ اس امت میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو رات کے قیام کے ترک کرنے میں معذور ہوں گے، مثلاً: بیمار جنھیں رات کے قیام کی استطاعت نہیں ہوگی، مسافر جو تجارت اور کسب معاش کی خاطر سفر میں ہوں گے اور اسی طرح کچھ اور لوگ جو اس سے بھی زیادہ اہم کام، یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول ہوں گے۔ یاد رہے یہ آیت بلکہ یہ ساری سورت ہی مکی ہے اور مکہ میں ابھی جہاد فی سبیل اللہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، لہٰذا یہ دلائل نبوت کی ایک عظیم ترین دلیل ہے اور اس آیت میں مستقبل میں پیش آنے والی ایک بات کی پہلے سے خبر دے دی گئی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ ﴾ ''پھر جتنا آسانی سے ہو سکے اس (قرآن) سے پڑھو۔'' یعنی جتنا آسانی سے ممکن ہو اتنا ہی قیام کرو۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ﴾ ''اور تم نماز پڑھتے رہو اور زکاۃ ادا کرتے رہو۔'' یعنی فرض و واجب نماز و زکاۃ کو ادا کرتے رہو۔ یہ آیت اس شخص کی دلیل ہے جس نے یہ کہا ہے کہ زکاۃ کی فرضیت کا حکم تو مکہ ہی میں نازل ہوا تھا لیکن نصاب اور مصارف کی تفصیلات مدینہ میں بیان ہوئی ہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، مجاہد، حسن، قتادہ اور کئی ایک ائمۂ سلف رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے جس قیام اللیل کو واجب قرار دیا تھا، اس آیت نے اسے منسوخ کر دیا ہے۔ ① صحیح بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے جواب میں فرمایا تھا: [خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ، فَقَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ] ''دن اور رات میں پانچ نمازیں (فرض) ہیں، تو اس نے عرض کی: کیا ان (پانچ نمازوں) کے علاوہ اور بھی مجھ پر کوئی (نماز فرض) ہے؟ فرمایا: نہیں، الا یہ کہ تم نفل پڑھو۔'' ②

① تفسیر الطبری :176/29 والدر المنثور :448/6 . ② صحیح البخاری، الإیمان، باب الزکاۃ من الإسلام، حدیث : 46 و صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان الصلوات التی هی أحد أرکان الإسلام، حدیث : 11 عن طلحة بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ مطولا .

صدقہ ونیکی کا حکم: ارشادالٰہی ہے: ﴿ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ ﴾ ’’اور تم اللہ کو قرض حسنہ دو۔‘‘ یعنی صدقات وخیرات، اللہ تعالیٰ اس کی احسن اور بھر پور جزا عطا فرمائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ ﴾ (البقرة 2:245) ’’کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے، پھر وہ (اللہ) بڑھا دے گا اس کو اس کے لیے گئی گنا زیادہ۔‘‘

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ ﴾ ’’اور جو نیک عمل تم اپنے نفسوں کے لیے آگے بھیجو گے، اس کو اللہ کے ہاں بہتر اور صلے میں کہیں زیادہ پاؤ گے۔‘‘ یعنی تمام وہ نیک اعمال جن کو تم اپنے لیے آگے بھیجو گے، وہ تمھیں حاصل ہو کر رہیں گے اور یہی وہ بہترین چیز ہے جو دنیا میں تم اپنے لیے باقی رکھتے ہو۔ حافظ ابو یعلیٰ موصلی نے حارث بن سوید سے اور انھوں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَيُّكُمْ مَّالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَّالِ وَارِثِهِ؟] ’’تم میں سے کس شخص کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ پسند ہے؟‘‘ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ پسند ہے، آپ نے فرمایا: [اِعْلَمُوا مَاتَقُولُونَ] ’’خوب جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔‘‘ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم جو جانتے تھے، وہ ہم نے عرض کر دیا ہے، آپ نے فرمایا: [إِنَّمَا مَالُ أَحَدِكُمْ مَّا قَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ] ’’تم میں سے ہر شخص کا حقیقی مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیج دیا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو اس نے پیچھے چھوڑ دیا۔‘‘[1] اسے امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

پھر فرمایا ہے: ﴿ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑳ ﴾ ’’اور اللہ سے بخشش مانگتے رہو، بے شک اللہ بے حد بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔‘‘ یعنی اپنے تمام امور ومعاملات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور استغفار کثرت سے کرتے رہو کیونکہ جو اس سے مغفرت طلب کرے وہ اس کے لیے بہت زیادہ بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔

سورۂ مزمل کی تفسیر مکمل ہوئی۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

① مسند أبي يعلى الموصلي: 98,97/9، حديث: 5163. ② صحيح البخاري، الرقاق، باب ماقدم من ماله فهو له، حديث: 6442 و سنن النسائي، الوصايا، باب الكراهية في تأخير الوصية، حديث: 3642.

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سورۂ مدثر

یہ مکی سورت ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَاَنْذِرْ ② وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ③ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ④ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ⑤

اے لحاف میں لپٹنے والے! ① اٹھیے اور ڈرائیے ② اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجیے ③ اور اپنے کپڑے پاک رکھیے ④ اور ناپاکی چھوڑ دیجیے ⑤

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ⑥ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ⑦ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ⑧ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ

اور حصولِ کثرت کے لیے احسان نہ کیجیے ⑥ اور اپنے رب کے لیے صبر کیجیے ⑦ پس جب صور میں پھونکا جائے گا ⑧ تو وہ دن سخت مشکل

عَسِيْرٌ ⑨ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ⑩

دن ہوگا ⑨ کافروں کے لیے آسان نہ ہوگا ⑩

تفسیر آیات :1-10

﴿ اِقْرَاْ ﴾ کے بعد نازل ہونے والی پہلی آیات: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے موقوف ہونے کے بارے میں بیان فرماتے ہوئے سنا: [فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي إِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَاءِ، فَرَفَعْتُ بَصَرِي قِبَلَ السَّمَاءِ فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَ نِي بِحِرَاءٍ قَاعِدٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، فَجُئِثْتُ مِنْهُ حَتّٰى هَوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ، فَجِئْتُ أَهْلِي فَقُلْتُ: زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي، فَزَمَّلُونِي فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَاَنْذِرْ ② ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ: ﴿ فَاهْجُرْ ⑤ ﴾ - قَالَ أَبُوسَلَمَةَ: ﴿ وَالرُّجْزَ ﴾ : اَلْأَوْثَانَ - ثُمَّ حَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ] ''میں راستے میں چل رہا تھا کہ میں نے آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی تو میں نے اپنی نظر کو آسمان کی طرف اٹھایا تو (کیا دیکھتا ہوں کہ) وہی فرشتہ جو میرے پاس حراء میں آیا تھا، آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے، میں ڈر اور خوف کی وجہ سے زمین کی طرف جھک گیا، پھر فوراً گھر آ گیا اور کہا کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو مجھے کپڑا اوڑھا دو، تو انھوں نے مجھے کپڑا اوڑھا دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما دیں: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَاَنْذِرْ ② ﴾ سے ﴿ فَاهْجُرْ ⑤ ﴾ تک۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ وَالرُّجْزَ ﴾ کے معنی بتوں کے ہیں، پھر وحی تسلسل اور تواتر کے ساتھ شروع ہوگئی۔'' یہ الفاظ بخاری کی روایت کے ہیں۔[1] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾ (المدثر 5:74)، حديث :4926 وصحيح مسلم، الإيمان، باب بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، حديث :161 .

اس سورت کے نزول سے پہلے بھی آپ پر وحی نازل ہو چکی تھی کیونکہ اس میں آپ کے الفاظ یہ ہیں: [فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَ نِي بِحِرَاءَ] ''تو (میں دیکھتا ہوں کہ) وہی فرشتہ جو میرے پاس حراء میں آیا تھا۔'' اس سے مراد جبریل ہے جب وہ سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات لے کر نازل ہوا، پھر کچھ دیر وحی کا سلسلہ بند رہا اور پھر فرشتہ نازل ہوا۔

امام احمد نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ مجھے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: [ثُمَّ فَتَرَ الْوَحْيُ عَنِّي فَتْرَةً، فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِي قِبَلَ السَّمَاءِ فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَ نِي بِحِرَاءِ الْآنَ قَاعِدٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَجُئِثْتُ مِنْهُ فَرَقًا حَتّٰى هَوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ، فَجِئْتُ أَهْلِي فَقُلْتُ لَهُمْ: زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي، فَزَمَّلُونِي فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَأَنذِرْ ②﴾ ...... ثُمَّ حَمِيَ الْوَحْيُ بَعْدُ وَتَتَابَعَ] ''بعد ازاں کچھ مدت کے لیے وحی کا سلسلہ موقوف رہا۔ ایک دفعہ میں راستے میں جا رہا تھا کہ میں نے آسمان کی طرف سے آواز سنی تو میں نے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی تو (کیا دیکھتا ہوں کہ) وہی فرشتہ جو میرے پاس حراء میں آیا تھا، اب وہ آسمان وزمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہے تو میں ڈر اور خوف کی وجہ سے زمین کی طرف جھک گیا، میں گھر میں آیا اور گھر والوں سے کہا کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو، مجھے کپڑا اوڑھا دو، مجھے کپڑا اوڑھا دو، انھوں نے مجھے کپڑا اوڑھا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرمایا: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمُدَّثِّرُ ① قُمْ فَأَنذِرْ ②﴾ ...... پھر وحی تسلسل اور تواتر کے ساتھ شروع ہو گئی۔''[1] امام بخاری و مسلم نے اسے امام زہری کی سند سے بیان کیا ہے۔[2]

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ولید بن مغیرہ نے قریش کے لیے کھانے کا اہتمام کیا، جب وہ کھا چکے تو ولید کہنے لگا: اس شخص کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ بعض نے کہا: وہ جادوگر ہے اور بعض نے کہا: نہیں وہ جادوگر نہیں ہے، بعض نے کہا کہ وہ کاہن ہے اور بعض نے کہا: نہیں وہ کاہن نہیں ہے، بعض نے کہا کہ وہ شاعر ہے اور بعض نے کہا: نہیں وہ شاعر نہیں ہے، بعض نے کہا کہ یہ تو جادو ہے جو اگلوں سے منتقل ہوتا چلا آیا ہے، چنانچہ اس رائے پر ان کا اتفاق ہوا کہ واقعی یہ تو جادو ہے جو اگلوں سے منتقل ہوتا چلا آیا ہے۔ نبی ﷺ کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو آپ بہت غم زدہ ہوئے، آپ نے سر مبارک کو جھکا لیا اور کپڑا اوڑھ لیا تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمُدَّثِّرُ ①﴾ سے ﴿وَلِرَبِّكَ فَٱصْبِرْ ⑦﴾ تک کی آیات نازل فرما دیں۔[3]

ارشاد الٰہی ہے: ﴿قُمْ فَأَنذِرْ ②﴾ ''اٹھیے پھر ڈرائیے۔'' یعنی کمر ہمت باندھ لیجیے اور لوگوں کو ڈرائیے۔ اس سے آپ کا رسول ہونا ثابت ہو گیا جس طرح کہ پہلی وحی سے آپ کا نبی ہونا ثابت ہوا تھا۔[4] ﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ③﴾ یعنی اپنے رب

---

① مسند أحمد: 325/3. ② صحيح البخاري، بدء الخلق، باب: إذا قال أحدكم: آمين......، حديث: 3238 وصحيح مسلم، الإيمان، باب بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، حديث: (256)-161. ③ المعجم الكبير للطبراني: 126,125/11، حديث: 11250. ④ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو وحی آتی تو نفس وحی کے آنے سے اس کی نبوت ثابت ہو جاتی جبکہ رسالت تب ثابت ہوتی جب لوگوں تک حکم الٰہی پہنچانے کا حکم ہو جاتا۔ اسی فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہ وضاحت فرمائی ہے، نیز پہلی وحی سے مراد سورۂ علق کی ابتدائی آیات ہیں۔ (ع۔و)

کی بڑائی اور عظمت بیان کیجیے۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴾ ''اور اپنے کپڑے پاک رکھیے۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ جن کپڑوں کو زیب تن کرتے ہیں وہ ناپاک کمائی سے نہیں ہونے چاہئیں۔[1] اس کے یہ معنی بھی بیان کیے جاتے ہیں کہ آپ معصیت کے کپڑے نہ پہنیں۔[2] محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے کپڑوں کو پانی سے دھولیں۔[3] ابن زید بیان کرتے ہیں کہ مشرک پاک نہیں رہتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ آپ خود بھی پاک رہیں اور اپنے کپڑوں کو بھی پاک رکھیں۔[4] اسی قول کو امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے بھی پسند فرمایا ہے۔[5]

سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ ﴿ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اپنے دل اور اپنی نیت کو پاک کرلیں۔[6] محمد بن کعب قرظی اور امام حسن بصری کا قول ہے کہ اپنے اخلاق کو اچھا رکھیں۔[7] اور ﴿ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾ کے معنی علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیے ہیں کہ بتوں کو چھوڑ دیں۔[8] مجاہد، عکرمہ، قتادہ، زہری اور ابن زید رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے کہ ﴿ وَالرُّجْزَ ﴾ سے مراد بت ہیں۔[9] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ...... ﴾ الآیة (الأحزاب 33:1) ''اے پیغمبر! اللہ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرنا......''

اور فرمایا: ﴿ وَ قَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَ اَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ○ ﴾ (الأعراف 7: 142) ''اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ (میرے کوہ طور پر جانے کے بعد) تم میری قوم میں میرے جانشین بننا اور (ان کی) اصلاح کرتے رہنا اور فساد کرنے والوں کے راستے پر نہ چلنا۔''

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ﴾ ''اور (آپ) زیادہ طلب کرنے کے لیے احسان نہ کریں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ عطیہ اس لیے نہ دو کہ اس سے زیادہ کے طالب ہو۔[10] اور خصیف نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ زیادہ خیر و بھلائی طلب کرنے میں کمزوری نہ دکھائیں۔ انھوں نے کہا ہے کہ عربی زبان میں ﴿ تَمْنُنْ ﴾ کے معنی کمزوری دکھانے کے بھی ہیں۔[11] فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ﴾ ''اور اپنے رب ہی کے لیے صبر کیجیے۔'' یعنی ان کی تکلیفوں پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صبر کریں، یہ امام مجاہد کا قول ہے۔[12] اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اپنے عطیہ پر اللہ تعالیٰ کے لیے صبر کریں۔[13]

قیامت کے دن کے ساتھ نصیحت: فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۝ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝ ﴾ ''چنانچہ جب صور میں پھونکا جائے گا، تو وہ دن سخت مشکل دن ہوگا، (یعنی) کافروں پر آسان نہ ہوگا۔''

---

① تفسیر الطبری: 183/29. ② تفسیر الطبری: 182/29 عن الضحاك. ③ تفسیر الطبری: 183/29. ④ تفسیر الطبری: 183/29. ⑤ تفسیر الطبری: 183/29. ⑥ تفسیر القرطبی: 63/19. ⑦ تفسیر القرطبی: 64/19. ⑧ تفسیر الطبری: 184/29. ⑨ تفسیر الطبری: 184/29. ⑩ تفسیر الطبری: 185/29. ⑪ تفسیر الطبری: 187/29. ⑫ تفسیر الطبری: 188/29. ⑬ تفسیر الطبری: 188/29.

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ⑪ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ⑫ وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا ⑬ وَّمَهَّدْتُّ

مجھے اور اس کو تنہا چھوڑ دیجیے جسے میں نے اکیلا ہی پیدا کیا⑪ اور اسے مال وافر دیا⑫ اور حاضر باش بیٹے (دیے)⑬ اور اس کے لیے خوب فراخی کا

لَهٗ تَمْهِیْدًا ⑭ ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ ⑮ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ⑯ سَاُرْهِقُهٗ

سامان کیا⑭ پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں (اسے) مزید دوں⑮ ہرگز نہیں! بلاشبہ وہ ہماری آیات سے سخت عناد رکھتا ہے⑯ میں اسے جلد مشکل چڑھائی

صَعُوْدًا ⑰ ؕ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ⑱ فَقُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ⑲ ثُمَّ قُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ⑳ ثُمَّ نَظَرَ ㉑

چڑھاؤں گا⑰ بے شک اس نے غور و فکر کیا اور اندازہ لگایا⑱ تو وہ مارا جائے! کیسا اندازہ لگایا؟⑲ پھر وہ مارا جائے! کیسا اندازہ لگایا؟⑳ پھر اس نے دیکھا㉑

ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ㉒ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ㉓ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ ㉔ اِنْ هٰذَاۤ

پھر تیوری چڑھائی اور منہ بسورا㉒ پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا㉓ پھر اس نے کہا: یہ (قرآن) تو صرف جادو ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے㉔ یہ تو صرف

اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ㉕ ؕ سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ ㉖ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ㉗ ؕ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ ㉘

ایک بشر کا قول ہے㉕ میں جلد اسے سقر (جہنم) میں ڈالوں گا㉖ اور آپ کیا سمجھے کہ سقر کیا ہے؟㉗ وہ نہ باقی رکھے گی اور نہ چھوڑے گی㉘

لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ㉙ ۚ عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ㉚

چمڑی جھلسا دینے والی ہے㉙ اس پر انیس (فرشتے مقرر) ہیں㉚

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، شعبی، زید بن اسلم، حسن، قتادہ، ضحاک، ربیع بن انس، سدی اور ابن زید رحمہم اللہ کا قول ہے کہ ﴿النَّاقُوْرِ ⑧﴾ کے معنی صور کے ہیں۔[1] مجاہد فرماتے ہیں کہ وہ سینگ کی شکل کا ہوگا۔ امام ابن ابوحاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [كَیْفَ أُنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ وَحَنٰی جَبْهَتَهٗ (یَنْتَظِرُ) مَتٰی یُؤْمَرُ، فَیَنْفُخُ؟] ''میں کس طرح آرام کروں کہ صور والے فرشتے نے تو صور کو اپنے منہ میں لے رکھا ہے اور اپنی پیشانی کو جھکائے ہوئے (اللہ کے حکم کا) انتظار کر رہا ہے کہ اسے کب حکم ہو تو وہ صور پھونک دے؟'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! پھر اس صورت میں ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا: [قُوْلُوْا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ، عَلَی اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا] ''تم (یہ) کہو: ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے، ہم نے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کیا ہے۔''[2] امام احمد رحمہ اللہ نے بھی اسباط سے اس روایت کو اسی طرح بیان فرمایا ہے۔[3]

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿فَذٰلِكَ یَوْمَىِٕذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ ⑨ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ ⑩﴾ ''تو وہ دن سخت مشکل دن ہوگا (یعنی) کافروں پر آسان نہ ہوگا۔'' ﴿عَسِیْرٌ ⑨﴾ کے معنی شدید اور مشکل کے ہیں اور ﴿غَیْرُ یَسِیْرٍ ⑩﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ آسان نہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿یَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا یَوْمٌ عَسِرٌ ۝﴾ (القمر 8:54) ''کافر کہیں گے: یہ دن بڑا سخت ہے۔'' زرارہ بن اوفیٰ قاضی بصرہ کے بارے میں روایت ہے کہ انھوں نے صبح کی نماز پڑھاتے ہوئے اس سورت

① تفسیر الطبری: 190,189/29۔ ② یہ روایت ہمیں تفسیر ابن ابوحاتم میں نہیں ملی۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ ③ مسند أحمد: 326/1۔ البتہ قوسین والا لفظ المستدرك للحاكم، الأهوال: 559/4، حدیث: 8677 میں ہے۔

کی تلاوت فرمائی اور جب ان آیات: ﴿ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۝ فَذٰلِكَ یَوْمَىِٕذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ ۝ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ ۝ ﴾
''پس جب صور میں پھونکا جائے گا تو وہ دن بڑا سخت دن ہوگا، کافروں پر آسان نہ ہوگا۔'' پر پہنچے تو بے ساختہ زور کی ایک چیخ منہ سے نکل گئی اور گر پڑے، لوگوں نے دیکھا تو روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ ①

تفسیر آیات:11-30

قرآن کو جادو قرار دینے والوں کی سرزنش: اللہ تعالیٰ اس خبیث کی سرزنش کرتے ہوئے فرما رہا ہے جسے اس نے دنیا میں نعمتوں سے سرفراز کیا مگر اس نے کفرانِ نعمت کی روش کو اختیار کیا، کفر کو اپنایا، اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا، افترا پردازی کی اور کلام الٰہی کو قولِ بشر قرار دیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا، اسی وجہ سے اس نے فرمایا: ﴿ ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ۝ ﴾ ''چھوڑ دیں مجھے اور (اس شخص کو) جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔'' یعنی جب یہ اپنی ماں کے پیٹ سے باہر آیا تو یہ اکیلا تھا، اس کے پاس مال تھا نہ اولاد، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے رزق عطا فرمایا ﴿ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝ ﴾ یعنی بے پایاں اور وسیع مال ﴿ وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا ۝ ﴾ ''اور (ہر وقت اس کے پاس) حاضر رہنے والے بیٹے۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ شُهُوْدًا ۝ ﴾ کے معنی ہیں جو غائب نہ ہوتے ہوں۔ ② یعنی اس کے پاس حاضر رہتے ہیں، تجارتوں وغیرہ کے لیے سفر پر بھی نہیں جاتے کیونکہ اس کے یہ کام غلام اور مزدور سرانجام دیتے ہیں اور بیٹے اپنے باپ کے پاس بیٹھے رہتے ہیں جو انھیں دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا رہتا ہے۔ سدی، ابو مالک اور عاصم بن عمر بن قتادہ نے ذکر کیا ہے کہ اس کے بیٹوں کی تعداد تیرہ تھی۔ ③ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد فرماتے ہیں کہ وہ دس تھے۔ ④ اور یہ بہت بڑی نعمت ہے کہ بیٹے اس قدر ہوں اور باپ کے پاس مقیم ہوں۔ ﴿ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًا ۝ ﴾ ''اور میں نے اس کے لیے خوب فراخی کی۔'' یعنی اسے قسم قسم کا مال اور بے پناہ ساز و سامان دیا۔ ﴿ ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ ۝ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ۝ ﴾ ''پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں (اسے اور) زیادہ دوں، (ایسا) ہرگز نہیں! (ہوگا)، بلاشبہ وہ ہماری آیتوں کا دشمن رہا ہے۔'' ﴿ عَنِیْدًا ۝ ﴾ کے معنی معاند کے ہیں، یعنی علم کے باوجود اللہ کی نعمتوں کا کفر کرنے والا، پھر فرمایا: ﴿ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۝ ﴾ ''عنقریب میں اسے دشوار گزار گھاٹی پر چڑھاؤں گا۔'' قتادہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ''صعود'' جہنم کی ایک چٹان کا نام ہے جس پر کافر کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔ ⑤ سدی کہتے ہیں کہ ''صعود'' جہنم کی ایک بہت ملائم چٹان ہے جس پر کافر کو چڑھنے کا حکم دیا جائے گا۔ ⑥ مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۝ ﴾ سے مراد جہنم کے عذاب کی مشقت ہے۔ ⑦ قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد ایسا عذاب ہے جس میں راحت نہ ہو۔ ⑧

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَ قَدَّرَ ۝ ﴾ ''بلاشبہ اس نے (غور و) فکر کیا اور اندازہ لگایا۔'' یعنی ہم اسے صعود پر اس

① المستدرك للحاكم، التفسير، تفسير سورة المدثر: 506/2، حديث: 3871 والدر المنثور: 453/6 مختصرًا. ان دونوں حوالوں میں تین آیات کے بجائے صرف ایک آیت: ﴿ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ ۝ ﴾ مذکور ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3382/10. ③ الدر المنثور: 454/6. ④ تفسير الطبري: 192/29. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 3383/10 والدر المنثور: 455/6. ⑥ الدر المنثور: 455/6 عن الضحاك. ⑦ تفسير الطبري: 194/29. ⑧ تفسير الطبري: 194/29.

لیے چڑھائیں گے تاکہ اسے پُر مشقت عذاب کے قریب کر دیں کیونکہ یہ ایمان سے دور تھا اور جب اس سے پوچھا گیا کہ یہ قرآن کے بارے میں کیا کہتا ہے تو اس نے سوچا کہ وہ قرآن کے بارے میں کیا افترا پردازی کرے ﴿ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿19﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿20﴾ ﴾ ''پس وہ مارا جائے! اس نے کیسا اندازہ لگایا؟ پھر وہ مارا جائے! اس نے کیسا اندازہ لگایا؟'' یہ اس کے لیے بددعا ہے۔ ﴿ ثُمَّ نَظَرَ ﴿21﴾ ﴾ ''پھر اس نے دیکھا۔'' یعنی نظر ثانی کی اور اپنی تجویز کا جائزہ لیا ﴿ ثُمَّ عَبَسَ ﴾ ''پھر اس نے تیوری چڑھائی۔'' یعنی آنکھیں سکیڑ لیں اور پیشانی پر شکنیں ڈال لیں ﴿ وَبَسَرَ ﴿22﴾ ﴾ ''اور منہ بگاڑ لیا۔'' یعنی ماتھے پہ بل ڈال لیے اور چہرہ بدنما بنا لیا۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿23﴾ ﴾ ''پھر پشت پھیری اور تکبر کیا۔'' یعنی حق سے منہ موڑ لیا اور قرآن کی اطاعت کرنے کے بجائے تکبر وغرور کا مظاہرہ کرتے ہوئے الٹے پاؤں واپس پلٹا۔ ﴿ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿24﴾ ﴾ ''پھر کہنے لگا: یہ تو بس جادو ہے جو (اگلوں سے) منتقل ہوتا چلا آیا ہے۔'' یعنی یہ قرآن جادو ہے جسے محمد ﷺ نے پہلے لوگوں سے نقل کیا اور بیان کیا ہے، اسی لیے کہا: ﴿ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿25﴾ ﴾ ''یہ تو صرف بشر کا کلام ہے۔'' یعنی یہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔ یہ جس شخص کا ذکر ہے اس سے مراد ولید بن مغیرہ مخزومی ہے جو ایک قریشی سردار تھا۔ لَعَنَهُ اللّٰهُ. اس سلسلے میں واقعہ یہ ہے جیسا کہ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ولید بن مغیرہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے قرآن کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اسے بتایا تو پھر وہ قریش کے پاس جا کر کہنے لگا کہ ابن ابوکبشہ کی بات پر بہت تعجب ہے کہ اللہ کی قسم! وہ نہ تو شعر ہے، نہ جادو اور نہ ہی جنونی خرافات بلکہ ان کی بات تو کلام اللہ پر مشتمل ہے، چنانچہ جب قریش نے اس کی اس بات کو سنا تو آپس میں مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ اگر ولید صابی ہو گیا تو سارا قبیلۂ قریش صابی ہو جائے گا۔ ابوجہل بن ہشام نے اس کی بات سنی تو کہنے لگا: واللہ! اس کے معاملے کو میں سنبھال لیتا ہوں۔ ابوجہل اس کے گھر گیا اور کہنے لگا: ولید! تم نے دیکھا کہ تمھاری قوم تمھارے لیے صدقہ جمع کر رہی ہے؟ وہ کہنے لگا: وہ کیوں، کیا میرے پاس سب سے زیادہ مال اور بیٹے نہیں ہیں؟ ابوجہل نے کہا: اس لیے کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ تم ابن ابوقحافہ کے گھر اس لیے جاتے ہو تاکہ اس کے پاس کھانا کھاؤ۔ ولید نے کہا: کیا میرے خاندان کے لوگ یہ باتیں کر رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! آئندہ میں ابن ابوقحافہ، عمر اور ابن ابوکبشہ کے قریب تک نہ جاؤں گا، اس کی بات تو محض جادو ہے جو پہلے لوگوں سے منتقل ہوتا چلا آیا ہے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر ﴿ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴿11﴾ ﴾ سے ﴿ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿28﴾ ﴾ تک کی آیات نازل فرما دیں۔[1] قتادہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کا خیال ہے کہ اس نے یہ کہا کہ اللہ کی قسم! یہ شخص جو کہتا ہے، میں نے اس کا جائزہ لیا ہے۔ یہ شعر تو نہیں ہے کیونکہ اس کلام میں تو بہت حلاوت ہے۔ اس میں بہت چمک دمک ہے۔ یہ غالب ہو سکتا ہے مغلوب نہیں۔ لیکن اس کے جادو ہونے میں قطعاً کوئی شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں نازل فرمایا: ﴿ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿19﴾ ...... ﴾ الآیۃ

[1] تفسیر الطبری: 29/195،196.

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ

اور ہم نے فرشتے ہی دوزخ کے نگران بنائے ہیں، اور ہم نے ان کی تعداد ہی کافروں کے لیے آزمائش بنا دی ہے

لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

تاکہ اہل کتاب یقین کریں اور ایمانداروں کا ایمان زیادہ ہو، اور اہل کتاب اور مومن شک میں نہ پڑیں، اور تاکہ

الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ

دل کے روگی اور کافر کہیں: اس مثال سے اللہ کی کیا مراد ہے؟ اسی طرح اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت

اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ

دیتا ہے۔ اور آپ کے رب کے لشکروں کو بس وہی جانتا ہے۔ اور وہ (جہنم) بشر کے لیے نصیحت ہی تو ہے (31) ہرگز نہیں! قسم ہے

جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ (31) ع كَلَّا وَالْقَمَرِ (32) وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ (33) 1 31 15

چاند کی (32) اور رات کی جب وہ ڈھل جائے (33) اور صبح کی جب وہ روشن ہو (34) بلاشبہ وہ (جہنم) بڑی (ہولناک)

وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ (34) اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ (35) نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ (36) لِمَنْ شَاۗءَ مِنْكُمْ اَنْ

چیزوں میں سے ایک ہے (35) بشر کے لیے ڈراوا ہے (36) اس کے لیے (ڈراوا) جو تم میں سے آگے (نیکی کی طرف)

يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ (37) ۭ

بڑھنا یا پیچھے ہٹنا چاہے (37)

”چنانچہ وہ مارا جائے! اس نے کیسا اندازہ لگایا؟......“ ﴿ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ (22)﴾ ”پھر اس نے تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑ لیا۔“ یعنی آنکھیں سکیڑ لیں، پیشانی پر شکنیں ڈال لیں اور بدنما شکل بنالی۔ [1] تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ (26)﴾ ”عنقریب میں اسے جہنم میں داخل کروں گا۔“ یعنی میں اسے چاروں طرف سے جہنم میں ڈبودوں گا۔

پھر فرمایا: ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ (27)﴾ ”اور کس نے آپ کو خبر دی کہ سقر کیا ہے؟“ یہ جہنم کی ہولناکی اور دہشت ناکی کی طرف اشارہ ہے اور پھر اس کی وضاحت اس طرح فرمائی: ﴿لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ (28)﴾ ”نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی۔“ یعنی جہنم کی آگ ان کے گوشت، رگوں، پٹھوں اور کھالوں تک کو کھا جائے گی تو ان کی ان چیزوں کو پھر بدل دیا جائے گا اور اس طرح وہ نہ مردہ ہوں گے اور نہ زندہ۔ ابن بریدہ، ابوسنان اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا یہی قول ہے۔ [2] فرمان الٰہی ہے: ﴿لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ (29)﴾ ”وہ چمڑے کو جھلسا دینے والی ہے۔“ مجاہد فرماتے ہیں کہ بشر کے معنی چمڑے کے ہیں۔ [3] قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ (29)﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ جلد کو جلا دے گی۔ [4] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ آگ انسان کے بدن کو جلا دے گی۔ [5]

---

[1] تفسیر الطبری: 196/29. [2] تفسیر الطبری: 198,197/29 والدر المنثور: 456,455/6. [3] تفسیر الطبری: 198/29. [4] تفسیر الطبری: 198/29. [5] تفسیر الطبری: 198/29.

جہنم کے داروغوں کی تعداد: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴾ ''اس پر انیس (فرشتے مقرر) ہیں۔'' یعنی انیس (19) عذاب کے فرشتے ہیں جو اپنی خلقت کے اعتبار سے بہت عظیم اور اخلاق کے اعتبار سے بہت سنگ دل ہیں۔

تفسیر آیات: 31-37

جہنم کے داروغوں کی تعداد پر کفار کا تبصرہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ﴾ ''اور ہم نے دوزخ کے داروغے صرف فرشتے ہی بنائے ہیں۔'' یعنی مؤکلانِ دوزخ بہت تندخو اور سخت مزاج ہیں۔ یہ مشرکینِ قریش کی تردید ہے۔ جب اللہ نے جہنم کے داروغوں کی تعداد کا ذکر کیا تو ابوجہل کہنے لگا: اے گروہ قریش! کیا تم میں سے دس آدمی بھی ان فرشتوں میں سے ایک پر غالب نہیں آسکتے؟ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا: ﴿ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ﴾ یعنی ہم نے دوزخ کے داروغے ایسے فرشتوں کو بنایا ہے جن کا نہ مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور نہ انھیں مغلوب کیا جا سکتا ہے۔ ①

ایک قول یہ بھی ہے کہ ابوالاشدّین، جس کا نام کَلَدَہ بن اَسِید بن خلف تھا، اس نے کہا: اے قریشیو! تم سب مل کر ان میں سے دو کو پکڑ لینا اور باقی سترہ کے مقابلے کے لیے میں اکیلا ہی کافی ہوں۔ یہ بہت مغرور شخص تھا اور جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ یہ بہت طاقتور بھی تھا۔ یہ گائے کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا اور پھر دس طاقتور شخص مل کر اسے اس کے پاؤں کے نیچے سے نکالنا چاہتے تو کھال کے ٹکڑے اڑتے جاتے لیکن اس کے قدم جنبش نہ کرتے تھے۔ ②

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ یعنی ہم نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ ان کی تعداد انیس (19) ہے تو یہ کافر لوگوں کی آزمائش کے لیے ذکر کیا ہے۔ ﴿ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ﴾ ''تاکہ اہلِ کتاب یقین کرلیں۔'' یعنی جان لیں کہ یہ رسول ﷺ برحق ہیں کیونکہ یہ وہی فرما رہے ہیں جو ان آسمانی کتابوں میں بھی موجود ہے جو ان کے پاس ہیں اور جو سابقہ انبیائے کرام پر نازل ہوئی تھیں۔ اور فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَّيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا ﴾ ''اور مومنوں کا ایمان (اور) زیادہ ہو'' کہ وہ ایسی چیزیں مشاہدہ کر رہے ہیں جن سے ان کے نبی حضرت محمد ﷺ کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق ہو رہی ہے۔ ﴿ وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ﴾ ''اور اہل کتاب اور مومن شک میں نہ پڑیں اور (اس لیے) تاکہ جن کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے اور (جو) کافر (ہیں وہ) کہیں: اس مثال (کے بیان کرنے) سے اللہ کا مقصود کیا ہے؟'' یعنی یہاں اس کے ذکر کرنے میں حکمت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ''اسی طرح اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' یعنی اس طرح کی مثالوں سے کچھ لوگوں کے دلوں میں ایمان اور بھی پختہ ہو جاتا ہے جبکہ کچھ لوگوں کا ایمان متزلزل ہونے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی حکمت و حجت درجۂ کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔

① تفسير الطبرى: 199/29 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ و قتادة. ② الدر المنثور: 457/6 مختصرًا.

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿38﴾ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿39﴾ فِيْ جَنّٰتٍ ؕ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿40﴾

ہر نفس نے جو کیا اس کے بدلے میں وہ گروی ہے﴿38﴾ دائیں (ہاتھ) والوں کے سوا﴿39﴾ وہ باغاتِ بہشت میں ہوں گے، باہم سوال کریں گے﴿40﴾

عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿41﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿42﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿43﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ

مجرموں کے بارے میں﴿41﴾ (ان سے پوچھیں گے:) تمھیں کس چیز نے جہنم میں ڈالا؟﴿42﴾ وہ کہیں گے: ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے﴿43﴾ اور ہم مسکین کو

الْمِسْكِيْنَ ﴿44﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿45﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿46﴾ حَتّٰۤى اَتٰىنَا

کھانا نہیں کھلاتے تھے﴿44﴾ اور ہم (باطل میں) مشغول ہونے والوں کے ساتھ مشغول ہوتے تھے﴿45﴾ اور ہم روزِ جزا کی تکذیب کرتے تھے﴿46﴾ حتی کہ

الْيَقِيْنُ ﴿47﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿48﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿49﴾

ہمیں موت نے آلیا﴿47﴾ پھر سفارشیوں کی سفارش انھیں نفع نہ دے گی﴿48﴾ پھر انھیں کیا ہوا ہے کہ نصیحت سے منہ موڑتے ہیں؟﴿49﴾

كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿50﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿51﴾ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى

جیسے وہ بدکے ہوئے گدھے ہوں﴿50﴾ جو شیر سے بھاگے ہوں﴿51﴾ بلکہ ان میں سے ہر آدمی چاہتا ہے کہ اسے کھلے صحیفے دیے جائیں﴿52﴾ ہرگز نہیں!

صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿52﴾ كَلَّا ؕ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿53﴾ كَلَّاۤ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿54﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿55﴾

بلکہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے﴿53﴾ ہرگز نہیں! یقیناً یہ (قرآن) ایک نصیحت ہے﴿54﴾ تو جو کوئی چاہے اسے یاد کرے﴿55﴾ اور وہ (کفار)

وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿56﴾ ع 2 25 16

اسے یاد نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ وہی تقوے کے لائق اور مغفرت کے لائق ہے﴿56﴾

اللہ کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا: فرمان الٰہی: ﴿ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ ﴾ ''اور آپ کے پروردگار کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔'' یعنی ان کی تعداد اور ان کی کثرت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تاکہ کوئی شخص اس وہم میں مبتلا نہ ہو جائے کہ ان کی تعداد صرف اور صرف انیس (19) ہی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم اور دیگر کتب حدیث میں موجود حدیث اسراء میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت المعمور کے بارے میں فرمایا جو کہ ساتویں آسمان میں ہے: [وَإِذَا هُوَ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ (آخِرَ مَا عَلَيْهِمْ)] ''ہر روز ستر ہزار فرشتے اس میں داخل ہوتے ہیں اور پھر ایک دفعہ داخل ہونے والوں کی دوبارہ باری نہیں آئے گی۔''①

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿31﴾ ﴾ ''اور وہ (جہنم) تو بشر کے لیے نصیحت ہی ہے۔'' امام مجاہد اور دیگر کئی اہلِ علم نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا هِيَ ﴾ یعنی وہ آگ جس کا ذکر کیا گیا ہے۔② بنی آدم کے لیے نصیحت ہے۔ پھر فرمایا: ﴿ كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿32﴾ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿33﴾ وَالصُّبْحِ اِذَاۤ اَسْفَرَ ﴿34﴾ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿35﴾ ﴾ ''ہرگز نہیں! چاند کی قسم! اور رات

---

① صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم، حديث: 3207 وصحيح مسلم، الإيمان، باب الإسراء برسول الله......، حديث: 162 واللفظ له. توسین والے الفاظ صحیح بخاری کے مذکورہ حوالے اور صحیح مسلم حدیث: 164 کے مطابق ہیں۔ ② تفسير الطبري: 202/29.

کی قسم! جب وہ ڈھل جائے اور صبح کی قسم! جب وہ روشن ہو جائے بلاشبہ وہ (جہنم) بڑی (ہولناک) چیزوں میں سے ایک ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، ضحاک اور کئی ایک ائمۂ سلف رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ [1] ﴿نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ۝ لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۝﴾ ''(اور) بشر کے لیے ڈرانے والی ہے۔ اس کے لیے جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے رہنا چاہے۔'' یعنی جو چاہے اس ڈراوے کو قبول کر کے حق کو اختیار کر لے اور جو چاہے اس سے پیچھے رہ جائے، پیٹھ پھیرے اور اسے رد کر دے۔

تفسیر آیات: 38-56

جنتیوں اور جہنمیوں کی گفتگو: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝﴾ ''ہر نفس نے جو کیا اس کے بدلے میں وہ گروی ہے۔'' یعنی قیامت کے دن ہر شخص اپنے عمل کے ساتھ بندھا ہوا ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا یہی قول ہے۔ [2] ﴿إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ۝ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ۝﴾ ''مگر دائیں طرف والے (نیک لوگ کہ وہ) باغ ہائے بہشت میں (ہوں گے اور) مجرموں کے بارے میں باہم سوال کریں گے۔'' یعنی اہل جنت بالاخانوں میں جلوہ افروز ہوں گے اور وہ جہنم کے نچلے طبقوں میں موجود مجرموں سے پوچھیں گے: ﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۝﴾ ''تمھیں کس چیز نے جہنم میں ڈالا؟ وہ جواب دیں گے: ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے اور نہ ہم مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔'' یعنی نہ تو ہم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور نہ ہی اس کی مخلوق کی طرف احسان کیا جو کہ ہم ہی میں سے تھی ﴿وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۝﴾ ''اور ہم (باطل میں) مشغول ہونے والوں کے ساتھ مشغول ہوتے تھے۔'' یعنی ایسی باتوں کے بارے میں گفتگو کرتے تھے جن کا ہمیں علم نہ تھا۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب بھی کوئی گمراہ ہوتا تو ہم بھی اس کے ساتھ گمراہ ہو جاتے تھے۔ [3] ﴿وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ۝﴾ ''اور ہم روزِ جزا کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمیں یقین آ گیا (موت آ گئی۔)'' ﴿الْيَقِينُ ۝﴾ سے یہاں موت مراد ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ○﴾ (الحجر 99:15) ''اور آپ اپنے پروردگار کی عبادت کریں یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین (موت) آ جائے۔'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: [أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِينُ مِنْ رَّبِّهٖ] ''جہاں تک اس کا تعلق ہے۔ یعنی عثمان بن مظعون کا۔ تو اس کے پاس اپنے رب کی طرف سے یقین آ گیا ہے، یعنی موت آ گئی ہے۔'' [4]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ۝﴾ ''پھر (اس حال میں) سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کے حق میں (کچھ) فائدہ نہ دے گی۔'' یعنی جو شخص اس طرح کی صفات سے متصف ہو تو روزِ قیامت اسے کسی سفارش

---

① تفسير الطبري: 204/29. ② تفسير الطبري: 206/29. ③ تفسير الطبري: 208/29. ④ صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب مقدم النبي ﷺ وأصحابه المدينة، حديث: 3929 ومسند أحمد: 436/6 واللفظ له والسنن الكبرٰى للبيهقي، الجنائز، باب الدخول على الميت وتقبيله: 407,406/3 عن أم العلاء الأنصارية رضي الله عنها.

کرنے والے کی کوئی سفارش نفع نہ دے گی کیونکہ سفارش اس وقت نفع بخش ثابت ہوتی ہے جب صحیح جگہ کی گئی ہو، لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاس قیامت کے دن کافر کی حیثیت سے آئے تو وہ یقینی طور پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ ہی میں رہے گا۔

کفار کے موقف کی تردید: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴾ ''پس ان کو کیا ہوا ہے کہ (وہ) نصیحت سے روگرداں ہو رہے ہیں؟'' یعنی آپ کے پاس کے ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ آپ انھیں جس چیز کی دعوت دے رہے ہیں اور جس چیز کے ساتھ انھیں نصیحت کر رہے ہیں، یہ اس سے روگرداں ہو رہے ہیں۔ ﴿ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴾ ''گویا وہ گدھے ہیں بدکے ہوئے، جو شیر سے (ڈر کے) بھاگے ہوں۔'' گویا وہ حق سے نفرت کرنے اور روگردانی کرنے کے اعتبار سے وحشی گدھے ہیں جو شیر سے ڈر کے بھاگ جاتے ہیں، جب شیر ان کا شکار کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔[1] حماد بن سلمہ نے علی بن زید سے، انھوں نے یوسف بن مہران سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جسے عربی میں اسد کہتے ہیں اسے حبشی میں قسورہ، فارسی میں (شار) شیر اور نبطی میں (اریا) اوبا کہتے ہیں۔[2]

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴾ ''بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے کھلے ہوئے صحیفے دیے جائیں۔'' یعنی ان مشرکوں میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس پر اسی طرح کتاب نازل ہو جس طرح اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب نازل فرمائی ہے۔ یہ مجاہد وغیرہ کا قول ہے۔[3] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ﴾ (الأنعام 6:124) ''اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے (تو) کہتے ہیں کہ جس طرح کی چیز اللہ کے پیغمبروں کو ملی ہے جب تک (اسی طرح کی چیز) ہم کو نہ ملے ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کا کام کس کو سونپے۔'' قتادہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ عمل کے بغیر ہی انھیں نجات مل جائے۔[4] اور فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ كَلَّا ؕ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴾ ''ہرگز نہیں! بلکہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے۔'' یعنی آخرت پر ان کے ایمان کے نہ ہونے اور اس کے وقوع پذیر ہونے کی تکذیب ہی نے ان کو خراب کیا ہے۔

قرآن نصیحت ہے: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴾ یعنی حق بات یہ ہے کہ قرآن نصیحت ہے ﴿ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ﴾ ''پھر جو کوئی چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے اور (اس سے) وہ نصیحت حاصل نہیں کرتے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔'' یہ آیت ایسے ہے جیسے یہ آیت ہے: ﴿ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ﴾ (التکویر 81:29) ''اور اللہ کے چاہے بغیر تم (کچھ بھی) نہیں چاہ سکتے۔'' ارشاد الٰہی ہے: ﴿ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴾ ''وہی تقوے کے لائق اور مغفرت کے لائق ہے۔'' یعنی وہ اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور وہ اس لائق ہے کہ جو اس کی

---

[1] تفسیر الطبری: 213/29. [2] تفسیر الطبری: 213,212/29 و تفسیر القرطبی: 89/19. [3] تفسیر القرطبی: 90/19.
[4] تفسیر الطبری: 213/29.

طرف رجوع وانابت کرے، وہ اس کے گناہ کو معاف فرمادے۔ یہ امام قتادہ کا قول ہے۔[1]

سورۂ مدثر کی تفسیر مکمل ہوئی۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

① تفسير الطبري: 214/29 نحوهٔ.

تفسیر
سورۂ قیمہ

یہ مکی سورت ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جونہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ① وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ② اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی ① اور قسم کھاتا ہوں نفسِ ملامت گر کی ② کیا انسان سمجھتا ہے کہ ہم کبھی اس کی ہڈیاں جمع نہیں کر پائیں

عِظَامَهٗ ③ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ④ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ⑤

گے؟③ کیوں نہیں! (بلکہ) ہم تو اس کی پور پور ٹھیک کرنے پر قادر ہیں④ بلکہ انسان تو چاہتا ہے کہ اپنے آگے (آیندہ بھی) فسق وفجور کے کام کرے⑤

يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ⑥ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ⑦ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ⑧ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ⑨

وہ پوچھتا ہے یومِ قیامت کب ہے؟⑥ چنانچہ جب آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی⑦ اور چاند گہنا جائے گا⑧ اور سورج اور چاند جمع کر دیے جائیں گے⑨

يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ⑩ كَلَّا لَا وَزَرَ ⑪ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ الْمُسْتَقَرُّ ⑫ يُنَبَّؤُا

انسان اس دن کہے گا: جائے فرار کہاں ہے؟⑩ ہرگز نہیں! (وہاں) کوئی پناہ گاہ نہیں⑪ اس دن تیرے رب کے سامنے جا ٹھہرنا ہوگا⑫

الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ⑬ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ⑭ وَّلَوْ اَلْقٰى

اس دن انسان کو بتا دیا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا⑬ بلکہ انسان خود اپنے نفس پر خوب شاہد ہے⑭ اگرچہ وہ اپنی (کتنی ہی)

مَعَاذِيْرَهٗ ⑮

معذرتیں پیش کرے⑮

تفسیر آیات:1-15

روزِ قیامت دوبارہ اٹھائے جانے پر قسم: قبل ازیں یہ کئی دفعہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اگر مقسم علیہ کی نفی مقصود ہو تو تاکیدِ نفی کے لیے قسم سے پہلے حرفِ نفی لا لانا جائز ہے۔[1] یہاں مقسم علیہ، یعنی جس پر قسم کھائی جا رہی ہے وہ دوبارہ اٹھائے جانے کا اثبات اور ان جاہلوں کی تردید ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ انسانی جسموں کو دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ① وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ②﴾ ”مجھے روزِ قیامت کی قسم! اور ملامت گر نفس کی

① دیکھیے الواقعة، آیت: 75 اور المعارج، آیت: 40 کے ذیل میں۔

قسم! (کہ سب لوگ اٹھا کر کھڑے کیے جائیں گے۔)'' امام قتادہ فرماتے ہیں: مراد یہ ہے کہ میں ان دونوں کی قسم کھاتا ہوں۔ ①
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ② جہاں تک قیامت کے دن کا تعلق ہے تو وہ مشہور و معروف ہے لیکن سوال یہ ہے کہ نفس لوامہ سے کیا مراد ہے۔ قرہ بن خالد نے امام حسن بصری رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ کی قسم! ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مومن تو اپنے آپ کو ملامت کرتا رہتا ہے، مثلاً: وہ کہتا ہے کہ اس بات سے میرا کیا مقصد تھا؟ میں نے یہ کیوں کھایا؟ میں نے یہ خیال کیوں کیا؟ لیکن فاسق و فاجر آگے ہی بڑھتا جاتا ہے اور وہ اپنے آپ کی کسی بات پر بھی سرزنش نہیں کرتا۔ ③

امام طبری نے حضرت سعید بن جبیر سے اس آیت: ﴿ وَلَآ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ ۝٢ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ نفس خیر اور شر پر ملامت کرتا ہے۔ عکرمہ کا بھی یہی قول ہے۔ ④ ابن ابونجیح نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ نفس اس پر ندامت اور ملامت کرتا ہے جو کھو گیا۔ ⑤

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ اَيَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَهٗ ۝٣ ﴾ ''کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم کبھی اس کی (بکھری ہوئی) ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے؟'' یعنی کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم قیامت کے دن اس کی ہڈیوں کو متفرق مقامات سے جمع کر کے اسے دوبارہ زندہ نہیں کریں گے، ﴿ بَلٰى قٰدِرِيۡنَ عَلٰٓى اَنۡ نُّسَوِّىَ بَنَانَهٗ ۝٤ ﴾ ''کیوں نہیں! (بلکہ) ہم تو اس بات پر (بھی) قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں۔'' یعنی کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہیں کریں گے؟ کیوں نہیں! بلکہ ہم انھیں ضرور جمع کریں گے، ہم تو اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں، ہم اس کی ہڈیاں جمع کرنے کی قدرت بھی رکھتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو اسے پہلے سے بھی زیادہ مکمل صورت میں اس کی پوروں کو مکمل کر کے اٹھا سکتے ہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ بَلۡ يُرِيۡدُ الۡاِنۡسَانُ لِيَفۡجُرَ اَمَامَهٗ ۝٥ ﴾ ''بلکہ انسان تو چاہتا ہے کہ اپنے آگے (آئندہ بھی) فسق و فجور کرے۔'' سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آگے بڑھتا جائے۔ ⑥ حضرت مجاہد فرماتے ہیں: ﴿ لِيَفۡجُرَ اَمَامَهٗ ۝٥ ﴾ کے معنی ہیں کہ آگے کو خودسری کرتا جائے۔ ⑦ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد کافر ہے جو یوم حساب کی تکذیب کرتا ہے۔ ⑧ ابن زید کا بھی یہی قول ہے۔ ⑨ اسی لیے اس کے بعد فرمایا ہے: ﴿ يَسۡـَٔلُ اَيَّانَ يَوۡمُ الۡقِيٰمَةِ ۝٦ ﴾ یعنی پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا؟ اس کا یہ سوال اس لیے ہے کہ وہ قیامت کے دن کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھتا اور اس کے وجود کی تکذیب کرتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝ قُلۡ لَّكُمۡ مِّيۡعَادُ يَوۡمٍ لَّا تَسۡتَاۡخِرُوۡنَ عَنۡهُ سَاعَةً وَّلَا تَسۡتَقۡدِمُوۡنَ ۝ ﴾

① تفسیر الطبری : 216/29. ② تفسیر الطبری : 216/29 والدر المنثور : 463/6. ③ تفسیر القرطبی: 93/19 والدر المنثور : 464/6. ④ تفسیر الطبری : 217/29. ⑤ تفسیر الطبری : 218/29. ⑥ تفسیر الطبری : 220/29. ⑦ تفسیر الطبری : 221/29. ⑧ تفسیر الطبری : 221/29. ⑨ تفسیر الطبری : 222/29.

''اور وہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو یہ (قیامت کا) وعدہ کب (پورا) ہوگا؟ کہہ دیجیے: تمھارے لیے ایک دن کا وعدہ ہے جس سے نہ تم ایک گھڑی پیچھے رہ سکو گے، اور نہ تم آگے بڑھ سکو گے۔'' (سبا 34: 29,30)

اور یہاں فرمایا ہے: ﴿فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ﴾ ''چنانچہ جب آنکھیں چندھیا جائیں گی۔'' ابوعمرو بن علاء نے ﴿بَرِقَ﴾ کو ''را'' کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے، یعنی حیران رہ جائیں گی۔ [1] اس معنی کے مطابق یہ آیت ہے: ﴿لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ﴾ ...... الآیة (إبراهيم 14: 43) ''ان کی نگاہ ان کی طرف نہ لوٹ سکے گی......'' گھبراہٹ کی وجہ سے وہ ادھر ادھر دیکھیں گے اور شدت رعب کی وجہ سے ان کی نظر کسی چیز پر جم نہ سکے گی۔ کچھ لوگوں نے [بَرَقَ] کو ''را'' کے فتح کے ساتھ بھی پڑھا ہے اور اس کے بھی قریب قریب وہی معنی ہیں جو ﴿بَرِقَ﴾ کے ہیں۔ [2] مقصود یہ ہے کہ قیامت کے دن کے عظیم ترین امور اور ان کی شدید ترین ہولناکیوں کی وجہ سے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، ڈر کی وجہ سے جھکی ہوں گی اور حیران و پریشان ہوں گی اور ﴿وَخَسَفَ الْقَمَرُ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ چاند کی روشنی ختم ہوجائے گی۔ ﴿وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ﴾ ''اور سورج اور چاند جمع کردیے جائیں گے۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ دونوں کو لپیٹ دیا جائے گا۔ [3] ابن زید نے اس آیت کی تفسیر کے موقع پر ان آیات کو پڑھا: ﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝﴾ (التکویر 81: 1,2) ''جب سورج لپیٹ لیا جائے گا اور جب تارے بے نور ہوجائیں گے۔'' [4] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے [وَجُمِعَ بَيْنَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ] پڑھا۔ [5]

اور فرمان الٰہی ہے: ﴿يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ﴾ یعنی جب ابن آدم روز قیامت ان ہولناکیوں کو دیکھے گا تو وہ فرار ہونا چاہے گا اور کہے گا: کہاں بھاگوں؟ کیا کوئی ٹھکانہ یا جائے پناہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ اِۨلْمُسْتَقَرُّ ۝﴾ ''ہرگز نہیں! کوئی پناہ کی جگہ نہیں، اس روز آپ کے پروردگار ہی کے سامنے جا ٹھہرنا ہوگا۔'' حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم، سعید بن جبیر اور کئی ایک ائمۂ سلف نے فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اب کوئی نجات نہیں ہے۔ [6] یہ آیت حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کے مانند ہے: ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝﴾ (الشوریٰ 42: 47) ''اس دن تمھارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تم سے (گناہوں کا) انکار ہی بن پڑے گا۔'' یعنی تمھارے لیے کوئی جگہ نہیں ہوگی جس میں تم انکار کرسکو، اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿لَا وَزَرَ ۝﴾ کہ تمھارے لیے کوئی جگہ نہیں جس میں تم پناہ حاصل کرسکو، اسی لیے تو فرمایا: ﴿اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ اِۨلْمُسْتَقَرُّ ۝﴾ یعنی آپ کے رب ہی کے پاس مرجع اور ٹھکانا ہے۔

قیامت کے دن انسان کے اعمال اس کے سامنے ہوں گے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۢ بِمَا

---

[1] تفسیر الطبری: 29/222. [2] تفسیر الطبری: 29/222. [3] تفسیر الطبری: 29/224. [4] تفسیر الطبری: 29/224.
[5] یہاں صرف ایک آیت پڑھنے کا ذکر ہے۔ [5] تفسیر القرطبی: 19/97. [6] تفسیر الطبری: 29/227 عن ابن زید.

﴿ قَدَّمَ وَاَخَّرَ ﴾ ”اس دن انسان کو جو (عمل) اس نے آگے بھیجے اور (جو) پیچھے چھوڑے ہوں گے، (سب) بتا دیے جائیں گے۔“ یعنی اس دن انسان کو اس کے تمام نئے پرانے، پہلے پچھلے اور چھوٹے بڑے اعمال بتا دیے جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ (الكهف 49:18) ”اور جو عمل کیے ہوں گے، (سب کو) حاضر پائیں گے اور آپ کا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔“ اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ۙ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ؕ ﴾ ”بلکہ انسان خود اپنے نفس پر خوب گواہ ہے، اگر چہ وہ اپنی (کتنی ہی) معذرتیں پیش کرے۔“ یعنی انسان خواہ معذرت کرے یا انکار وہ اپنے بارے میں آپ گواہ ہے اور جو اس نے کیا اسے خوب جانتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس سے کہا جائے گا: ﴿ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰی بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ﴾ (بنیٓ إسرآء یل17: 14) ”اپنا اعمال نامہ پڑھ لے، تو آج اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے۔“

علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ انسان کے کان، آنکھیں، ہاتھ، پاؤں اور دیگر تمام اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ [1] امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان خود اپنا گواہ ہے۔ آپ سے ایک روایت اس طرح ہے کہ اللہ کی قسم! جب تم چاہو دیکھو گے کہ انسان دوسرے لوگوں کے عیوب اور گناہوں کو تو دیکھ رہا ہے مگر اپنے گناہوں سے غافل ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ ابن آدم! تو اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو تو دیکھ رہا ہے مگر اپنی آنکھ کا شہتیر تجھے نظر نہیں آ رہا۔ [2]

امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ گو انسان اپنے نفس کی طرف سے جھگڑا کرے گا، پھر بھی وہ اپنے تمام گناہوں کو دیکھ رہا ہوگا۔ [3] امام قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ اگر انسان اس دن باطل طریقے سے کوئی معذرت کرے تو وہ قابلِ قبول نہ ہوگی۔ [4] سدی فرماتے ہیں کہ ﴿ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ﴾ سے مراد حجت ہے۔ [5] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِیْنَ ﴾ (الأنعام 6:23) ”تو ان سے کچھ عذر نہ بن پڑے گا بجز اس کے کہ وہ کہیں گے: اللہ کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے! ہم شریک نہیں بناتے تھے۔“ نیز فرمایا: ﴿ یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا فَیَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰی شَیْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴾ (المجادلة 58:18) ”جس دن اللہ ان سب کو جلا اٹھائے گا تو جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں (اسی طرح) اس (اللہ) کے سامنے (بھی) قسمیں کھائیں گے اور وہ سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ ایک شے (اچھی راہ) پر ہیں۔ خبردار! بے شک وہی جھوٹے ہیں۔“ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ﴾ سے مراد اعتذار ہے، کیا آپ نے سنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَا یَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ مَعْذِرَتُهُمْ ﴾ (المؤمن 40:52)

[1] تفسير الطبرى: 229/29. [2] تفسير الطبرى: 230/29. [3] تفسير الطبرى: 231/29. [4] الدر المنثور: 467/6.
[5] الدر المنثور: 467/6 عن الضحاك.

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ⑯ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ⑰ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ

(اے نبی!) آپ اس (قرآن) کو جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں⑯ یقیناً اس کا (آپ کے سینے میں) جمع کرنا اور (آپ کا)

قُرْاٰنَهٗ ⑱ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ⑲ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ⑳ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ㉑

اس کو پڑھنا ہمارے ذمے ہے⑰ پھر جب ہم اسے پڑھ چکیں تو آپ اس کے پڑھنے کی اتباع کریں⑱ پھر یقیناً اس کی وضاحت ہمارے ذمے

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ㉒ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ㉓ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍۭ بَاسِرَةٌ ㉔ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ

ہے⑲ ہرگز نہیں! بلکہ تم دنیا کو پسند کرتے ہو⑳ اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو㉑ اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے㉒ اپنے رب کی طرف دیکھتے

بِهَا فَاقِرَةٌ ㉕

ہوں گے㉓ اور اس دن کئی چہرے اداس ہوں گے㉔ وہ سمجھیں گے کہ ان سے کمرتوڑ معاملہ کیا جائے گا㉕

''ظالم لوگوں کو اُن کا عذر کرنا کچھ فائدہ نہ دے گا۔'' ﴿ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَىِٕذِ ِالسَّلَمَ ﴾ (النحل 87:16) ''اور اس دن وہ اللہ کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے۔'' ﴿ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ﴾ (النحل 28:16) ''تو وہ فرماں برداری پیش کرتے ہیں (اور کہتے ہیں:) ہم کوئی برا کام نہیں کرتے تھے۔'' ﴿ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 23:6) ''اللہ کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے! ہم شریک نہیں بناتے تھے۔''[1]

تفسیر آیات:16-25

وحی حاصل کرنے کی تعلیم: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ کو فرشتے سے وحی حاصل کرنے کی کیفیت کے بارے میں تعلیم ہے، آپ کوشش فرماتے تھے کہ جلدی سے وحی کو اخذ کر لیں اور وحی کے پڑھنے میں فرشتے سے بھی سبقت فرماتے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ جب فرشتہ وحی لے کر آئے تو آپ اسے سنیں اور اس بات کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا کہ وہ اسے آپ کے سینے میں محفوظ کر دے گا اور اسے اسی طرح ادا کرنا آسان بنا دے گا جس طرح فرشتے نے اسے آپ پر نازل کیا ہوگا، نیز اللہ تعالیٰ نے اس بات کا بھی ذمہ لیا کہ وہ وحی کو بیان بھی فرمائے گا اور اس کی تفسیر و توضیح بھی فرمائے گا۔ ان میں سے پہلی حالت سے مراد وحی کو آپ کے سینے میں محفوظ کر دینا ہے جبکہ دوسری حالت سے مراد اس کی تلاوت اور تیسری حالت سے مراد اس کی تفسیر و وضاحت ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ⑯ ﴾ ''(اے نبی!) آپ اس (قرآن) کو جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں۔'' یعنی قرآن پڑھنے کے لیے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۝ ﴾ (طٰہٰ 114:20) ''اور (اے نبی!) آپ قرآن (پڑھنے) میں جلدی نہ کریں اس سے پہلے کہ آپ کی طرف اس کی وحی پوری کی جائے اور دعا کریں: اے میرے پروردگار! مجھے (اور) زیادہ علم دے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ ﴾ ''یقیناً اس کا جمع کرنا ہمارے ذمے ہے۔'' یعنی آپ کے سینے میں

---

① تفسیر الطبري: 231,230/29.

محفوظ کر دینا، ﴿ وَ قُرْاٰنَهٗ ؕ۝۱۷ ﴾ ''اور (آپ کا) اس کو پڑھنا۔'' یعنی آپ سے پڑھوانا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ ﴿ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ ﴾ ''پھر جب ہم اسے پڑھا کریں۔'' یعنی جب فرشتہ آپ کو اللہ کی طرف سے وحی پڑھ کر سنائے تو ﴿ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ۝۱۸ ﴾ یعنی پہلے آپ فرشتے سے سنیے اور پھر اس طرح پڑھیے جیسے اس نے آپ کو پڑھایا ہے۔ ﴿ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ ؕ۝۱۹ ﴾ ''پھر یقیناً اس (کے معانی) کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے۔'' یعنی اس کے حفظ و تلاوت کے بعد ہم اس کی تبیین و توضیح بھی کر دیں گے اور اپنے ارادے و مشیت کے مطابق اس کے معنی بھی آپ کو سکھا دیں گے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزولِ وحی کے وقت دشواری محسوس فرمایا کرتے تھے اور اپنے ہونٹوں کو خوب حرکت دیتے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں اپنے ہونٹوں کو حرکت دے کر دکھاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہونٹوں کو حرکت دیا کرتے تھے اور سعید نے مجھے کہا کہ میں بھی اسی طرح ہونٹوں کو حرکت دے کر دکھاتا ہوں جس طرح میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ہونٹوں کو حرکت دیتے ہوئے دیکھا تھا، بہر حال اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما دی تھیں: ﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ؕ۝۱۶ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۚ۝۱۷ ﴾ یعنی آپ کے سینے میں جمع کر دینا ہماری ذمہ داری ہے اور پھر پڑھانا بھی ہمارے ذمے ہے، ﴿ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ۝۱۸ ﴾ یعنی خاموشی سے سنیں، ﴿ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ ؕ۝۱۹ ﴾ ''پھر یقیناً اس (کے معانی) کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے۔'' اس کے بعد جبریل علیہ السلام جب چلے جاتے تھے تو آپ اسی طرح پڑھ لیا کرتے تھے جس طرح جبریل نے آپ کو پڑھایا ہوتا تھا۔ [1] اس حدیث کو امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [2] بخاری کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جب جبریل آتے تو آپ سر جھکا لیتے اور جب وہ چلے جاتے تو آپ اس نازل کردہ وحی کو پڑھ لیتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے۔ [3]

یومِ قیامت کی تکذیب کا سبب دنیا کی محبت اور آخرت سے غفلت ہے: ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۙ۝۲۰ وَ تَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ؕ۝۲۱ ﴾ ''ہرگز نہیں! بلکہ تم دنیا کو دوست رکھتے ہو اور آخرت کو ترک کیے دیتے ہو۔'' یعنی ان لوگوں کو قیامت کے دن کی تکذیب اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جس وحی حق اور قرآن عظیم کو نازل فرمایا ہے، اس کی مخالفت پر یہ بات آمادہ کرتی ہے کہ ان کا مقصود دنیا ہی دنیا ہے اور وہ آخرت سے غافل ہیں۔

آخرت میں دیدارِ الٰہی: پھر فرمایا: ﴿ وُجُوْهٌ یَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ۝۲۲ ﴾ ''اُس روز کئی چہرے رونق دار ہوں گے۔'' ﴿ نَّاضِرَةٌ ۙ۝۲۲ ﴾ کا لفظ نَضَارَۃٌ سے مشتق ہے، یعنی اس روز بہت سے چہرے بڑے حسین و جمیل، روشن اور مسرور ہوں گے کیونکہ ﴿ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ۝۲۳ ﴾ ''اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔'' یعنی وہ اپنے رب تعالیٰ کا یقینی طور پر دیدار کر رہے ہوں گے جیسا کہ

---

[1] مسند أحمد :343/1 . [2] صحیح البخاری، بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی......،حدیث: 5 و4929 و صحیح مسلم، الصلاۃ، باب الاستماع للقراءۃ، حدیث: 448. [3] صحیح البخاری ، التفسیر، باب: ﴿ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ ﴾ ...... (القیٰمۃ 18:75) ، حدیث : 4929، نیز یہ الفاظ صحیح مسلم کے مذکورہ حوالے میں بھی ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی ''صحیح'' میں حدیث بیان فرمائی ہے: [إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا] ''بے شک تم عنقریب اپنے رب تعالیٰ کا کھلم کھلا سامنے دیدار کرو گے۔''① ایسی صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے، جنھیں ائمۂ حدیث نے متواتر طرق سے روایت کیا اور جن کی تردید ومخالفت ممکن ہی نہیں کہ مومنوں کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا، مثلاً صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! کیا روزِ قیامت ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ فرمایا: [هَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ (لَيْسَ دُونَهُمَا سَحَابٌ؟)] ''کیا تم بادل کے بغیر شمس وقمر کے دیکھنے میں کوئی ضرر محسوس کرتے ہو؟'' انھوں نے جواب دیا: جی نہیں، تو آپ نے فرمایا: [فَإِنَّكُمْ (تَرَوْنَ رَبَّكُمْ) كَذٰلِكَ] ''بس اسی طرح تم اپنے رب تعالیٰ کا بھی دیدار کرلو گے۔''②

صحیحین میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا تو فرمایا: [إِنَّكُمْ تَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ...... فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تُغْلَبُوا عَلٰى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا، فَافْعَلُوا] ''یقیناً تم اپنے رب تعالیٰ کا بھی اسی طرح دیدار کرو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو...... لہٰذا اگر تمھیں اس بات کی استطاعت ہو کہ طلوعِ آفتاب سے قبل اور غروب آفتاب سے قبل کی نماز میں کوتاہی نہ کرو تو اس کا التزام کرو۔''③ صحیح مسلم میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ۔ قَالَ۔ يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى: تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا؟ أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلٰى رَبِّهِمْ (وَهِيَ الزِّيَادَةُ)] ''جب اہل جنت، جنت میں داخل ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم کچھ اور بھی چاہتے ہو؟ تو جنتی جواب دیں گے: (اے اللہ! ہم اور کیا چاہیں؟) کیا تو نے ہمارے چہروں کو منور نہیں کر دیا؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرما دیا؟ کیا تو نے ہمیں جہنم سے نجات عطا نہیں فرما دی؟ اس وقت اللہ تعالیٰ حجاب کو دور فرما دے گا، تو اہل جنت کو کوئی ایسی نعمت نہیں ملی ہوگی جو انھیں اپنے رب کے دیدار سے بڑھ کر عزیز ہو اور یہی الزیادۃ ''مزید'' ہے۔'' پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ (یونس10:26) ''جن لوگوں نے نیک کام کیے ان کے لیے بھلائی اور مزید (دیدارِ الٰہی)

① صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالىٰ: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴾...... (القيٰمة75:22،23)، حديث:7435 عن جرير بن عبدالله رضی اللہ عنہ. ② پہلی بریکٹ والے الفاظ صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالىٰ: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴾...... (القيٰمة75:22،23)، حديث:7439 و صحيح مسلم، الإيمان، باب إثبات رؤية المؤمنين......، حديث: 182،183 میں ہیں، البتہ قوسین والے الفاظ صحيح البخاري، حديث:7437 میں ہیں لیکن وہاں [دونهما] کے بجائے [دونها] (صرف سورج کی ضمیر کا ذکر) ہے اور دوسری بریکٹ والے الفاظ صحيح البخاري، حديث:7437 و صحيح مسلم، حديث: 182 میں ہیں جبکہ قوسین والے الفاظ مسند أحمد:534/2 کے مطابق ہیں۔ ③ صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب فضل صلاة العصر، حديث: 554 و صحيح مسلم، المساجد......، باب فضل صلاتي الصبح والعصر......، حديث:633، یہ الفاظ صحیح بخاری کے مطابق ہیں، البتہ اس میں [ترون] کے بجائے [سترون] ہے۔

ہے۔‘‘① صحیح مسلم ہی میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں: [إِنَّ اللّٰهَ يَتَجَلّٰى لِلْمُؤْمِنِينَ يَضْحَكُ] ’’بے شک اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے ہنستے ہوئے جلوہ افروز ہوگا۔‘‘② یعنی میدانِ حشر میں، ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن میدانِ حشر میں اور باغ ہائے بہشت میں اپنے رب تعالیٰ کے دیدار کی نعمت سے فیض یاب ہوں گے اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم دیدار باری تعالیٰ سے متعلق بہت سی احادیث کتب صحاح، حسان، مسانید اور سنن سے یہاں درج کرتے تاہم ان میں سے بہت سی احادیث کو اس تفسیر کے متفرق مقامات پر درج کرنے کی ہم نے سعادت حاصل کی ہے۔③ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ. بحمد اللہ دیدارِ الٰہی کے مسئلے پر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، سلف امت، ائمۂ اسلام اور ہادیانِ انام رحمہم اللہ کا اتفاق اور اجماع ہے۔

روزِ قیامت نافرمانوں کے چہرے سیاہ ہوں گے: فرمان الٰہی ہے: ﴿وَوُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ تَظُنُّ أَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾﴾ ’’اور کئی چہرے اس دن اداس ہوں گے، وہ سمجھیں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ معاملہ کیا جائے گا۔‘‘ فاسقوں اور فاجروں کے چہرے قیامت کے دن اداس ہوں گے۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ ﴿بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾﴾ کے معنی ہیں: تیوری چڑھے ہوئے ہوں گے۔④ سدی فرماتے ہیں کہ ان کے رنگ اڑ چکے ہوں گے۔⑤ ﴿تَظُنُّ﴾ یعنی وہ یقین کرلیں گے۔ ﴿أَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾﴾ ’’کہ ان کے ساتھ کمر توڑ معاملہ کیا جائے گا۔‘‘ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾﴾ کے معنی مصیبت کے ہیں۔⑥ قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی شر کے ہیں۔⑦ سدی فرماتے ہیں کہ انھیں یقین ہوگا کہ وہ تباہی وہلاکت سے دوچار ہونے والے ہیں۔⑧ ابن زید فرماتے ہیں: وہ گمان کریں گے کہ اب عنقریب وہ جہنم رسید ہوجائیں گے۔⑨ یہ مقام حسبِ ذیل آیات سے مشابہ ہے: ﴿يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ﴾ (آل عمران 3:106) ’’جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے۔‘‘ اور ﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَوُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝﴾ (عبس 80:38-42) ’’کئی چہرے اس روز چمک رہے ہوں گے، خنداں وشاداں (یہ نیکوکار ہیں) اور کئی چہرے ایسے ہوں گے جن پر گرد ہوگی (اور) ان پر سیاہی چڑھ رہی ہوگی، یہی لوگ کفار وبدکردار ہیں۔‘‘ اور ﴿وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝﴾ (الغاشية 88:2-4) ’’اس روز

---

① صحيح مسلم، الإيمان، باب إثبات رؤية المؤمنين......، حديث:(297,298)-181 جبکہ قوسین والا جملہ المعجم الأوسط للطبراني، باب من اسمه أحمد:221,220/1، حديث:756 و كتاب السنة لابن أبي عاصم، باب في الزيادة بعد ذكر الحسنى، ص:217، رقم:472 میں ہے۔ ② صحيح مسلم، الإيمان، باب أدنى أهل الجنة......، حديث :191 البتہ یہاں یہ الفاظ ہیں: [فَيَتَجَلّٰى لَهُمْ يَضْحَكُ] اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے بیان کردہ الفاظ ہمیں نہیں ملے۔ ③ دیکھیے یونس، آیت:26 و حٰم السجدة، آیات: 32,31 و قٓ، آیت:35 کے تحت، تاہم المصباح المنیر میں دیدارِ الٰہی سے متعلق کچھ روایات ضعیف ہونے کی وجہ سے درج نہیں کی گئیں۔
④ تفسير الطبري: 241/29. ⑤ تفسير القرطبي: 110/19. ⑥ تفسير الطبري: 241/29. ⑦ تفسير الطبري: 241/29. ⑧ تفسير القرطبي: 110/19. ⑨ تفسير الطبري: 241/29.

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿26﴾ وَقِيْلَ مَنْ سكتة رَاقٍ ﴿27﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿28﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ

ہرگز نہیں! جب (جان) ہنسلی تک آ پہنچے گی﴿26﴾ اور کہا جائے گا: کون ہے جھاڑ پھونک کرنے والا؟﴿27﴾ اور وہ سمجھے گا کہ بے شک یہ (وقتِ) فراق ہے﴿28﴾ اور پنڈلی،

بِالسَّاقِ ﴿29﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨالْمَسَاقُ ﴿30﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿31﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿32﴾ ع 1 30 17

پنڈلی سے لپٹ جائے گی﴿29﴾ اس دن آپ کے رب کی طرف چلنا ہوگا﴿30﴾ نہ تو اس نے تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی﴿31﴾ بلکہ اس نے (حق کو) جھٹلایا اور منہ موڑا﴿32﴾

ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿33﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿34﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿35﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ

پھر اپنے اہل وعیال کے پاس اکڑتا ہوا گیا﴿33﴾ تیرے لیے ہلاکت پر ہلاکت ہے﴿34﴾ پھر تیرے لیے ہلاکت پر ہلاکت ہے﴿35﴾ کیا انسان سمجھتا ہے کہ اسے

اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿36﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿37﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿38﴾

یوں ہی (بلا حساب کتاب) چھوڑ دیا جائے گا؟﴿36﴾ کیا وہ منی کا ایک نطفہ نہیں تھا جو (رحم میں) ٹپکایا جاتا ہے؟﴿37﴾ پھر وہ لوتھڑا بنا، پھر اللہ نے پیدا کیا اور

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿39﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿40﴾ ع 2 10 18

اس کی نوک پلک سنواری﴿38﴾ پھر اس سے مذکر اور مؤنث کا جوڑا بنایا﴿39﴾ کیا وہ (اللہ) اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کر دے؟﴿40﴾

بہت سے چہرے (والے) ذلیل ہوں گے، سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے۔ دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔'' اللہ کے اس فرمان تک: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ○ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ○ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ○ ﴾ (الغاشیۃ 88:8-10) ''بہت سے چہرے اس روز شاداں ہوں گے۔ اپنے اعمال (کی جزا) سے خوش دل، بہشت بریں میں ہوں گے۔'' اس طرح کی اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں اس مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔

تفسیر آیات: 40-26

بوقت موت یقین حاصل ہو جاتا ہے: اللہ تعالیٰ موت کے وقت کی حالت اور ہولناکیوں کو بیان فرما رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس وقت سچی اور پکی بات کے ساتھ ثابت قدمی عطا فرمائے، چنانچہ فرمایا: ﴿ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿26﴾ ﴾ ''ہرگز نہیں! جب (جان) ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی۔'' اگر ہم ﴿ كَلَّا ﴾ کو کلمۂ زجر و توبیخ قرار دیں تو معنی یہ ہوں گے کہ اے ابن آدم! اب تو اس بات کی تکذیب نہیں کر سکے گا جس کی تجھے خبر دی گئی تھی کیونکہ اب تو یہ تیرے پاس اس طرح واضح طور پر ثابت ہوگئی ہے کہ اس میں کوئی شک ہی نہیں رہا اور اگر ہم کلمۂ ﴿ كَلَّا ﴾ کو حَقًّا کے معنی میں لیں تو پھر اس کے معنی بالکل ظاہر ہیں، یعنی حق یہ ہے کہ جب جان گلے تک پہنچ جائے گی، یعنی تیرے جسم سے روح کو کھینچ لیا جائے گا اور وہ گلے تک پہنچ جائے گی۔ ﴿ التَّرَاقِيَ ﴿26﴾ ﴾ تَرْقُوَةٌ کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ ہڈیاں ہیں جو ہنسلی کے گڑھے اور کندھے کے درمیان ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ○ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ○ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ○ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ○ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ ﴾ (الواقعۃ 56:83-87) ''بھلا کیوں نہیں (تم روح کو پھیر لیتے) جب وہ گلے میں آ پہنچتی ہے اور تم اس وقت (کی حالت کو) دیکھ رہے ہوتے ہو اور ہم اس (مرنے والے) سے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم کو نظر نہیں آتے۔ پس اگر تم کسی کے محکوم نہیں تو کیوں نہیں اس (روح) کو پھیر لاتے اگر تم سچے ہو۔''

اوراسی طرح یہاں فرمایا: ﴿ کَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ ﴿۲۶﴾ وَقِیۡلَ مَنۡ ٜ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ ﴾ ''ہرگزنہیں! جب (جان) ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی اور کہا جائے گا: (اس وقت) کون جھاڑ پھونک کرنے والا ہے؟'' عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کون ہے جو اس وقت جھاڑ پھونک کرے۔ ① ابوقلابہ فرماتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ کون ہے طبیب حاذق۔ ② قتادہ، ضحاک اور ابن زید کا بھی یہی قول ہے۔ ③ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ وَالۡتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب دنیا سے کوچ کا آخری دن اور آخرت کی طرف جانے کا پہلا دن ہوتا ہے تو اس وقت سختی کے ساتھ سختی مل جاتی ہے، سوائے اس کے جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ ④ عکرمہ فرماتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ امر عظیم، امر عظیم کے ساتھ مل جاتا ہے۔ ⑤ مجاہد فرماتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ مصیبت کے ساتھ مصیبت مل جاتی ہے۔ ⑥ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد تمھاری دونوں پنڈلیاں ہیں جو آپس میں لپٹ جاتی ہیں۔ ⑦ اور آپ سے ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ اب اس کے دونوں پاؤں مر چکے ہوتے ہیں اور اب وہ اس کے بوجھ کو اٹھاتے نہیں، حالانکہ وہ اپنے پاؤں پر دوڑتا پھرتا تھا۔ ⑧

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِلٰی رَبِّکَ یَوۡمَئِذِ ۣالۡمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ ﴾ ''اُس دن آپ کے پروردگار کی طرف چلنا ہوگا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف مرجع وماویٰ ہے کیونکہ روح کو قبض کرنے کے بعد جب آسمانوں کی طرف لے جایا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کو زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ میں نے انھیں اس سے پیدا کیا ہے، اسی میں ان کو لوٹاؤں گا اور پھر دوبارہ اسی زمین سے انھیں باہر نکالوں گا جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی طویل حدیث میں وارد ہے۔ ⑨ اور اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: ﴿ وَهُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ وَیُرۡسِلُ عَلَیۡکُمۡ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الۡمَوۡتُ تَوَفَّتۡهُ رُسُلُنَا وَهُمۡ لَا یُفَرِّطُوۡنَ ○ ثُمَّ رُدُّوۡۤا اِلَی اللّٰهِ مَوۡلٰىهُمُ الۡحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الۡحُکۡمُ ۟ وَهُوَ اَسۡرَعُ الۡحٰسِبِیۡنَ ○ ﴾ (الأنعام 62,61:6) ''اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگہبان مقرر کیے رکھتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اسے فوت کرتے ہیں اور وہ (کسی طرح کی) کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر (قیامت کے دن) وہ (تمام لوگ) اپنے مالک برحق اللہ تعالیٰ کی طرف (واپس) لوٹائے جائیں گے، خبردار! حکم اسی کا ہے اور وہ نہایت جلد حساب لینے والا ہے۔''

تکذیب کرنے والے کا حال: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ﴿۳۱﴾ وَلٰکِنۡ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ﴿۳۲﴾ ﴾ ''اس (عاقبت نااندیش) نے نہ تو (کلام اللہ کی) تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی، بلکہ اس نے جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔'' یہ اس کافر کے بارے میں بتایا جا رہا ہے جو دنیا میں حق کی اپنے دل سے تکذیب کرتا اور اس کے مطابق عمل نہیں کرتا تھا کہ اس میں باطنی یا ظاہری طور پر

① الدر المنثور :477/6 . ② تفسیر الطبری :242/29 . ③ تفسیر الطبری :242/29 . ④ تفسیر الطبری :243/29 .
⑤ تفسیر الماوردی :158/6 . ⑥ تفسیر القرطبی :112/19 . ⑦ تفسیر الطبری :245/29 . ⑧ تفسیر القرطبی :
112/19 . ⑨ مسند أحمد :288,287/4 والأحادیث الطّوال للطبرانی، حدیث البراء بن عازب رضی اللہ عنہ فی عذاب القبر، ص:
59-57 ، حدیث: 25 نیز دیکھیے إبراھیم، آیت: 27 کے ذیل میں عنوان ''نیک اور بدروح آخرت کی راہوں پر''

کوئی خیر نہیں ہے، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ﴿31﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی ﴿32﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿33﴾ ﴾ ''اس نے نہ تو (کلام اللہ کی) تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی، بلکہ اس نے جھٹلایا اور منہ پھیر لیا، پھر اپنے گھر والوں کے پاس اکڑتا ہوا چل دیا۔'' یعنی فخر وغرور تو بہت تھا مگر بے حد کاہل اور سست کہ نہ تو ہمت تھی اور نہ عمل جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴾ (المطففین 31:83) ''اور جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتے تو اتراتے ہوئے لوٹتے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿13﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ﴿14﴾ بَلٰۤى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ﴿15﴾ ﴾ (الانشقاق 84:13-15) ''بے شک وہ (دنیا میں) اپنے اہل وعیال میں مست رہتا تھا (اور) بے شک وہ سمجھتا تھا کہ ہرگز وہ (اللہ کی طرف) پھر کر نہ جائے گا۔ کیوں نہیں! بے شک اس کا پروردگار اس کو دیکھ رہا تھا۔''

ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ يَتَمَطّٰى ﴿33﴾ ﴾ کے معنی ہیں یَخْتَالُ ''فخر کرتا ہے۔''[1] اور قتادہ اور زید بن اسلم کے بقول اس کے معنی یَتَبَخْتَرُ ''متکبرانہ چال چلتا ہے'' کے ہیں۔[2]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿34﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿35﴾ ﴾ ''تیرے لیے ہلاکت پر ہلاکت ہے، پھر تیرے لیے ہلاکت پر ہلاکت ہے۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے متکبرانہ چال چلنے والے کافر کے لیے سرزنش اور بہت سخت وعید ہے، یعنی تجھے واقعی اس طرح چلنے کا حق پہنچتا ہے کیونکہ تو نے اپنے خالق ومالک کے ساتھ کفر کیا ہے جیسا کہ ناراضی اور سرزنش کے طور پر اس طرح کے موقع پر اسی طرح کا اسلوب اختیار کیا جاتا ہے جیسا کہ کلام باری تعالیٰ میں اس طرح کے اسلوب بیان کی حسب ذیل مثالیں موجود ہیں: ﴿ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴾ (الدخان 49:44) ''(اب مزہ) چکھ بے شک تو بڑا زبردست، بڑا تکریم والا (بنا پھرتا) تھا۔'' اور ﴿ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴾ (المرسلٰت 46:77) ''(اے جھٹلانے والو!) تم (دنیا میں) تھوڑا سا کھالو اور فائدہ اٹھالو، بے شک تم مجرم ہو۔'' اور ﴿ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ﴾ (الزمر 15:39) ''تو تم اس کے سوا جس کی چاہو پرستش کرو۔'' اور ﴿ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ﴾ (حٰمۤ السجدۃ 41 :40) ''تم جو چاہو عمل کرو۔'' اور اس طرح کی دیگر آیات۔

امام ابوعبدالرحمٰن النسائی نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿34﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿35﴾ ﴾ کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ ابوجہل سے فرمائے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں قرآن مجید میں نازل فرمادیا۔[3] امام ابن ابوحاتم نے حضرت قتادہ سے ان الفاظ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جیسا کہ تم سن رہے ہو کہ ان الفاظ میں وعید پر وعید ہے، ائمہ تفسیر نے خیال کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے دشمن ابوجہل کے کپڑوں کو پکڑ کر کھینچا، پھر فرمایا: ﴿ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿34﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿35﴾ ﴾ ''تیرے لیے ہلاکت پر ہلاکت ہے، پھر تیرے

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 3389/10 والدر المنثور: 478/6. یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [2] تفسیر الطبری: 247/24.

[3] السنن الکبری للنسائی، التفسیر، قولہ تعالیٰ: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ...... ﴾ (القیٰمۃ 75:22,23): 504/6، حدیث: 11638.

لیے ہلاکت پر ہلاکت ہے۔‘‘ تو اللہ کا دشمن ابوجہل کہنے لگا: اے محمد! کیا تم مجھے ڈانٹ پلاتے ہو؟ اللہ کی قسم! تم بھی اور تمھارا رب بھی مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ ان دونوں پہاڑوں کے مابین چلنے والوں میں سے میں سب سے زیادہ معزز ہوں۔ ①

انسان کو یوں ہی بے کار نہیں چھوڑا جائے گا: فرمان الٰہی ہے: ﴿ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿36﴾ ﴾ ’’کیا انسان خیال کرتا ہے کہ اسے یوں ہی بے کار چھوڑ دیا جائے گا؟‘‘ سدی فرماتے ہیں: یعنی اسے دوبارہ اٹھایا نہیں جائے گا؟ ② مجاہد، امام شافعی اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ اسے امر و نہی کا مکلّف قرار نہیں دیا جائے گا۔ ③ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت عام ہے اور دونوں حالتوں پر مشتمل ہے، یعنی نہ تو اس دنیا میں مہمل چھوڑا جائے گا کہ نہ اسے کوئی حکم دیا جائے اور نہ کسی بات سے منع کیا جائے اور نہ قبر میں اسے یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا کہ اسے دوبارہ اٹھایا ہی نہ جائے بلکہ دنیا میں اسے حکم بھی دیا گیا ہے اور منع بھی کیا گیا ہے اور پھر آخرت میں اسے اپنے رب تعالیٰ کے سامنے پیش بھی ہونا ہے۔

یہاں دوبارہ اٹھائے جانے کا اثبات اور زیغ، جہالت اور عناد میں مبتلا ان لوگوں کی تردید مقصود ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے منکر ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اٹھائے جانے کے بارے میں پہلی دفعہ پیدا کرنے سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿37﴾ ﴾ ’’کیا وہ منی کا، جو (رحم میں) ڈالی جاتی ہے، ایک قطرہ نہ تھا؟‘‘ یعنی کیا انسان حقیر پانی کا ایک کمزور سا قطرہ نہ تھا؟ ﴿ يُّمْنٰى ﴿37﴾ ﴾ یعنی جسے پشتوں سے رحموں میں بہایا گیا۔ ﴿ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿38﴾ ﴾ ’’پھر وہ لوتھڑا بنا، پھر اس (اللہ) نے (اس کو) پیدا کیا، پھر (اس کے اعضاء کو) درست کیا۔‘‘ یعنی پانی کا وہ قطرہ لوتھڑا بن گیا، پھر بوٹی بن گیا، پھر اس کی شکل و صورت بنا دی گئی، پھر اس میں روح پھونک دی گئی، پھر یہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی تقدیر کے مطابق جیتا جاگتا، سلیم الاعضاء انسان (مرد و عورت) بن گیا، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿39﴾ ﴾ ’’پھر اس سے دو قسمیں بنائیں (ایک) مرد اور (ایک) عورت۔‘‘

پھر فرمایا: ﴿ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿40﴾ ﴾ ’’کیا اس (اللہ) کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو جلا اٹھائے؟‘‘ یعنی کیا جس ذات گرامی نے حقیر پانی کے ایک کمزور قطرے سے اس خوبصورت اور سلیم الاعضاء مخلوق کو پیدا کیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ اسے دوبارہ بھی اسی طرح پیدا کر سکے جس طرح اس نے اسے پہلی دفعہ پیدا فرمایا ہے، حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا پہلی دفعہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان یا اس کے برابر ہوتا ہے جیسا کہ حسبِ ذیل ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ...... ﴾ الآیۃ (الروم 30:27) ’’اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے لیے بہت آسان ہے......‘‘ کی تفسیر میں مذکورہ دونوں قول ہیں، گو ان میں سے پہلا قول (دوسری دفعہ پیدا کرنا پہلی دفعہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہونا) زیادہ مشہور ہے جیسا کہ اسے سورۂ روم کی تفسیر میں بیان کیا

① تفسیر ابن أبي حاتم: 3389/10، البتہ یہ روایت ضعیف ہے۔ ② تفسیر الماوردي: 159/6 . ③ تفسیر الطبري: 249/29 وتفسیر القرطبي: 116/19 والأم، کتاب وباب إبطال الاستحسان: 400/9.

جا چکا ہے۔[1] وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

سورۂ قیامہ کے اختتام پر کیا کہا جائے؟ امام ابوداود نے موسیٰ بن ابو عائشہ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی اپنے گھر کی چھت پر نماز پڑھتا تھا، جب وہ یہ آیت پڑھتا: ﴿ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴾ تو کہتا: سُبْحَانَكَ فَبَلٰی ’’(اے اللہ!) تو پاک ہے، پس کیوں نہیں! (تو واقعی مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔)‘‘ لوگوں نے اس بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔[2] اس روایت کو بیان کرنے میں امام ابوداود منفرد ہیں، نیز انھوں نے اس صحابی کا نام نہیں لیا لیکن صحابی کا نام نہ لینا حدیث کو صحیح یا حسن قرار دینے میں نقصان کا باعث نہیں ہے۔

سورۂ قیامہ کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی۔
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

www.KitaboSunnat.com

[1] دیکھیے الروم آیت: 27 کے تحت عنوان: ’’مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے‘‘ [2] سنن أبي داود، الصلاة، باب الدعاء في الصلاة، حديث: 884.

تفسیر سورۂ دھر

یہ مکی سورت ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

هَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ حِیۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ یَکُنۡ شَیۡـًٔا مَّذۡکُوۡرًا ① اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ

یقیناً (ہر) انسان پر زمانے سے ایک ایسا وقت گزر چکا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر شے نہ تھا① بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا کیا، ہم

اَمۡشَاجٍ ٭ نَّبۡتَلِیۡهِ فَجَعَلۡنٰهُ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا ② اِنَّا هَدَیۡنٰهُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوۡرًا ③

اسے آزمانا چاہتے ہیں، چنانچہ ہم نے اس کو سننے، دیکھنے والا بنا دیا② بے شک ہم نے اسے راستے کی ہدایت دی، خواہ شکر گزار بنے یا ناشکرا③

جمعے کے دن نماز فجر میں قراءت: صحیح مسلم کے حوالے سے قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعے کے دن نماز فجر میں ﴿ الٓمّٓ ۚ تَنۡزِیۡلُ ﴾ (السجدة 32:1,2) اور ﴿ هَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ ﴾ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔[1]

تفسیر آیات:1-3

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عدم سے وجود بخشا: اللہ تعالیٰ انسان کے بارے میں بتا رہا ہے کہ اس نے اسے وجود بخشا، حالانکہ اس سے پہلے حقارت اور ضعف کی وجہ سے کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ ﴿ هَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ حِیۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ یَکُنۡ شَیۡـًٔا مَّذۡکُوۡرًا ① ﴾ ''بے شک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی آ چکا ہے کہ وہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھا۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ اَمۡشَاجٍ ٭ ﴾ ''بلاشبہ ہم ہی نے انسان کو نطفۂ مخلوط سے پیدا کیا۔'' ﴿ اَمۡشَاجٍ ٭ ﴾ کے معنی اخلاط کے ہیں اور المشج اور المشیج اس چیز کو کہتے ہیں جس کا بعض حصہ بعض میں ملا ہوا ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مرد اور عورت کا پانی ہے جب وہ دونوں جمع ہو کر آپس میں مل جاتے ہیں۔[2] پھر اس کے بعد وہ ایک قسم سے دوسری قسم میں، ایک حالت سے دوسری حالت میں اور ایک رنگ سے دوسرے رنگ میں بدلتا رہتا ہے۔ عکرمہ، مجاہد، حسن اور ربیع بن انس نے بھی یہی فرمایا ہے کہ ﴿ اَمۡشَاجٍ ٭ ﴾ سے مراد مرد کے پانی کا عورت کے پانی کے ساتھ مل جانا ہے۔[3] فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ نَّبۡتَلِیۡهِ ﴾ ''(تاکہ) ہم اسے آزمائیں۔'' جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

① صحیح مسلم، الجمعة، باب ما یقرأ في یوم الجمعة، حدیث:879. اور قبل ازیں یہ روایت سورۂ سجدہ کی ابتدا میں گزری ہے۔② تفسیر الطبری :253/29. ③ تفسیر الطبری :254,253/29 .

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِيْرًا ④ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ

بلاشبہ ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے ④ بے شک نیک لوگ ایسے جام سے پئیں گے جس میں کافور کی ملاوٹ

مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ⑤ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ⑥ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ

ہوگی ⑤ (وہ) ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے اور (جدھر چاہیں گے) اس کی شاخیں نکال لے جائیں گے ⑥ وہ اپنی نذریں پوری

وَ يَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ⑦ وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا

کرتے اور اس دن سے خوف کھاتے ہیں جس کی آفت (ہر طرف) پھیلی ہوگی ⑦ اور وہ کھانا، اس کی محبت کے باوجود، مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو

وَّ اَسِيْرًا ⑧ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ⑨ اِنَّا نَخَافُ مِنْ

کھلاتے ہیں ⑧ (اور کہتے ہیں:) بس ہم تو تمھیں اللہ کی خاطر کھانا کھلاتے ہیں، ہم تم سے جزا اور شکر گزاری نہیں چاہتے ⑨ ہم اپنے رب سے چہرے

رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ⑩ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ⑪

بگاڑ دینے والے نہایت سخت دن کا خوف کھاتے ہیں ⑩ پھر اللہ نے انھیں اس دن کے شر (عذاب) سے بچا لیا اور تازگی اور سرور سے نوازا ⑪

وَ جَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا ⑫

اور ان کے صبر کے عوض انھیں جنت اور ریشمی لباس کا بدلہ عطا فرمایا ⑫

﴿ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴾ (الملك 2:67) ''تا کہ وہ تمھاری آزمائش کرے کہ تم میں سے عمل میں کون زیادہ اچھا ہے۔'' ﴿ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ② ﴾ ''پھر ہم نے اسے خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنایا۔'' یعنی ہم نے اسے سماعت اور بصارت عطا کی تا کہ اس کے لیے طاعت و معصیت ممکن ہو۔

اللہ نے انسان کو دونوں رستے دکھا دیے ہیں: اللہ جل وعلا کا فرمان ہے: ﴿ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ ﴾ ''بلاشبہ ہم نے اسے رستہ دکھا دیا۔'' یعنی ہم نے رستہ بھی واضح کر دیا ہے، بیان کر دیا اور اسے دکھا دیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى ﴾ (حٰمٓ السجدة 17:41) ''اور جو ثمود تھے انھیں ہم نے سیدھا رستہ دکھا دیا مگر انھوں نے ہدایت کے مقابلے میں اندھا رہنا پسند کیا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ هَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۟ ﴾ (البلد 10:90) ''اور ہم نے اسے (خیر و شر کے) دونوں رستے دکھا دیے۔'' یعنی ہم نے خیر و شر کے رستے کو واضح کر دیا۔ عکرمہ، عطیہ، ابن زید، مجاہد ـ مشہور روایت کے مطابق ـ اور جمہور کا یہی قول ہے۔[1] فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ③ ﴾ ''(اب وہ) خواہ شکر گزار ہو اور خواہ ناشکرا۔'' یعنی اب اس کی مرضی ہے، خواہ شقاوت اختیار کرے یا سعادت جیسا کہ اس حدیث میں بھی ہے جسے امام مسلم نے ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَايِعٌ نَفْسَهُ (فَمُوبِقُهَا أَوْ مُعْتِقُهَا)] ''ہر شخص صبح کے وقت اپنے نفس کی خرید و فروخت کرتا ہے، پھر اسے یا تو ہلاک کر دیتا ہے یا آزاد کرا لیتا ہے۔''[2]

① تفسير الطبري: 257,256/29 و الدر المنثور: 483,482/6 . ② صحيح مسلم، الطهارة، باب فضل الوضوء، حديث :223، البتہ قوسین والے الفاظ کی ترتیب مسند أحمد: 342/5 کے مطابق ہے۔

تفسیر آیات:4-12

کافروں کی سزا اور نیکوکاروں کی جزا: اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ اس نے اپنی مخلوق میں سے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ سعیر سے مراد آتشِ جہنم کی تپش اور سوزش ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
﴿ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ۝ فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمن 40:72,71) ''جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی (اور) گھسیٹے جائیں گے (یعنی) کھولتے ہوئے پانی میں، پھر وہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔'' اللہ تعالیٰ نے بدبختوں اور بدنصیبوں کے لیے جس آتش جہنم کو تیار کیا ہے، اس کے ذکر کے بعد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ ﴾ ''یقیناً نیکوکار ایسی شراب نوشِ جان کریں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔'' اور معلوم ہے کہ کافور میں ٹھنڈک بھی ہے اور بوئے عطر بیز بھی اور پھر جنتی کافور کی لذت اس پر مستزاد۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کافور کو زنجبیل کی خوشبو سے ٹھنڈا کیا گیا ہوگا، اسی لیے تو فرمایا ہے: ﴿ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝ ﴾ ''یہ ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے بندے پئیں گے اور وہ اس میں سے (جتنا چاہیں گے) خوب بہا کر (جہاں چاہیں گے) لے جائیں گے۔'' یعنی ان نیکوکار و ابرار لوگوں کے لیے جس کافور کی آمیزش کی جائے گی وہ ایک ایسا چشمہ ہے جس سے بندگانِ الٰہی میں سے مقربین کسی آمیزش کے بغیر خالص پئیں گے اور سیراب ہو جائیں گے۔ ﴿ يَشْرَبُ ﴾ میں ضمناً یروی ''سیراب ہوں گے'' کے معنی بھی پائے جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اسے حرف با کے ساتھ متعدی کیا گیا ہے اور ﴿ عَيْنًا ﴾ ''چشمہ'' کو تمیز کی وجہ سے منصوب کیا گیا ہے۔ ﴿ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝ ﴾ یعنی اس میں جہاں چاہیں گے اور جس طرح چاہیں گے تصرف کر کے اس سے نہریں نکال کر اپنے محلات، اپنی رہائش گاہوں اور اپنی مجلسوں اور محفلوں میں لے جائیں گے۔ تفجیر کے معنی نہر نکالنے کے ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 17: 90) ''اور وہ کہنے لگے کہ ہم تم پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ تم ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری کر دو۔'' اور ﴿ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۝ ﴾ (الکھف 18:33) ''اور دونوں میں ہم نے ایک نہر بھی جاری کر رکھی تھی۔''

امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس چشمے سے نہر نکال کر جہاں چاہیں گے لے جائیں گے۔[1] عکرمہ اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[2] امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں جہاں چاہیں گے تصرف کر سکیں گے۔[3]

نیک لوگوں کے اعمال: ارشاد الٰہی ہے: ﴿ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝ ﴾ ''وہ لوگ نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے، جس کی مصیبت بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہوگی، خوف رکھتے ہیں۔'' یعنی یہ لوگ ان طاعات کو بجا لا کر بھی اللہ کی بندگی کرتے ہیں جنھیں اصل شریعت میں ان کے لیے واجب قرار دیا گیا ہے، نیز یہ ان طاعات کو بھی ادا کرتے

[1] تفسیر الطبری: 258/29. [2] تفسیر الطبری: 258/29 والدر المنثور: 483/6. [3] تفسیر الطبری: 258/29.

ہیں جنھیں انھوں نے نذر کے طور پر اپنے لیے واجب قرار دے رکھا ہوتا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے (اپنی سند کے ساتھ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ نَّذَرَ أَنْ يُّطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَّذَرَ أَنْ يَّعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهِ] ''جو شخص اللہ کی اطاعت میں نذر مانے تو اسے اللہ کی اطاعت کرنی چاہیے اور جو اللہ تعالیٰ کی معصیت کی نذر مانے تو اسے اللہ کی معصیت نہیں کرنی چاہیے۔''[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو بطریق امام مالک رحمہ اللہ بیان فرمایا ہے۔[2] نیز یوم آخرت میں حساب کے ڈر سے محرمات کو ترک کر دیتے ہیں کیونکہ اس دن کی سختی عام ہوگی اور لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہوگی، سوائے ان کے جن پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مستطیر کے معنی پھیلنے والی کے ہیں۔[3] قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: واللہ! اس دن کی سختی پھیل کر آسمانوں اور زمین کو بھر دے گی۔[4]

فرمانِ الٰہی: ﴿ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ ﴾ کے بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ وہ اللہ کی محبت کی وجہ سے کھانا کھلاتے ہیں، یعنی ضمیر کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے اور سیاق کلام اسی پر دلالت کرتا ہے لیکن زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع طعام ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ باوجودیکہ انھیں خود طعام کی محبت اور خواہش ہے، پھر بھی یہ دوسروں کو کھلا دیتے ہیں۔ مجاہد اور مقاتل کا یہی قول ہے اور امام ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[5] جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ﴾ (البقرة 2:177) ''اور مال باوجود عزیز رکھنے کے دے۔'' ﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ ﴾ (آل عمرٰن 3:92) ''جب تک تم ان چیزوں میں سے جو تمھیں عزیز ہیں (اللہ کی راہ میں) خرچ نہیں کرو گے، کبھی نیکی حاصل نہ کر سکو گے۔''

صحیح بخاری میں ہے کہ افضل صدقہ یہ ہے: [أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ، (تَأْمُلُ الْغِنٰى، وَتَخْشَى الْفَقْرَ)] ''کہ تو اس حال میں صدقہ کرے کہ تو صحیح اور تندرست ہو، مال کی حرص ہو، امیری کی چاہت اور فقر و افلاس کا ڈر ہو۔''[6] یعنی جب تمھیں مال سے محبت ہو، اس کی خواہش ہو اور اس کی حاجت و ضرورت بھی ہو تو صدقہ کرنا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ ﴾ ''اور باوجود اس کی محبت کے وہ فقیروں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔'' مسکین و یتیم سے کون لوگ مراد ہیں، یہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔[7] قیدی کے بارے میں سعید بن جبیر، حسن اور ضحاک فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اہل قبلہ میں سے قیدی ہے۔[8] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

---

[1] الموطأ للإمام مالك، النذور والأيمان، باب مالا يحوز من النذور......:178/2، حديث:1055. [2] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب النذر فى الطاعة......، حديث : 6696. [3] تفسير ابن أبي حاتم :3391/10. [4] تفسير الطبري : 260/29. [5] تفسير الطبري :260/29. [6] صحيح البخاري، الزكاة، باب فضل صدقة الشحيح الصحيح، حديث : 1419 وصحيح مسلم، الزكاة، باب بيان أن أفضل الصدقة......، حديث :1032 البتہ قوسین والے الفاظ صحيح البخاري، الوصايا، باب الصدقة عند الموت، حديث:2748 کے مطابق ہیں۔ [7] دیکھیے البقرة 2، آیت:177 کے تحت عنوان: ''نیکیوں کا ایک جامع پیکج'' [8] تفسير الطبري :261/29 وتفسير القرطبي :129/19.

کہ ان کے قیدی ان دنوں مشرک ہی تھے۔ [1] اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگِ بدر کے دن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا تھا کہ وہ قیدیوں کی عزت افزائی کریں، لہٰذا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کھانے کے وقت اپنے آپ پر انھیں ترجیح دیتے تھے۔ عکرمہ کا قول ہے کہ اس سے مراد غلام ہیں۔ [2] امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے کیونکہ آیت میں عموم ہے جو مسلم و مشرک سب کے لیے ہے۔ [3] سعید بن جبیر، عطاء، حسن اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ [4]

رسول اللہ ﷺ نے کئی ایک حدیثوں میں غلاموں کے ساتھ احسان کرنے کی وصیت فرمائی ہے حتی کہ آپ نے جو آخری وصیت کی، اس میں بھی یہ فرمایا تھا: [اَلصَّلَاةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ] ''نماز اور غلاموں کا خیال رکھنا۔'' [5] مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد قیدی ہیں۔ [6] یعنی یہ ان لوگوں کو کھانا کھلا دیتے ہیں، حالانکہ انھیں کھانے کی خود بھی خواہش و حاجت ہوتی ہے اور زبان حال سے کہہ رہے ہوتے ہیں: ﴿ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ ﴾ یعنی ہم تمھیں اللہ کے ثواب اور اس کی رضا کے حصول کے لیے کھلاتے ہیں۔ ﴿ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ⑨ ﴾ یعنی ہم یہ نہیں چاہتے کہ تم ہمیں اس کا بدلہ دو یا لوگوں کے پاس ہمارا شکریہ ادا کرو۔ مجاہد اور سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! انھوں نے یہ بات بھی اپنی زبانوں سے ادا نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات ان کے دلوں سے معلوم کرتے ہوئے ان کی تعریف کی تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی اچھے اعمال بجالانے میں رغبت ہو۔ [7]

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ⑩ ﴾ یعنی ہم یہ کام اس لیے بجالاتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے اور اس دن ہمیں اپنے لطف و کرم سے نوازے جو چہروں کو کریہہ المنظر اور دلوں کو سخت مضطر کر دینے والا ہے۔ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عبوس کے معنی تنگ اور قمطریر کے معنی طویل کے ہیں۔ [8] حضرت عکرمہ وغیرہ سے روایت ہے کہ کافر اس دن بہت کریہہ المنظر ہوگا حتی کہ اس کی دونوں آنکھوں کے مابین گندھک جیسا بدبودار پسینہ بہہ رہا ہوگا۔ [9] مجاہد فرماتے ہیں کہ عبوس کے معنی ہیں کہ جس کے دونوں ہونٹ بہت بھیانک اور بھدے ہوں۔ [10] اور قمطریر کے معنی ہیں ترش روئی کی وجہ سے چہرے کا سکڑ جانا۔ [11] سعید بن جبیر اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اس دن کی ہولناکیوں کی وجہ سے چہرے کریہہ المنظر ہو جائیں گے اور پیشانی اور آنکھوں کے درمیان کا حصہ سکڑ جائے گا۔ [12] ابن زید فرماتے ہیں کہ عبوس کے معنی شر اور قمطریر کے معنی شدید ہیں۔ [13]

نیکوکاروں کی جزا کی کچھ تفصیل: فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ⑪ ﴾ ''تو اللہ

---

[1] تفسیر القرطبی: 129/19. [2] تفسیر القرطبی: 129/19. [3] تفسیر الطبری: 261/29. [4] تفسیر الطبری: 261,260/29 وتفسیر القرطبی: 129/19. [5] سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ما جاء فی ذکر مرض رسول اللہ ﷺ، حدیث: 1625 عن أم سلمة رضی اللہ عنہا. [6] تفسیر الطبری: 261/29. [7] تفسیر الطبری: 262/29. [8] تفسیر الطبری: 264/29. [9] تفسیر الطبری: 263/29. [10] تفسیر القرطبی: 136/19. [11] تفسیر الطبری: 264/29. [12] تفسیر الطبری: 263/29. [13] تفسیر الطبری: 264/29.

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ⑬ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ

وہ جنت میں مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، وہاں نہ دھوپ دیکھیں گے اور نہ شدید سردی⑬ اور اس (جنت) کے سائے ان

ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ⑭ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ

کے قریب ہوں گے، اور اس کے پھل (ان کے لیے) جھکا دیے جائیں گے⑭ اور ان پر چاندی کے برتن اور شیشے کے ساغر پھرائے

كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ⑮ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ⑯ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ

جائیں گے⑮ شیشے بھی چاندی (کی قسم) کے، انھوں نے انھیں ٹھیک اندازے سے بنایا ہوگا⑯ اور وہاں انھیں ایسے جام پلائے جائیں

مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ⑰ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ⑱ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ

گے جن میں سونٹھ کی ملاوٹ ہوگی⑰ (یہ) جنت میں ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کا نام دیا گیا ہے⑱ اور ان کی خدمت میں سدا نوخیز ہی

مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ⑲ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا

رہنے والے لڑکے پھرتے ہوں گے۔ جب تو انھیں دیکھے گا تو انھیں بکھرے ہوئے موتی سمجھے گا⑲ اور جب تو وہاں (کسی بھی طرف) دیکھے گا تو

كَبِيْرًا ⑳ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ

نعمتیں ہی نعمتیں اور بہت بڑی سلطنت دیکھے گا⑳ ان (کے تن) پر باریک، سبز اور دبیز ریشم کے کپڑے (لباس) ہوں گے، اور انھیں چاندی کے

وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ㉑ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ㉒ ع 1 22/19

کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انھیں شراب طہور پلائے گا㉑ (کہا جائے گا:) بلاشبہ یہ تمھاری جزا ہے اور تمھاری سعی قابل قدر ہے㉒

انھیں اس دن کی سختی سے بچالے گا اور تازگی اور خوش دلی عطا فرمائے گا۔" یہ بلیغ تجانس کے باب سے ہے۔[1] ﴿فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ﴾ یعنی جس بات سے وہ ڈرتے ہوں گے اللہ تعالیٰ انھیں اس سے امن عطا فرمائے گا۔ ﴿وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً﴾ "اور انھیں تازگی عطا فرمائے گا۔" ﴿وَّسُرُوْرًا ⑪﴾ "اور سرور (عطا فرمائے گا)" جس سے دل لبریز ہوں گے۔ امام حسن بصری، قتادہ، ابوالعالیہ اور ربیع بن انس رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔[2] یہ ایسے ہی ہے جیسے حسب ذیل آیات کریمہ ہیں: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ۙ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۚ﴾ (عبس 39,38:80) "اور کئی چہرے اس روز چمک رہے ہوں گے۔ ہنستے مسکراتے، ہشاش بشاش۔" کیونکہ دل جب مسرت سے سرشار ہو تو چہرہ گلنار ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں یہ الفاظ ہیں: وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ "رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرۂ اقدس اس طرح منور ہو جاتا گویا چاند کا ٹکڑا ہو۔"[3] اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَسْرُورًا تَبْرُقُ أَسَارِيرُ وَجْهِهِ...... "میرے پاس رسول اللہ ﷺ خوش خوش

① "بلیغ تجانس"، علم بلاغت کی اصطلاح ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ دو لفظ ادائیگی میں ایک دوسرے سے ملتے ہوں مگر معنی جدا جدا ہوں جیسے اس آیت مبارکہ میں ﴿فَوَقٰىهُمْ﴾ اور ﴿وَلَقّٰىهُمْ﴾ ہیں۔ ② تفسير الطبري: 264/29. ③ صحيح البخاري، المناقب، باب صفة النبي ﷺ، حديث: 3556 و صحيح مسلم، التوبة، باب حديث توبة كعب......، حديث: 2769.

تشریف لائے کہ چہرۂ اقدس کے خطوط جگمگا رہے تھے......۔‘‘ ①

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا ﴾ یعنی ان کے صبر کے سبب اللہ تعالیٰ انھیں جنت، حریر و پرنیاں، کشادہ اور وسیع محلات، خوش و خرم زندگی اور خوب صورت لباس عطا فرمائے گا۔ حافظ ابن عساکر نے ہشام بن سلیمان دارانی کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ ان کے سامنے سورۂ ﴿ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ ﴾ (الدهر 76:1) پڑھی گئی اور قاری جب اس آیت کریمہ پر پہنچا: ﴿ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ⑫ ﴾ تو انھوں نے فرمایا کہ یہ جزا اس لیے ہوگی کہ انھوں نے دنیا میں ترکِ شہوات پر صبر کیا تھا۔ ②

تفسیر آیات:13-22

انعاماتِ الٰہی: اہل جنت، اس کی ابدی و سرمدی نعمتوں اور انھیں اپنے جس بے پایاں فضل و کرم سے اللہ تعالیٰ نوازے گا اس کا ذکر کرتے ہوئے فرما رہا ہے: ﴿ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ﴾ ’’ان میں وہ تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔‘‘ سورۂ صافات میں اس کی تفسیر بیان کی جا چکی ہے اور تکیے لگانے کے بارے میں جو اختلاف ہے وہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اس سے مراد لیٹنا ہے یا تکیہ لگانا یا چوکڑی مار کر بیٹھنا یا جم کر بیٹھنا۔ ③ تختوں سے مراد وہ پلنگ ہیں جو حُجلۂ عروسی کی طرح سجائے گئے ہوں گے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ⑬ ﴾ یعنی وہاں نہ تکلیف دہ گرمی ہوگی اور نہ شدید سردی بلکہ ایک ہی جیسا معتدل دائمی اور سرمدی موسم ہوگا کہ وہ وہاں سے جگہ بدلنا نہیں چاہیں گے۔

سائے اور ثمر دار شاخیں قریب ہوں گی: ﴿ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا ﴾ یعنی درختوں کی ثمر دار ٹہنیاں اور شاخیں ان کے قریب ہوں گی، ﴿ وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ⑭ ﴾ ’’اور اس کے پھل (ان کے لیے) جھکا دیے جائیں گے۔‘‘ یعنی شاخ کی بلندی سے جھک کر اس کے اس طرح قریب آجائے گا گویا وہ بھی بات کو سننے والا اور اطاعت بجالانے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے: ﴿ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴾ (الرحمٰن 55:54) ’’اور دونوں باغوں کے میوے قریب (جھک رہے) ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ○ ﴾ (الحآقّة 69:23) ’’اس کے پھل قریب ہوں گے۔‘‘ امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب وہ کھڑا ہوگا تو جنت کے درختوں کی ثمر بار شاخیں اس کے قد کے مطابق بلند ہو جائیں گی اور جب وہ بیٹھے تو نیچے جھک جائیں گی تاکہ وہ انھیں پکڑ سکے اور اسی طرح جب وہ لیٹے گا تو پھر اور بھی جھک جائیں گی تاکہ لیٹے لیٹے بھی پھل حاصل کر سکے، یہی معنی ہیں ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ تَذْلِيْلًا ⑭ ﴾ کے۔ ④ امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کانٹے یا دوری کی وجہ سے ان کے ہاتھ خالی نہیں لوٹیں گے۔ ⑤

---

① صحيح البخاري، الفرائض، باب القائف، حديث :6770 و صحيح مسلم، الرضاع، باب العمل بإلحاق القائف الولد، حديث :(39)-1459 قوسین والے الفاظ مسلم کے مطابق ہیں۔ ② تاريخ دمشق الكبير لابن عساكر، ذكر من اسمه هشام، هشام بن سليمان الداراني :75/67 . ③ مذکورہ وضاحت ہمیں سورۂ صافات میں نہیں ملی، تاہم اس کے متعلق کچھ بات الکهف، آیت: 31 اور الرحمٰن، آیت: 54 کے تحت کی گئی ہے۔ ④ تفسير الطبري:266/29 . ⑤ تفسير الطبري:266/29.

چاندی کے برتن اور گلاس: فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ ﴾ ”(خدام کے ذریعے) چاندی کے برتن اور آبخورے ان پر پھرائے جائیں گے اور شیشے کے (نہایت شفاف) گلاس۔“ یعنی خدام ان کی خدمت میں کھانے کے ایسے برتن لے کر آئیں گے جو چاندی کے ہوں گے اور مشروبات پینے کے لیے صاف شفاف گلاس ہوں گے۔ فرمانِ الٰہی: ﴿ قَوَارِيْرَاۡ ۝ قَوَارِيْرَاۡ مِنْ فِضَّةٍ ﴾ میں پہلا ﴿ قَوَارِيْرَاۡ ۝ ﴾ کان کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور دوسرا بدل یا تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ اسے ﴿ قَوَارِيْرَاۡ مِنْ فِضَّةٍ ﴾ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، امام حسن بصری اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ وہ برتن چاندی کی طرح سفید اور شیشے کی طرح صاف شفاف ہوں گے۔[1] قواریر کہتے ہی ان برتنوں کو ہیں جو شیشے کے ہوں۔ یہ گلاس اگرچہ چاندی کے ہوں گے مگر اس قدر صاف شفاف کہ ان کے باہر سے بھی یہ دیکھا جا سکے گا کہ ان کے اندر کیا ہے اور دنیا میں ایسے برتنوں کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝ ﴾ ”انھوں نے ان کو ٹھیک اندازے کے مطابق بنایا ہوگا۔“ یعنی وہ اس اندازے سے بنائے گئے ہوں گے جس سے پینے والے کو سیرابی حاصل ہو جائے، نہ اس اندازے سے کم اور نہ زیادہ بلکہ یہ ایک خاص اندازے کے مطابق بنائے گئے ہوں گے جس سے پینے والے کو مکمل سیرابی اور تسکین حاصل ہو جائے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سعید بن جبیر، ابو صالح، قتادہ، ابن ابزیٰ، عبداللہ بن عبید بن عمیر، قتادہ، شعبی اور ابن زید کا یہی قول ہے، نیز امام ابن جریر اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔[2] یہ عزو شرف اور تکریم و تعظیم کی انتہا ہے کہ اہل جنت کے لیے یہ اہتمام کیا جائے گا۔

زنجبیل و سلسبیل کی شراب: فرمان الٰہی: ﴿ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝ ﴾ ”اور وہاں انھیں ایسی شراب (بھی) پلائی جائے گی جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔“ یعنی ابرار و نیکوکار لوگوں کو ان گلاسوں میں ایسی شراب پلائی جائے گی جن میں کبھی تو کافور کی آمیزش ہوگی جو کہ ٹھنڈی تاثیر کی حامل ہے اور کبھی اسی میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی جس کی تاثیر گرم ہے تاکہ اعتدال رہے، یعنی ان کے لیے کبھی ایک کی آمیزش اور کبھی دوسری چیز کی آمیزش ہوگی لیکن مقربین بارگاہِ الٰہی دونوں قسم کی خالص شراب نوش جان کریں گے جیسا کہ امام قتادہ اور دیگر کئی ایک مفسرین نے فرمایا ہے۔[3] اس سے پہلے فرمایا ہے: ﴿ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ ﴾ (الدھر 6:76) اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝ ﴾ یعنی زنجبیل جنت کا ایک چشمہ ہے جو سلسبیل کے نام سے موسوم ہے۔ عکرمہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ جنت کے ایک چشمے کا نام ہے۔[4] امام مجاہد فرماتے ہیں کہ چشمے کی روانی اور تیز رفتاری کی وجہ سے اسے سلسبیل کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔[5]

بکھرے موتیوں جیسے خدام: فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۝ ﴾ ”اور ان کے پاس لڑکے آتے جاتے ہوں گے، جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہیں گے، جب آپ ان پر نگاہ ڈالیں گے تو انھیں بکھرے ہوئے موتی خیال کریں گے۔“ یعنی اہل جنت کے پاس خدمت کے لیے جنت کے لڑکے آتے

---

① تفسیر الطبری:269,268/29. ② تفسیر الطبری:269/29 و تفسیر القرطبی:141/19. ③ تفسیر الطبری:270/29 و تفسیر القرطبی:141/19. ④ تفسیر الماوردی:171/6. ⑤ تفسیر الطبری:271/29، و تفسیر القرطبی:142/29.

جاتے رہیں گے جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہیں گے، یعنی ان کی عمر نہیں بڑھے گی اور جس نے یہ تفسیر کی ہے کہ ان کے کانوں میں بالیاں ہوں گی تو اس نے اسی مفہوم کو بیان کیا ہے کیونکہ بالیاں چھوٹے لڑکوں کے کانوں ہی میں مناسب لگتی ہیں، بڑے آدمیوں کے کانوں میں نہیں۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴾ ''جب آپ ان پر نگاہ ڈالیں گے تو انھیں بکھرے ہوئے موتی خیال کریں گے۔'' یعنی جب آپ انھیں معزز اہل جنت کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے کثرت سے آتے جاتے دیکھیں گے اور پھر ان کے چہروں کی صباحت اور ان کے رنگوں، کپڑوں اور زیورات کے حسن و جمال کو دیکھیں گے تو خیال کریں گے کہ گویا وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ اس سے زیادہ خوبصورت اور کوئی تشبیہ نہیں ہوسکتی کیونکہ خوبصورت جگہ پر بکھرے ہوئے موتیوں سے بڑھ کر اور کوئی منظر حسین نہیں ہوسکتا۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاِذَا رَاَيْتَ ﴾ یعنی جب آپ دیکھیں اے محمد (ﷺ!) ﴿ ثَمَّ ﴾ ''وہاں'' یعنی جنت، اس کی نعمتوں، وسعتوں، بلندیوں اور اس کے حیرت زدہ امور اور سرور کو دیکھیں تو ﴿ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا ﴾ ''آپ کثرت سے نعمت اور عظیم (الشان) سلطنت دیکھیں گے۔'' یعنی وہاں اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان مملکت اور زبردست بادشاہت ہوگی۔

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا جسے جہنم سے سب سے آخر میں نکالا جائے گا اور جنت میں جانے والا وہ سب سے آخری انسان ہوگا: [فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشَرَةَ أَمْثَالِهَا] ''تجھے جنت میں تمام دنیا سے دس گنا زیادہ جگہ ملے گی۔''[1] جب ادنیٰ درجے کے جنتی کو اللہ تعالیٰ عظیم الشان نعمت عطا فرمائے گا تو اس سے اندازہ فرمالیجیے کہ جن کا جنت میں مقام بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہوگا اور جو تقرب الٰہی کے بلند مقام پر فائز ہوں گے، انھیں اللہ تعالیٰ کن کن بے پایاں اور بے حد و حساب نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا؟

لباس اور زیورات: فرمان الٰہی ہے: ﴿ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ ﴾ ''ان (کے بدنوں) پر دیبائے سبز اور اطلس کے کپڑے ہوں گے۔'' یعنی اہل جنت کا لباس ریشم ہوگا جو کہ سندس سے بنا ہوگا، یہ ریشم کی ایک بہت ہی اعلیٰ قسم ہے، یعنی قمیصیں اور جسم کے ساتھ لگنے والا لباس سندس سے بنا ہوگا جبکہ اوپر کا لباس استبرق سے بنا ہوگا، استبرق ایسے ریشم کو کہتے ہیں جس میں خوب چمک دمک ہو اور لباس کے بارے میں یہی معمول ہے کہ اوپر کا لباس چمکیلا اور سجیلا ہوتا ہے۔ ﴿ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ﴾ ''اور انھیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔'' یہ ابرار کی صفت ہے اور جہاں تک مقربین بارگاہِ الٰہی کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ط وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴾ (الحج 23:22) ''انھیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور موتی اور وہاں اُن کا لباس ریشمی ہوگا۔'' ریشم اور زیورات کی صورت میں ظاہری زینت ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴾ ''اور ان کا پروردگار انھیں نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔'' یعنی ان کے باطن کو حسد، کینہ، خیانت، ایذا رسانی اور دیگر تمام گھٹیا اخلاق سے پاک صاف فرمادے گا

[1] صحیح البخاري، الرقاق، باب صفة الجنة والنار، حديث: 6571 وصحيح مسلم، الإيمان، باب آخر أهل النار خروجًا، حديث :186.

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًا ﴿23﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا

یقیناً ہم ہی نے آپ پر یہ قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے﴿23﴾ چنانچہ آپ اپنے رب کے حکم کے لیے صبر کیجیے اور ان میں سے کسی

اَوْ كَفُوْرًا ﴿24﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ﴿25﴾ وَمِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَیْلًا

گناہ گار یا ناشکرے کی اطاعت نہ کیجیے﴿24﴾ اور صبح وشام اپنے رب کے نام کا ذکر کیجیے﴿25﴾ اور کچھ (حصہ) رات میں اس کے لیے سجدے کیجیے

طَوِیْلًا ﴿26﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَیَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ یَوْمًا ثَقِیْلًا ﴿27﴾ نَحْنُ

اور رات گئے تک اس کی تسبیح کیجیے﴿26﴾ بے شک یہ لوگ دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور بھاری دن (قیامت) کو پس پشت ڈالتے ہیں﴿27﴾

خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَاۤ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَاۤ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِیْلًا ﴿28﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ

ہم ہی نے انھیں تخلیق کیا اور ان کے جوڑ مضبوط کیے۔ اور جب ہم چاہیں بدل کر ان جیسے (اور لوگ) لے آئیں﴿28﴾ بے شک یہ ایک

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا ﴿29﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

نصیحت ہے، پھر جو چاہے اپنے رب کی طرف (پہنچانے والی) راہ اختیار کر لے﴿29﴾ اور تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ بے شک

كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿30﴾ یُّدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمِیْنَ اَعَدَّ لَهُمْ

اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے﴿30﴾ وہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک

عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿31﴾ ع 2 9 20

عذاب تیار کیا ہے﴿31﴾

جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اہل جنت، جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو وہاں وہ دو چشمے دیکھیں گے، گویا انھیں اس کا الہام ہوگا اور وہ جب ان میں سے ایک چشمے کا پانی پییں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے پیٹوں سے تکلیف دہ چیز کو دور فرما دے گا، پھر وہ دوسرے چشمے کے پانی سے غسل کریں گے تو ان پر راحت کی تازگی نمایاں ہو جائے گی۔ ① تو اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کے ظاہری حال اور باطنی جمال کے بارے میں بتایا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْیُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿22﴾ ﴾ ''یقیناً یہ تمھارا صلہ ہے اور تمھاری کوشش (اللہ کے ہاں) مقبول ہوئی۔'' یعنی یہ ان سے ان کی عزت وتکریم کے پیش نظر اور بطور احسان فرمایا جائے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ۝ ﴾ (الحآقة 24:69) ''جو (عمل) تم ایام گزشتہ میں آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 43:7) ''اور (اس روز) منادی کردی جائے گی کہ تم ان اعمال کے صلے میں جو (دنیا میں) کرتے تھے اس بہشت کے مالک بنا دیے گئے ہو۔'' فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَكَانَ سَعْیُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿22﴾ ﴾ ''اور تمھاری کوشش (اللہ کے ہاں) مقبول ہوئی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھارے تھوڑے عمل کا تمھیں بہت زیادہ صلہ عطا فرما دیا ہے۔

① تفسیر القرطبي: 147/19.

تفسیر آیات:31-23

نزولِ قرآن کا ذکر اور صبر و ذکر کا حکم: اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو یہ احسان یاد دلانے کے بعد کہ اس نے آپ پر قرآن عظیم کو نازل فرمایا ہے، حکم دے رہا ہے کہ ﴿ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ﴾ ''پس آپ اپنے پروردگار کے حکم کے مطابق صبر کیجیے۔'' یعنی جیسے آپ کو یہ عزت بخشی کہ آپ پر قرآن نازل کیا ایسے ہی آپ بھی اس کی قضا وقدر پر صبر کریں اور جان لیں کہ وہ آپ کو بہترین تدبیر سے نوازے گا، لہٰذا ﴿ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۝ ﴾ ''اور ان لوگوں میں سے کسی بدعمل اور ناشکرے کا کہا نہ مانیں۔'' یعنی کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانیں جب وہ یہ ارادہ کریں کہ آپ کو اس قرآن سے روک دیں جسے آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے بلکہ آپ اسے پہنچا دیں جسے آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے اور اللہ پر توکل کریں، بے شک اللہ تعالیٰ ہی آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ آثم سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے افعال کے اعتبار سے فاجر و فاسق ہو اور کفور سے مراد وہ ہے جو دل سے کافر اور منکر ہو ﴿ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ ﴾ ''اور آپ صبح و شام اپنے رب کا نام لیتے رہیں۔'' ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝ ﴾ ''اور کچھ (حصہ) رات میں اس کے آگے سجدے کریں اور رات گئے تک اس کی پاکی بیان کریں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ ﴾ (بنی إسراءیل 79:17) ''اور رات کے کچھ حصے میں بھی آپ اس (قرآن) کے ساتھ تہجد پڑھیں، (یہ) آپ کے لیے زائد ہے، امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ ﴾ (المزمل 73:1-4) ''اے چادر میں لپٹنے والے! رات کو تھوڑا سا قیام کریں، (یعنی) نصف رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں۔''

حبِ دنیا کی مذمت اور آخرت کی ترغیب: پھر اللہ تعالیٰ کافروں اور ان جیسے لوگوں کی تردید کرتے ہوئے، جو دنیا کی محبت میں مبتلا ہو کر اسی کے ہو کر رہ گئے ہیں اور جنھوں نے آخرت کو پس پشت ڈال کر دنیا ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے، فرما رہا ہے: ﴿ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ۝ ﴾ ''یہ لوگ دنیا کو پسند کرتے ہیں اور بھاری دن کو پس پشت چھوڑے دیتے ہیں۔'' یعنی قیامت کے دن کو، پھر فرمایا: ﴿ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ﴾ ''ہم نے انھیں پیدا کیا اور ان کے جوڑ مضبوط بنائے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے، یعنی انھیں بھی پیدا کیا۔[1] ﴿ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ۝ ﴾ ''اور اگر ہم چاہیں گے تو ان کے بدلے میں انھی کی طرح (اور لوگ) تبدیل کر کے لے آئیں۔'' یعنی جب ہم چاہیں گے قیامت کے دن انھیں بالکل بدل کر نئی پیدائش میں پیدا کر دیں گے، یہاں ابتدا کو اعادے کی دلیل بنایا ہے۔ ابن زید اور ابن جریر اس کے بارے میں فرماتے ہیں: یعنی ہم جب چاہیں ان کے بجائے دوسرے لوگ لا کر یہاں بسا دیں۔[2] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۭ

① تفسیر القرطبی: 151/19. ② تفسیر الطبری: 281,280/29.

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا﴿ (النسآء 133:4) ’’اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اور (تمھاری جگہ) دوسروں کو لے آئے اور اللہ اس بات پر خوب قادر ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝﴾ (إبراھیم 20,19:14) ’’اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اور (تمھاری جگہ) نئی مخلوق لے آئے اور اللہ کے لیے یہ کام کچھ بھی مشکل نہیں۔‘‘

قرآن بتوفیق الٰہی نصیحت وہدایت ہے: پھر فرمایا: ﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ﴾ یعنی یہ سورت نصیحت ہے، ﴿فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝﴾ ’’تو جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف (پہنچنے کا) رستہ اختیار کرے۔‘‘ یعنی جو چاہے قرآن کے ساتھ ہدایت اختیار کرلے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (النسآء 39:4) ’’اور اگر یہ لوگ اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لاتے تو ان کا کیا نقصان ہوتا؟‘‘ پھر فرمایا: ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ﴾ ’’اور تم کچھ بھی نہیں چاہتے مگر جو اللہ کو منظور ہو۔‘‘ یعنی کسی شخص کو بھی اس بات کی قدرت نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ہدایت سے بہرہ ور کرسکے، اپنے آپ کو دائرہ ایمان میں داخل کرسکے یا اپنے آپ کو کوئی اور نفع پہنچا سکے۔ ﴿اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝﴾ ’’مگر جو اللہ کو منظور ہو، بے شک اللہ خوب جاننے والا، نہایت حکمت والا ہے۔‘‘ یعنی وہ جانتا ہے کہ ہدایت کا مستحق کون ہے تو اس کے لیے وہ اسے آسان بنا دیتا ہے اور اس کے اسباب بھی فراہم فرما دیتا ہے، اسی طرح وہ یہ بھی جانتا ہے کہ ضلالت کا مستحق کون ہے تو اسے وہ ہدایت سے دور کر دیتا ہے، کائنات میں اسی کی حکمت اور حجت کارفرما ہے اور اسی لیے تو اس نے فرمایا ہے: ﴿يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝﴾ ’’جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور ظالموں کے لیے اس نے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔‘‘ یعنی وہ جسے چاہے ہدایت دے، جسے چاہے گمراہ کر دے، جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

سورۂ انسان (دہر) کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سورۂ مرسلٰت

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا ① فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا ② وَّالنّٰشِرٰتِ نَشۡرًا ③ فَالۡفٰرِقٰتِ

لگاتار بھیجی گئی ہواؤں کی قسم! ① پھر تند و تیز چلتی طوفانی ہواؤں کی ② اور (مینہ برسانے، بادل) پھیلانے والی ہواؤں کی قسم! ③ پھر انھیں پھاڑ کر جدا جدا کرنے

فَرۡقًا ④ فَالۡمُلۡقِیٰتِ ذِکۡرًا ⑤ عُذۡرًا اَوۡ نُذۡرًا ⑥ اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ

والی ہواؤں کی ④ پھر ذکر اتارنے والے فرشتوں کی (قسم!) ⑤ عذر (ختم کرنے) یا ڈر سنانے کو ⑥ یقیناً تم سے جس (قیامت) کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ

لَوَاقِعٌ ⑦ فَاِذَا النُّجُوۡمُ طُمِسَتۡ ⑧ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتۡ ⑨ وَاِذَا الۡجِبَالُ

ضرور واقع ہو کر رہے گی ⑦ پھر جب ستارے بے نور کر دیے جائیں گے ⑧ اور جب آسمان پھاڑ دیا جائے گا ⑨ اور جب پہاڑوں کی دھجیاں اڑا دی

نُسِفَتۡ ⑩ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتۡ ⑪ لِاَیِّ یَوۡمٍ اُجِّلَتۡ ⑫ لِیَوۡمِ الۡفَصۡلِ ⑬ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ

جائیں گی ⑩ اور جب رسولوں کو مقررہ وقت پر لایا جائے گا ⑪ (کہا جائے گا:) کس دن کے لیے انھیں مؤخر کیا گیا؟ ⑫ فیصلے کے دن کے لیے ⑬ اور آپ

مَا یَوۡمُ الۡفَصۡلِ ⑭ وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ⑮

کیا سمجھے فیصلے کا دن کیا ہے؟ ⑭ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے بربادی ہے ⑮

اس سورت کا نزول اور مغرب میں اس کی قراءت: امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ کی ایک غار میں تھے کہ آپ پر سورۂ ﴿ وَالۡمُرۡسَلٰتِ ﴾ نازل ہوئی، آپ اس سورت کی تلاوت فرما رہے تھے اور میں اسے آپ کے منہ سے حاصل کر رہا تھا۔ آپ کا منہ اس سورت کے ساتھ ابھی تر و تازہ تھا کہ ہم پر ایک سانپ نے حملہ کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اُقۡتُلُوۡھَا] ''اسے قتل کر دو۔'' ہم جلدی سے اس کی طرف لپکے مگر وہ بھاگ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [وُقِیَتۡ شَرَّکُمۡ کَمَا وُقِیتُمۡ شَرَّھَا] ''وہ تمھارے شر سے بچایا گیا جس طرح تم اس کے شر سے بچائے گئے ہو۔''[1] اس حدیث کو امام مسلم نے بھی بطریق اعمش روایت کیا ہے۔[2] امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انھوں نے اپنی والدہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مغرب میں سورۂ مرسلات کی تلاوت کرتے ہوئے

[1] صحیح البخاري، جزاء الصید، باب مایقتل المحرم من الدواب، حدیث: 1830. [2] صحیح مسلم، السلام، باب قتل الحیاتِ وغیرھا، حدیث: 2234.

سنا۔[1] امام مالک رحمہ اللہ کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت میں ہے کہ ام الفضل نے انھیں سورۂ ﴿ وَ الْمُرْسَلٰتِ ﴾ پڑھتے ہوئے سنا تو کہا: بیٹا تم نے یہ سورت پڑھ کر مجھے یاددلا دیا کہ یہ وہ آخری سورت ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی، آپ نے اسے نماز مغرب میں تلاوت فرمایا تھا۔[2] امام بخاری و مسلم نے بھی اسے صحیحین میں امام مالک رحمہ اللہ ہی کے طریق سے روایت فرمایا ہے۔[3]

تفسیر آیات: 1-15

وقوع آخرت پر مخلوق میں سے کئی اشیاء کی قسمیں: امام ابن ابو حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَ الْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ① ﴾ سے مراد فرشتے ہیں۔[4] مسروق، ابوالضحیٰ، مجاہد (ایک روایت کے مطابق) سدی اور ربیع بن انس سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[5] ابوصالح سے روایت ہے کہ اس سے مراد رسول ہیں۔[6] ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں۔[7] اسی طرح ابوصالح نے عاصفات، ناشرات، فارقات اور ملقیات کے بارے میں بھی کہا ہے کہ ان سے مراد فرشتے ہیں۔[8] امام سفیان ثوری نے سلمہ بن کہیل سے، انھوں نے مسلم بطین سے اور انھوں نے ابوالعُبَیدَین سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ﴿ وَ الْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ① ﴾ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد ہوا ہے۔[9] اسی طرح آپ نے عاصفات اور ناشرات کے بارے میں بھی فرمایا کہ ان سے مراد ہوا ہے۔[10] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[11] امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ﴿ وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ① ﴾ کے بارے میں توقف فرمایا ہے کہ کیا اس سے مراد اوامر ونواہی دے کر بھیجے جانے والے یا گھوڑے کے ایک سم کے بعد دوسرا سم رکھنے کی طرح پے در پے بھیجے جانے والے فرشتے ہیں یا اس سے مراد مسلسل چلنے والی ہوائیں ہیں اور ﴿ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ② ﴾ کے بارے میں قطعی طور پر کہا ہے کہ اس سے مراد ہوائیں ہیں جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کی اتباع کرنے والوں نے کہا ہے۔[12] اسی طرح انھوں نے ﴿ وَّ النّٰشِرٰتِ نَشْرًا ③ ﴾ کے بارے میں توقف کیا ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں یا ہوا جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔[13] ابوصالح سے روایت ہے کہ ﴿ وَّ النّٰشِرٰتِ نَشْرًا ③ ﴾ سے مراد بارش ہے۔[14] اور بظاہر یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ ﴿ وَ الْمُرْسَلٰتِ ﴾ سے مراد ہوائیں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَ اَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ ﴾ (الحجر 15:22) ''اور ہم نے بوجھل ہوائیں بھیجیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ

① مسند أحمد: 338/6 . ② الموطأ للإمام مالك، الصلاة، باب القراءة في المغرب والعشاء 26,25/1، حديث: 176. ③ صحيح البخاري، الأذان، باب القراءة في المغرب، حديث: 763 وصحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في الصبح، حديث: 462 . ④ تفسير ابن أبي حاتم: 3392/10 . ⑤ تفسير الطبري: 284/29 والدر المنثور: 493,492/6. ⑥ تفسير الطبري: 284/29 . ⑦ تفسير القرطبي: 154/19 . ⑧ تفسير الطبري: 288,287/29 و تفسير القرطبي: 155,154/19. ⑨ تفسير الطبري: 284/29 . ⑩ تفسير ابن أبي حاتم: 3392/10 وتفسير الطبري: 286,285/29. ⑪ تفسير الطبري: 287-285/29. ⑫ تفسير الطبري: 285/29 . ⑬ تفسير الطبري: 287/29. ⑭ تفسير الطبري: 287/29.

الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ﴾ (الأعراف 57:7) ''اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (مینہ) سے پہلے ہواؤں کو خوش خبری دینے والیاں بنا کر بھیجتا ہے۔'' اسی طرح عاصفات سے مراد بھی ہوائیں ہیں۔ عَصَفَتِ الرِّیحُ کا محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب ہوا آواز کے ساتھ چلے۔ اسی طرح ﴿ اَلنّٰشِرٰتِ ﴾ سے مراد بھی ہوائیں ہیں جو آسمان کے آفاق میں اس طرح بادل پھیلا دیتی ہیں جس طرح اللہ چاہتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝ فَالْمُلْقِیٰتِ ذِكْرًا ۝ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝ ﴾ ''پھر انھیں پھاڑ کر جدا جدا کرنے والی (ہواؤں کی قسم!) پھر ان (فرشتوں) کی جو ذکر ڈالنے والے ہیں عذر (ختم کرنے) یا ڈرانے کے لیے۔'' سے مراد فرشتے ہیں۔ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مسروق، مجاہد، قتادہ، ربیع بن انس، سدی اور سفیان ثوری کا قول ہے۔[1] اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ کے حکم سے رسولوں پر نازل ہوتے ہیں اور حق و باطل، ہدایت وضلالت اور حلال وحرام میں فرق کر دیتے ہیں، اور رسولوں کے پاس ایسی وحی پہنچاتے ہیں جس سے مخلوق کے عذروں کو بھی رفع کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ مخلوق اللہ کے حکم کی مخالفت کرے تو اسے اللہ کے عذاب سے ڈرایا بھی جاتا ہے۔ اور فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝ ﴾ ''یقیناً جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو (وہ) ضرور واقع ہونے والی ہے۔'' یہ وہ چیز ہے جس پر یہ قسمیں کھائی گئی ہیں، یعنی لوگو! تم سے جو یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ قیامت قائم ہوگی، صور میں پھونکا جائے گا، جسموں کو دوبارہ اٹھایا جائے گا، اگلے پچھلے تمام انسانوں کو ایک ہی میدان میں جمع کیا جائے گا اور پھر ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق جزا دی جائے گی کہ اگر اس نے اچھا عمل کیا ہوگا تو اچھی جزا ملے گی اور اگر برا عمل کیا ہوگا تو بری سزا ملے گی اور یہ تمام امور بلاشک وشبہ یقینی طور پر وقوع پذیر ہونے والے ہیں۔

قیامت کے دن کی بعض اہم تبدیلیاں: بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝ ﴾ ''چنانچہ جب تارے مٹا دیے (بے نور کر دیے) جائیں گے۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ ﴾ (التکویر 2:81) ''اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝ ﴾ (الانفطار 2:82) ''اور جب تارے بکھر جائیں گے۔'' پھر فرمایا: ﴿ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝ ﴾ ''اور جب آسمان پھاڑ دیا جائے گا۔'' یعنی آسمان پھٹ جائے گا، اس کے کنارے ٹوٹ جائیں گے اور اس کے کونے کمزور پڑ جائیں گے، ﴿ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝ ﴾ ''اور جب پہاڑ اڑا دیے جائیں گے۔'' یعنی پہاڑ ختم ہو جائیں گے اور ان کا نام ونشان باقی نہیں رہے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا ۝ ﴾ (طٰہٰ 105:20) ''اور تم سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ دیجیے: میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَیَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَی الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۝ ﴾ (الکہف 47:18) ''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو صاف میدان دیکھیں گے اور ان (لوگوں)

[1] تفسیر الطبری: 289,288/29 و تفسیر القرطبی: 155/19.

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِیْنَ ⑯ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِیْنَ ⑰ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ ⑱

کیا ہم پہلے لوگوں کو ہلاک نہیں کر چکے؟⑯ پھر ہم پچھلوں کو ان کے پیچھے لگائیں گے ⑰ ہم مجرموں سے یہی کچھ کرتے ہیں⑱

وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ⑲ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ⑳ فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ

اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے تباہی ہے⑲ کیا ہم نے تمھیں حقیر پانی (منی) سے تخلیق نہیں کیا؟⑳ پھر ہم نے اسے ایک محفوظ

مَّكِیْنٍ ㉑ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ㉒ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ㉓ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ

جگہ رکھا㉑ ایک مقررہ اندازے (مدت) تک㉒ پھر ہم نے اندازہ لگایا تو (ہم) کیا خوب اندازہ لگانے والے ہیں㉓ اس دن تکذیب

لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ㉔ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ㉕ اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا ㉖ وَّجَعَلْنَا فِیْهَا

کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے㉔ کیا ہم نے نہیں بنائی زمین سمیٹنے والی ㉕ زندوں کو اور مردوں کو؟㉖ اور ہم نے اس میں

رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَیْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ㉗ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ㉘

مضبوط (جمے ہوئے) اونچے پہاڑ بنائے اور تمھیں میٹھا پانی پلایا㉗ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے تباہی ہے㉘

کو ہم جمع کریں گے تو ان میں سے کسی کو بھی (پیچھے) نہیں چھوڑیں گے۔‘‘

فرمان الٰہی: ﴿ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ⑪ ﴾ ’’اور جب رسول اکٹھے کیے جائیں گے۔‘‘ کے بارے میں عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب رسول جمع کیے جائیں گے۔① ابن زید فرماتے ہیں کہ یہ آیت، حسب ذیل آیت کی طرح ہے: ﴿ یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ ﴾ (المآئدۃ 109:5) ’’جس دن اللہ پیغمبروں کو جمع کرے گا۔‘‘② مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ اُقِّتَتْ ⑪ ﴾ کے معنی ہیں جب پیغمبر وقت فراہم کیے جائیں گے۔③ امام ثوری نے منصور سے اور انھوں نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ جب پیغمبر وعدہ دیے جائیں گے۔④ انھوں نے اسے درج ذیل آیت کی طرح قرار دیا ہے: ﴿ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ○ ﴾ (الزمر 69:39) ’’اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے چمک اٹھے گی اور (اعمال کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی جائے گی اور پیغمبر اور (دیگر) گواہ لائے جائیں گے اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔‘‘ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ⑫ لِیَوْمِ الْفَصْلِ ⑬ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ⑭ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ⑮ ﴾ ’’(کہا جائے گا:) کس دن کے لیے انھیں مؤخر کیا گیا؟ فیصلے کے دن کے لیے۔ اور آپ کو کس چیز نے بتایا ہے کہ فیصلے کا دن کیا ہے! اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے بربادی ہے۔‘‘ یعنی پیغمبروں کے لیے کس دن کا تعین کیا گیا اور ان کے معاملے کو مؤخر کیا گیا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ○ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ ﴾ (إبرٰهیم 48,47:14) ’’آپ ایسا خیال نہ کریں کہ اللہ نے اپنے پیغمبروں سے جو وعدہ کیا ہے اس کے خلاف کرے گا۔ بے شک

① تفسیر الطبری: 289/29. ② تفسیر الطبری: 290/29. ③ تفسیر الطبری: 290/29. ④ تفسیر الطبری: 290/29.

اللہ نہایت زبردست (اور) خوب بدلہ لینے والا ہے۔ جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی (بدل دیے جائیں گے) اور سب لوگ اللہ یگانہ ونہایت زبردست کے سامنے نکل کھڑے ہوں گے۔'' تو وہی فیصلے کا دن ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ﴾ ''فیصلے کے دن کے لیے۔'' پھر اس دن کی عظمت شان کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ ''اور آپ کو کس چیز نے معلوم کروایا کہ فیصلے کا دن کیا ہے، اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔'' یعنی کل ان کے لیے اللہ کے عذاب کی وجہ سے ہلاکت ہوگی۔

تفسیر آیات:16-28

قدرت کے کرشموں میں عبرت کے نمایاں پہلو: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ ''کیا ہم نے پہلے لوگوں کو ہلاک نہیں کر ڈالا۔'' یعنی پیغمبروں کی تکذیب اور ان کے پیش کردہ دین وشریعت کی مخالفت کرنے والوں کو، ﴿ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴾ ''پھر ہم ان کے پچھلوں کو بھی ان کے پیچھے لگائیں گے۔'' یعنی جو ان جیسے ہیں، ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ کریں گے، اسی لیے تو فرمایا ہے: ﴿ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ ''ہم گناہ گاروں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں، اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔'' یہ امام ابن جریر کا قول ہے۔[1] پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر احسان کرتے ہوئے اور بدء خلق سے اس کے اعادے پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴾ ''کیا ہم نے تمھیں حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟'' یعنی جو باری تعالیٰ کی قدرت کی نسبت سے بہت ہی ضعیف اور حقیر ہے جیسا کہ حدیث بُسر بن جحاش میں ہے: [اِبْنَ آدَمَ! أَنّٰى تُعْجِزُنِي وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ مِّثْلِ هٰذِهٖ؟] ''ابن آدم! تو مجھے کس طرح عاجز کر سکتا ہے، حالانکہ میں نے تو تجھے اس طرح کی چیز سے پیدا کیا ہے؟''[2]

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴾ ''پھر ہم نے اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔'' یعنی اسے رحم میں جمع کر دیا اور اس سے مراد مرد اور عورت کے پانی کا (وہاں) ٹھہرنا ہے اور اس مقصد کی خاطر رحم کو تیار کیا گیا ہے جو اس پانی کی حفاظت کرتا ہے جسے اس میں رکھا گیا ہو۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴾ ''ایک معین اندازے تک۔'' یعنی چھ یا نو ماہ کی ایک معین مدت تک، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ ''پھر ہم نے اندازہ لگایا اور ہم کیا ہی خوب اندازہ لگانے والے ہیں، اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔'' اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴾ ''کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا (یعنی) زندوں اور مردوں کو۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ كِفَاتًا ﴾ کے معنی ہیں چھپانے والی۔[3] امام مجاہد فرماتے ہیں کہ زمین میت کو اس طرح چھپا لیتی ہے کہ کچھ بھی نظر نہیں آتا۔[4] امام شعبی فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ زمین کا باطن تمھارے مُردوں اور ظاہر تمھارے زندوں کے لیے ہے۔[5] امام مجاہد اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[6] ﴿ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ ﴾ ''اور ہم

---

① تفسیر الطبری: 291/29. ② مسند أحمد: 210/4. ③ تفسیر الطبری: 293/29. ④ الدر المنثور: 494/6.
⑤ تفسیر الطبری: 294/29. ⑥ تفسیر الطبری: 294/29.

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿29﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿30﴾

(کہا جائے گا:) چلو اس (عذاب) کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے ﴿29﴾ چلو تین شاخوں والے سائے (دھوئیں) کی طرف ﴿30﴾

لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿31﴾ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿32﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ

نہ ٹھنڈک پہنچانے والا اور نہ شعلوں سے بچاؤ کرے ﴿31﴾ بے شک جہنم (آگ کے اتنے بڑے) شرارے پھینکے گا جیسے محل ﴿32﴾ گویا وہ زرد

صُفْرٌ ﴿33﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿34﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿35﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ

اونٹ ہوں ﴿33﴾ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بربادی ہے ﴿34﴾ یہ (وہ) دن ہے کہ (لوگ) بول نہیں سکیں گے ﴿35﴾ اور نہ انھیں اذن ملے گا

فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿36﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿37﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿38﴾

کہ وہ معذرت کر سکیں ﴿36﴾ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے تباہی ہے ﴿37﴾ یہ فیصلے کا دن ہے، ہم تمھیں اور پہلوں کو جمع کریں گے ﴿38﴾

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿39﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿40﴾ ع 1 40 21

پھر اگر تمھارے پاس کوئی چال ہے تو میرے خلاف چلو ﴿39﴾ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے ﴿40﴾

نے اس میں مضبوط اونچے اونچے پہاڑ بنا (کر رکھ) دیے۔" تاکہ زمین نہ ہلے اور نہ ڈگمگائے، ﴿وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا﴾ ﴿27﴾ "اور ہم نے تمھیں میٹھا پانی پلایا۔" یعنی بادلوں سے یا زمین کے چشموں سے ہم نے تمھیں آبِ زُلال پلایا۔ ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ﴿28﴾ "اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔" یعنی بربادی ہے ان لوگوں کے لیے جو ان مخلوقات پر جو اپنے خالق کی عظمت پر دلالت کر رہی ہیں، غور کرنے کے باوجود تکذیب اور کفر کی روش اختیار کریں۔

تفسیر آیات: 29-40

مجرموں کو جہنم رسید کرنا: اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ آخرت، جزا و سزا اور جنت و جہنم کی تکذیب کرنے والے کافروں سے قیامت کے دن کہا جائے گا: ﴿اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾ ﴿29﴾ "جس چیز کو تم جھٹلایا کرتے تھے (اب) اس کی طرف چلو۔" ﴿اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ﴾ ﴿30﴾ "(یعنی) اس سائے کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں۔" یعنی جہنم کی آگ کے شعلے جب بلند ہوں گے اور اس کے ساتھ دھواں بھی اٹھے گا تو شدت وقوت کی وجہ سے اس کی تین شاخیں ہو جائیں گی، ﴿لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ﴾ ﴿31﴾ "نہ ٹھنڈی چھاؤں والا اور نہ شعلوں (کی تپش) سے کوئی فائدہ دے گا۔" یعنی جہنم کی آگ کے شعلوں سے اٹھنے والا دھواں حقیقت میں سایہ نہیں ہوگا اور نہ آتش جہنم ہی سے وہ بچا سکے گا۔ ﴿اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ﴾ ﴿32﴾ "بلاشبہ وہ (جہنم اتنی بڑی) چنگاریاں پھینکے گا جیسے محل (ہیں۔)" یعنی اس کے شعلوں سے محلوں جتنی بڑی بڑی چنگاریاں اڑیں گی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قلعوں کی طرح بڑی بڑی۔ [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور قتادہ نے اور مالک نے زید بن اسلم سے اور دیگر ائمہ نے بھی روایت کیا ہے کہ درخت کے تنوں کی طرح بڑی بڑی چنگاریاں ہوں گی۔ [2] ﴿كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ﴾ ﴿33﴾ "گویا وہ (چنگاریاں سیاہی مائل) زرد اونٹ ہیں۔" یعنی وہ سیاہ اونٹوں کی طرح ہوں

① تفسیر ابن أبي حاتم: 3393/10. ② تفسیر الطبري: 297/29 و تفسیر القرطبي: 164,163/19.

گی۔ یہ مجاہد، حسن، قتادہ اور ضحاک کا قول ہے اور امام ابن جریر طبری نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے [1] اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ اس سے مراد کشتیوں کے رسے ہیں۔ [2] امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ہم تین ہاتھ کی یا اس سے بھی بڑی لکڑی لیتے اور اسے مکان بنانے کے لیے استعمال کرتے اور اسے قصر کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ ﴿ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴾ ''گویا کہ وہ (چنگاریاں سیاہی مائل) زرد اونٹ ہیں۔'' کشتیوں کی رسیوں کو جمع کیا جاتا ہے تو وہ اوسط مردوں کی جسامت جتنی ہوجاتی ہیں۔ [3] ﴿ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ ''اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔''

مجرموں کی روز قیامت عاجزی و درماندگی: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴾ ''یہ وہ دن ہے کہ (لوگ) بول نہیں سکیں گے۔'' یعنی کلام نہیں کرسکیں گے ﴿ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴾ ''اور نہ انھیں اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر (پیش) کریں۔'' یعنی نہ وہ کلام کرنے کی قدرت رکھتے ہوں گے اور نہ انھیں اس کی اجازت ہی دی جائے گی کہ وہ کوئی عذر پیش کرسکیں بلکہ ان پر حجت قائم ہوچکی ہوگی، ان کے ظلم کی وجہ سے بات ان کے خلاف پکی ہوچکی ہوگی۔ وہ کوئی بات نہیں کریں گے۔

میدانِ حشر میں مختلف حالات ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان میں سے کبھی ایک حالت کے بارے میں بیان فرما دیتا ہے اور کبھی دوسری حالت کے بارے میں تاکہ معلوم ہو کہ اس دن کی ہولناکیاں کس قدر شدید ہوں گی، یہی وجہ ہے کہ اس سلسلۂ کلام میں ہر فصل کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ ''اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔'' فرمان الٰہی ہے: ﴿ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ۝ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴾ ''یہی فیصلے کا دن ہے (جس میں) ہم نے تمھیں اور پہلے لوگوں کو جمع کیا ہے، اگر تمھیں کوئی چال آتی ہے تو میرے خلاف چلو۔'' یہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے خطاب فرمائے گا کہ اس نے اپنی قدرت کے ساتھ ان سب کو ایک ہی میدان میں جمع کر دیا ہے کہ پکارنے والا انھیں آواز سنا رہا ہے اور آنکھ انھیں دیکھ سکتی ہے۔ اگر تمھیں کوئی چال آتی ہے تو میرے خلاف چلو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ ہے کہ اگر تم اپنے آپ کو میرے قبضے سے چھڑا سکتے ہو اور میرے حکم سے بچ سکتے ہو تو زور لگا دیکھو مگر تم ایسا نہیں کرسکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴾ (الرحمٰن 55:33) ''اے گروہ جن و انس! اگر تمھیں قدرت ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ اور زور کے سوا تو تم نکل سکتے ہی نہیں (اور وہ زور تم میں کہاں!)'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ﴾ (ھود 11:57) ''اور تم اللہ کا کچھ بھی نقصان نہیں کرسکتے۔'' اور حدیث میں ہے: [يَا عِبَادِي! إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّي فَتَضُرُّونِي، وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُونِي] ''اے میرے بندو! تم میرے نقصان تک نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نقصان

---

[1] تفسير الطبري: 300,299/29. [2] تفسير الطبري: 300,299/29. [3] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴾ (المرسلت 77:33)، حديث: 4933.

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿41﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿42﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا

بے شک متقی لوگ چھاؤں میں اور بہتے چشموں میں ہوں گے ﴿41﴾ اور (لذیذ) میووں میں جس قسم کے وہ چاہیں گے ﴿42﴾ (کہا جائے گا:) مزے سے کھاؤ

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿43﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿44﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿45﴾

اور پیو، اس کے بدلے میں جو تم عمل کرتے رہے ﴿43﴾ بے شک ہم نیکوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ﴿44﴾ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بربادی ہے ﴿45﴾

كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿46﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿47﴾ وَاِذَا

(اے جھٹلانے والو!) تم (دنیا میں) تھوڑا سا کھاؤ اور فائدہ اٹھاؤ، بے شک تم مجرم ہو ﴿46﴾ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بربادی ہے ﴿47﴾ اور جب

قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿48﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿49﴾ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ

ان سے کہا جائے (اللہ کے آگے) رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے ﴿48﴾ اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے بربادی ہے ﴿49﴾ پھر اس (قرآن)

بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿50﴾ ع 2/10/22

کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے؟ ﴿50﴾

پہنچا سکو اور نہ تم میرے نفع ہی تک پہنچ سکتے ہو کہ مجھے نفع پہنچا سکو۔''[1]

تفسیر آیات: 41-50

پرہیز گاروں کا انجام: اللہ تعالیٰ اپنے ان پرہیزگار بندوں کے بارے میں مطلع فرما رہا ہے کہ جنھوں نے اس کی عبادت کی، واجبات کو ادا کیا اور محرمات سے اجتناب کیا تو وہ قیامت کے دن باغات اور چشموں میں ہوں گے جبکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے بدبخت سخت سیاہ اور بدبودار دھویں میں ہوں گے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿42﴾﴾ ''اور (لذیذ) میووں میں جس قسم کے وہ چاہیں گے۔'' یعنی پرہیز گاروں کو ان کی طلب اور حسبِ خواہش تمام انواع واقسام کے پھل بھی ملیں گے ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿43﴾﴾ ''جو عمل تم کرتے رہے تھے، اس کے بدلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو۔'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ ان سے بطور احسان فرمائے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے ایک نئی خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿44﴾﴾ ''بلاشبہ ہم نیکوکاروں کو ایسے ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔'' جبکہ ﴿وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿45﴾﴾ ''اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔''

منکرین قیامت کو سرزنش: فرمان الٰہی ہے: ﴿كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿46﴾﴾ ''تم کھالو اور تھوڑا سا فائدہ اٹھالو، بے شک تم گناہ گار ہو۔'' یہ قیامت کے دن کو جھٹلانے والوں سے خطاب ہے اور یہ کھانے اور فائدہ اٹھانے کا حکم تہدید و وعید کے طور پر ہے کہ بہت ہی معمولی اور تھوڑی سی مدت کے لیے تم فائدہ اٹھالو، پھر تمھیں اس آتشِ جہنم کے سپرد کیا جائے گا جس کا قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ○﴾ (لقمٰن 31:24)

[1] صحيح مسلم، البر والصلة......، باب تحريم الظلم، حديث: 2577 عن أبي ذر رضی اللہ عنہ.

”ہم انھیں تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے، پھر عذاب شدید کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ؕ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِیْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ﴾ (یونس 10:69،70) ”بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔ (ان کے لیے) جو فائدے ہیں دنیا میں (ہیں) پھر انھیں ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، اس وقت ہم انھیں شدید عذاب (کے مزے) چکھائیں گے کیونکہ کفر (کی باتیں) کیا کرتے تھے۔“

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا یَرْكَعُوْنَ ۝ ﴾ ”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکو تو جھکتے نہیں۔“ یعنی جب ان جاہل کافروں کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ نمازیوں کے ساتھ مل کر باجماعت نماز ادا کرو تو وہ اس حکم کو مانتے نہیں بلکہ تکبر کا اظہار کرتے ہوئے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں، اسی لیے فرمایا کہ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بربادی ہے اور پھر آخر میں فرمایا: ﴿ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾ ”پھر اس (قرآن) کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے؟“ یعنی اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہیں لاتے تو پھر اور کون سا کلام ہے جس پر وہ ایمان لائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ﴾ (الجاثیة 45:6) ”تو وہ اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے؟“

سورۂ مرسلٰت کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ، وَبِهِ التَّوْفِیقُ وَالْعِصْمَةُ.

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سورۂ نبأ

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ① عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ② الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ③ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ④

وہ باہم کس چیز کے بارے میں سوال کرتے ہیں؟① اس عظیم خبر کے بارے میں② جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں③ ہرگز نہیں! جلد ہی وہ جان لیں گے④

ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ⑤ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ⑥ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ⑦ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ⑧

پھر ہرگز نہیں! جلد ہی وہ جان لیں گے⑤ کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا؟⑥ اور پہاڑوں کو میخیں (نہیں بنایا؟)⑦ اور ہم نے تمھیں جوڑا جوڑا پیدا کیا⑧

وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ⑨ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ⑩ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ⑪ وَّبَنَيْنَا

اور ہم نے تمھاری نیند کو آرام (کا ذریعہ) بنایا⑨ اور ہم نے رات کو (تمھارے لیے) لباس بنایا⑩ اور ہم نے دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا⑪ اور ہم نے

فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ⑫ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ⑬ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً

تمھارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے⑫ اور ہم نے ایک روشن چراغ (سورج) بنایا⑬ اور ہم نے بھرے بادلوں سے خوب برسنے والا پانی نازل

ثَجَّاجًا ⑭ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ⑮ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ⑯

کیا⑭ تاکہ ہم اس کے ذریعے سے اناج اور سبزہ نکالیں⑮ اور گھنے باغات (اگائیں)⑯

تفسیر آیات: 16-1

مشرکین کے انکارِ قیامت کی تردید: مشرکین قیامت کے وقوع پذیر ہونے کے انکار کی وجہ سے اس کے بارے میں جو سوال کرتے رہتے تھے، اللہ تعالیٰ اس کی تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ① عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ②﴾ یعنی یہ کس چیز کے بارے میں سوال کرتے ہیں؟ قیامت کے بارے میں جو ایک بہت بڑی خبر ہے، یعنی بہت ہولناک اور خوفناک اطلاع ہے۔ ﴿الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ③﴾ ''جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں۔'' یعنی اس کے بارے میں دو طرح کے لوگ ہیں، کچھ اسے ماننے والے اور کچھ اس کا انکار کرنے والے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے منکرین قیامت کو ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا: ﴿كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ④ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ⑤﴾ ''ہرگز نہیں! عنقریب وہ جان لیں گے، پھر ہرگز نہیں! عنقریب وہ جان لیں گے۔'' یہ بہت بڑی سرزنش ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرتیں موت کے بعد زندگی کی دلیل ہیں: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس عظیم الشان قدرت کو بیان کرنا

شروع فرمایا جس کے ذریعے سے وہ عجیب وغریب امور کی تدبیر کرتا ہے اور مختلف اشیاء پیدا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت کاملہ اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ وہ قیامت قائم کرنے پر بھی قادر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝ ﴾ ''کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا؟'' یعنی زمین کو مخلوقات کے لیے بچھا دیا ہے، اسے ان کے تابع کر دیا اور ان کے لیے مسکن اور جائے قرار بنا دیا ہے ﴿ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝ ﴾ ''اور پہاڑوں کو میخیں (نہیں بنایا؟)'' یعنی پہاڑوں کو زمین کے لیے میخیں بنا کر زمین میں گاڑ دیا اور ان کے ذریعے سے زمین کو مضبوط کر دیا، اسے ثبات وقرار بخشا جس کی وجہ سے وہ ساکن ہو گئی ہے اور اپنے اوپر رہنے والوں کو حرکت نہیں دیتی۔ پھر فرمایا: ﴿ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝ ﴾ ''اور ہم نے تمھیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔'' یعنی مرد اور عورت کا جوڑا بنایا کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوتا ہے، پھر اس سے افزائش نسل کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ﴾ (الروم 30:21) ''اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کی طرف (مائل ہو کر) آرام حاصل کرو اور اس نے تمھارے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کر دی۔'' اور فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ ﴾ ''اور ہم نے تمھاری نیند کو (موجب) آرام بنایا۔'' یعنی نیند سے تمھاری حرکات کو روک دیا تاکہ دن میں معیشت کے لیے دوڑ دھوپ کرنے اور کثرت سے چلنے پھرنے کی وجہ سے لاحق ہونے والی تھکاوٹ دور ہو کر راحت حاصل ہو جائے۔ قبل ازیں سورۂ فرقان میں بھی اس مفہوم کی ایک آیت گزر چکی ہے۔[1]

﴿ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝ ﴾ ''اور ہم نے رات کو پردہ بنایا۔'' یعنی رات کی تاریکی اور سیاہی لوگوں کو ڈھانپ لیتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ۝ ﴾ (الشمس 91:4) ''اور رات کی قسم! جب وہ اس (سورج) کو ڈھانپ لیتی ہے۔'' امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ رات کو ہم نے تمھارے آرام وسکون کے لیے بنایا ہے۔[2] ﴿ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ ﴾ ''اور ہم نے دن کو روزی کمانے کے لیے بنایا۔'' یعنی دن کو چمکدار اور روشن بنا دیا تاکہ لوگ اس میں تصرف کر سکیں، ادھر ادھر آ جا سکیں، روزی کما سکیں، تجارت کر سکیں اور دیگر تمام امور بجا لا سکیں۔ ﴿ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝ ﴾ ''اور ہم نے تمھارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے۔'' یعنی یہ سات آسمان جو بے حد وحساب وسیع و عریض، بلند، مضبوط و مستحکم اور ستاروں اور سیاروں کے ساتھ مزین ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝ ﴾ ''اور ہم نے ایک روشن چراغ (سورج) بنایا۔'' یعنی یہ آفتاب جو ساری دنیا پر چمک رہا ہے اور تمام اہل زمین کے لیے کرن کرن اجالا کر رہا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝ ﴾ ''اور ہم نے بھرے بادلوں سے موسلا دھار مینہ برسایا۔'' علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ الْمُعْصِرٰتِ ﴾ سے مراد بادل ہیں۔[3] عکرمہ، ابو العالیہ، ضحاک، حسن، ربیع بن انس اور سفیان ثوری رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے اور امام ابن جریر

[1] دیکھیے الفرقان 25:47. [2] تفسیر الطبری: 30/6. [3] تفسیر الطبری: 30/8.

نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔[1] فراء کہتے ہیں کہ ﴿ الْمُعْصِرٰتِ ﴾ سے مراد وہ بادل ہیں جو بارش سے بھرے ہوں مگر ابھی تک برسے نہ ہوں جیسا کہ اِمْرَأَةٌ مُّعْصِرٌ اس عورت کو کہا جاتا ہے جس کے حیض کا وقت قریب آ گیا ہو مگر ابھی تک حیض شروع نہ ہوا ہو۔[2] یہ آیت اسی طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ﴾ (الروم 48:30) ”اللہ ہی تو ہے جو ہوائیں چلاتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں، پھر اللہ اسے جس طرح چاہتا ہے، آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، پھر آپ دیکھتے ہیں کہ اس کے اندر سے بارش نکلتی ہے۔“ یعنی اس کے درمیان سے۔

مجاہد، قتادہ اور ربیع بن انس نے اللہ جل جلالہ کے فرمان: ﴿ مَآءً ثَجَّاجًا ﴾ کے معنی موسلا دھار کے بیان کیے ہیں۔[3] امام ثوری نے اس کے معنی متواتر کے بیان کیے ہیں[4] اور ابن زید نے اس کے معنی کثیر کے بیان کیے ہیں۔[5] حدیث مستحاضہ میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اس خاتون (حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا) سے فرمایا: [أَنْعَتُ لَكِ الْكُرْسُفَ] ”میں تمھارے لیے روئی کا استعمال تجویز کرتا ہوں۔“ یعنی یہ کہ تم روئی کا پھاہا رکھ لیا کرو تو انھوں نے عرض کی: هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ، إِنَّمَا أَثُجُّ ثَجًّا ”(یا رسول اللہ!) خون بہت زیادہ ہے، میں تو ہر وقت بڑی کثرت سے خون بہاتی رہتی ہوں۔“[6] یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مسلسل اور کثرت سے بہنے کے لیے ثَجّ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۙ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴾ ”تاکہ ہم اس کے ذریعے سے اناج اور سبزہ نکالیں اور گھنے باغات (اگائیں۔)“ یعنی تاکہ ہم اس کثیر، پاکیزہ، نفع بخش اور بابرکت پانی سے اناج پیدا کریں جسے انسانوں اور حیوانوں کے لیے ذخیرہ کر لیا جاتا ہے اور سبزیاں جنھیں تازہ حالت ہی میں کھایا جاتا ہے۔ اور باغات جن میں مختلف انواع و اقسام کے مختلف رنگوں، مختلف ذائقوں اور مختلف خوشبوؤں کے پھل ہوتے ہیں، خواہ یہ باغات ایک ہی قطعہ زمین میں کیوں نہ واقع ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ ﴿ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴾ کے معنی ہیں گھنے باغات۔[7] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ ﴾ (الرعد 4:13) ”اور زمین میں کئی طرح کے ٹکڑے ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور انگوروں کے باغ اور کھیتیاں اور کھجور کے درخت کئی تنوں والے اور ایک تنے والے جنھیں ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے۔ اور ہم ان میں سے بعض کو بعض پر پھل میں فوقیت دیتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔“

---

[1] تفسیر الطبری: 8/30 و تفسیر القرطبی: 172/19 و الدر المنثور: 500/6 . [2] تفسیر البغوی: 200/5. [3] تفسیر الطبری: 9/30. [4] تفسیر الطبری: 9/30. [5] فتح القدیر: 440/5. [6] سنن أبی داود، الطهارة، باب إذا أقبلت الحیضة تدع الصلاة، حدیث: 287 و سنن ابن ماجه، الطهارة و سننها، باب ماجاء فی البکر إذا ابتدئت......، حدیث: 627 عن حَمْنَةَ بنت جَحْش رضی اللہ عنہا. [7] تفسیر الطبری: 10/30 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3394/10 .

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ⑰ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ⑱ وَّفُتِحَتِ

بے شک فیصلے کا دن ایک مقررہ وقت ہے ⑰ جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم گروہ در گروہ چلے آؤ گے ⑱ اور آسمان کھول دیا جائے

السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ⑲ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ⑳ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ

گا تو (اس میں) دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے ⑲ اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ سراب (ریت) کی طرح ہو جائیں

مِرْصَادًا ㉑ لِّلطَّاغِيْنَ مَاٰبًا ㉒ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ㉓ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا

گے ⑳ بے شک دوزخ تاک میں ہے ㉑ سرکشوں کا ٹھکانا ہے ㉒ وہ اس میں مدتوں پڑے رہیں گے ㉓ وہ اس میں کسی ٹھنڈک کا مزہ

شَرَابًا ㉔ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ㉕ جَزَآءً وِّفَاقًا ㉖ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ㉗

چکھیں گے نہ کسی مشروب کا ㉔ (ہاں) مگر کھولتا پانی اور بہتی پیپ ㉕ (یہ ہے) بدلہ پورا ㉖ انھیں تو حساب کی امید ہی نہ تھی ㉗

وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ㉘ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ㉙ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ

اور انھوں نے ہماری آیات کو بے دریغ جھٹلایا ㉘ اور ہم نے ہر چیز کو ایک کتاب میں گن رکھا ہے ㉙ لہٰذا اب تم (اپنے کیے کا مزہ) چکھو، ہم تمھارا

1 ع 30 1 اِلَّا عَذَابًا ㉚

عذاب بڑھاتے ہی رہیں گے ㉚

تفسیر آیات:17-30

﴿ يَوْمَ الْفَصْلِ ﴾ کی تفسیر: اللہ تعالیٰ یوم الفصل، یعنی قیامت کے دن کے بارے میں فرما رہا ہے کہ اس کا وقت مقرر اور معین ہے، اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی لیکن اس کے اس معین وقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴾ (هود 11:104) ''اور ہم اس میں صرف ایک مقرر وقت تک ہی تاخیر کر رہے ہیں۔'' ﴿ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ⑱ ﴾ ''جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو تم گروہ در گروہ چلے آؤ گے۔'' امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ اَفْوَاجًا ⑱ ﴾ کے معنی ہیں کہ تم گروہ گروہ بن کر آؤ گے۔[1] امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر امت اپنے اپنے رسول کے ساتھ آئے گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ ﴾ (بنیٓ إسرآءيل 17:71) ''جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے۔''[2]

امام بخاری رحمہ اللہ نے ﴿ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ⑱ ﴾ کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ] ''دونوں نفخوں کا درمیانی فاصلہ چالیس ہوگا۔'' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں نے پوچھا: چالیس دن؟ انھوں نے کہا: میں نہیں کہہ سکتا۔ شاگردوں نے پوچھا: چالیس ماہ؟ انھوں نے کہا: مجھے خبر نہیں۔ شاگردوں نے پوچھا: چالیس سال؟ انھوں نے کہا: میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [ثُمَّ يُنْزِلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيَنْبُتُونَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ، لَيْسَ مِنَ الْإِنْسَانِ شَيْءٌ إِلَّا يَبْلَى، إِلَّا

① تفسیر الطبری: 12/30. ② تفسیر الطبری: 12/30.

عَظْمًا وَّاحِدًا، وَّهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ، وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ''پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرمائے گا جس سے لوگ اس طرح اگیں گے جس طرح فصل اگتی ہے، انسان کی ریڑھ کی ہڈی کی دمچی کے سوا ہر چیز بوسیدہ ہو جائے گی، اسی سے قیامت کے دن مخلوق کو (دوبارہ) جوڑا جائے گا۔''[1]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴾ ''اور آسمان کھولا جائے گا تو (اس میں) دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے۔'' یعنی فرشتوں کے نازل ہونے کے لیے راستے بن جائیں گے۔ ﴿ وَّ سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴾ ''اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ سراب (ریت) بن جائیں گے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ﴾ (النمل 88:27) ''اور آپ پہاڑوں کو دیکھیں گے تو انھیں (اپنی جگہ) جمے ہوئے سمجھیں گے، حالانکہ وہ بادلوں کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ﴾ (القارعة 5:101) ''اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون جیسے ہو جائیں گے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴾ ''تو وہ سراب (ریت) بن جائیں گے۔'' یعنی دیکھنے والا یہ خیال کرے گا کہ یہ کوئی چیز ہیں، حالانکہ یہ کوئی چیز نہیں ہوں گے اور پھر اس کے بعد بالکل ختم ہو جائیں گے اور ان کا نام و نشان تک بھی نظر نہ آئے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۙ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۙ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴾ (طٰه 20:105-107) ''اور وہ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو آپ کہہ دیجیے کہ میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا، پھر وہ اس (زمین) کو چٹیل میدان بنا چھوڑے گا جس میں آپ نہ کوئی کجی (اور پستی) دیکھیں گے اور نہ ابھری جگہ۔'' اور فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ﴾ (الكهف 18:47) ''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو صاف کھلی (میدان کی طرح) دیکھیں گے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴾ ''بے شک دوزخ گھات میں ہے۔'' یعنی گھات لگائے تیار ہے۔ ﴿ لِّلطّٰغِيْنَ ﴾ سرکشوں، نافرمانوں اور رسولوں کی مخالفت کرنے والوں کے لیے ﴿ مَاٰبًا ﴾ مرجع و ماویٰ، ٹھکانا اور جگہ ہے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴾ ''وہ اس میں مدتوں پڑے رہیں گے۔'' أَحْقَاب، حُقُب کی جمع ہے اور حُقُب زمانے کی ایک طویل مدت کو کہتے ہیں۔ خالد بن معدان فرماتے ہیں کہ یہ آیت اور: ﴿ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ﴾ (هود 11:107) ''(جہنمی جب تک آسمان و زمین قائم ہیں جہنم میں رہیں گے) مگر جو آپ کا رب چاہے۔'' یہ دونوں آیتیں توحید کا اقرار کرنے والوں کے لیے ہیں۔ اسے امام ابن جریر رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے[2] اور امام ابن جریر نے سالم سے یہ روایت کیا ہے کہ میں نے سنا کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ أَحْقَاب کی کوئی مدت معین نہیں ہے بلکہ اس سے جہنم میں ہمیشہ رہنا مراد ہے، ہاں، البتہ ائمۂ تفسیر نے یہ ذکر کیا ہے کہ

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ﴾ (النبا 78:18)، حديث: 4935. [2] تفسير الطبري: 16/30.

حُقُب ستر سال کا ہوگا جس کا ہر ایک دن تمھارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔[1] سعید نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ﴿ اَحْقَابًا ﴾ ایسی مدت کو کہتے ہیں جو کبھی ختم نہ ہو اور جب ایک حُقُب گزر جائے گا تو اس کے بعد دوسرا حُقُب آ جائے گا، ہم سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حُقُب اَسّی (80) سال کا ہوتا ہے۔[2] ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ ان أَحقَاب کی گنتی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک حُقُب اَسّی سال کا ہوگا اور ایک سال تین سو ساٹھ دنوں کا ہوگا اور ایک دن تمھارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔ ان دونوں اقوال کو بھی امام ابن جریر ہی نے روایت کیا ہے۔[3]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴾ ''وہ اس میں نہ ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز۔'' یعنی انھیں جہنم میں اپنے دلوں کے لیے نہ کوئی ٹھنڈک کا سامان ملے گا اور نہ پینے کے لیے کوئی پاکیزہ مشروب ہی نصیب ہو گا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِلَّا حَمِیْمًا وَّغَسَّاقًا ﴾ ''مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔'' ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ مشروب سے گرم پانی اور ٹھنڈک سے پیپ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔[4] ربیع بن انس کا بھی یہی قول ہے۔[5] حمیم اس گرم پانی کو کہتے ہیں کہ جس کی حرارت انتہا کو پہنچ گئی ہو اور اسے مزید گرم کیا جا رہا ہو اور غساق جہنمیوں کی جمع ہونے والی پیپ، پسینہ، آنسو اور زخموں سے بہنے والا مواد ہوگا جو اس قدر ٹھنڈا اور بد بودار ہوگا کہ ٹھنڈک اور بدبو کی شدت کی وجہ سے ناقابل برداشت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم کے ساتھ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴾ ''(یہ) بدلہ ہے پورا پورا'' یعنی یہ سزا جس سے یہ دو چار ہوئے ہیں، یہ ان کے ان اعمال فاسدہ کے مطابق ہی ہے جنھیں یہ دنیا میں سر انجام دیا کرتے تھے۔ یہ مجاہد، قتادہ اور کئی ایک ائمہ کا قول ہے۔[6] پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴾ ''بلاشبہ وہ کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے۔'' یعنی ان کا یہ عقیدہ ہی نہ تھا کہ کوئی ایسا گھر بھی ہے جس میں ان سے حساب لے کر انھیں سزا دی جائے گی۔ ﴿ وَّكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا كِذَّابًا ﴾ ''اور انھوں نے ہماری آیتوں کو بے دریغ جھٹلایا۔'' یعنی مخلوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ان دلائل و براہین کو جھٹلاتے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر نازل فرمایا تھا، ان دلائل کا یہ لوگ تکذیب اور عناد کے ساتھ مقابلہ کیا کرتے تھے۔ ﴿ كِذَّابًا ﴾ بغیر فعل کے مصدر ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ كِتٰبًا ﴾ ''اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر محفوظ کر رکھا ہے۔'' یعنی ہم بندوں کے تمام اعمال کو جانتے ہیں، انھیں ہم نے لکھ رکھا ہے اور عنقریب انھی کے مطابق ہم بدلہ دیں گے، اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھا بدلہ دیں گے اور اگر اعمال برے ہوئے تو برا بدلہ دیں گے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِیْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴾ ''لہٰذا تم (اب اپنے کیے کا مزہ) چکھو، ہم تمھارا عذاب بڑھاتے ہی رہیں گے۔'' یعنی جہنمیوں سے یہ کہا جائے گا کہ تم اسی

---

[1] تفسیر الطبری: 15/30. [2] تفسیر الطبری: 15/30. [3] تفسیر الطبری: 15/30. [4] الدر المنثور: 503/6.
[5] تفسیر الطبری: 17/30. [6] تفسیر الطبری: 20/30.

اِنَّ لِلۡمُتَّقِیۡنَ مَفَازًا ﴿31﴾ حَدَآئِقَ وَ اَعۡنَابًا ﴿32﴾ وَّ كَوَاعِبَ اَتۡرَابًا ﴿33﴾ وَّ كَاۡسًا دِهَاقًا ﴿34﴾

بے شک متقی لوگوں کے لیے کامیابی ہے ﴿31﴾ باغات اور انگور ہیں ﴿32﴾ اور نوجوان ہم عمر عورتیں (ہیں) ﴿33﴾ اور چھلکتے ہوئے جام ہیں ﴿34﴾ وہ جنت میں نہ تو

لَا یَسۡمَعُوۡنَ فِیۡهَا لَغۡوًا وَّ لَا كِذّٰبًا ﴿35﴾ جَزَآءً مِّنۡ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿36﴾

بے ہودہ باتیں سنیں گے اور نہ جھوٹ ﴿35﴾ انھیں آپ کے رب کی طرف سے (نیک اعمال کا یہ) بدلہ ملے گا جو ان کے لیے کافی انعام ہوگا ﴿36﴾

عذاب کا مزہ چکھو جس میں تم مبتلا ہو، ہم تم پر اس قسم یا دوسری اور قسم کے عذابوں میں اضافہ ہی کرتے چلے جائیں گے۔ امام قتادہ نے ابو ایوب ازدی سے اور انھوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اہل جہنم کے بارے میں اس سے زیادہ سخت اور کوئی آیت نازل نہیں ہوئی، جہنمیوں کے عذاب میں ہمیشہ اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔[1]

تفسیر آیات:31-36

پرہیزگاروں کے لیے بہت بڑی کامیابی ہے: اللہ تعالیٰ سعادت مندوں کا اور ان کے لیے اس نے جو عزت و تکریم اور ابدی و سرمدی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں، ان کا ذکر کرتے ہوئے فرما رہا ہے: ﴿اِنَّ لِلۡمُتَّقِیۡنَ مَفَازًا ﴿31﴾﴾ ''بے شک پرہیزگاروں کے لیے کامیابی ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام ضحاک فرماتے ہیں کہ ﴿مَفَازًا ﴿31﴾﴾ کے معنی سیر و تفریح کی جگہ کے ہیں۔[2] مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں کہ وہ کامیاب ہو گئے اور جہنم سے نجات پا گئے۔[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول زیادہ واضح ہے کیونکہ اس کے بعد فرمایا ہے: ﴿حَدَآئِقَ﴾ ''باغات'' یعنی کھجوروں وغیرہ کے باغات۔ ﴿وَ اَعۡنَابًا ﴿32﴾ وَّ كَوَاعِبَ اَتۡرَابًا ﴿33﴾﴾ ''اور انگور اور ہم عمر نوجوان عورتیں۔'' یعنی ہم عمر حوریں ہوں گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد اور دیگر ائمہ نے فرمایا ہے کہ ﴿كَوَاعِبَ﴾ کے معنی نَوَاهِد کے ہیں، یعنی ابھرے ہوئے۔[4] مطلب یہ کہ ان کے پستان ابھرے ہوئے ہوں گے۔ ڈھلکے ہوئے نہیں ہوں گے کیونکہ وہ کنواریاں، اپنے شوہروں کی محبوب اور ان کی ہم عمر ہوں گی جیسا کہ سورۂ واقعہ میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔[5] ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَّ كَاۡسًا دِهَاقًا ﴿34﴾﴾ ''اور (شراب کے) چھلکتے ہوئے جام۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ جام لبریز ہوں گے اور بار بار پیش کیے جائیں گے۔[6] حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ وہ صاف شفاف ہوں گے۔[7] مجاہد، حسن، قتادہ اور ابن زید فرماتے ہیں کہ وہ بھرے ہوئے اور لبریز ہوں گے۔[8] ﴿لَا یَسۡمَعُوۡنَ فِیۡهَا لَغۡوًا وَّ لَا كِذّٰبًا ﴿35﴾﴾ ''وہ اس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ (خرافات۔)'' جیسا کہ فرمایا: ﴿لَّا لَغۡوٌ فِیۡهَا وَ لَا تَاۡثِیۡمٌ ○﴾ (الطور 52:23) ''اس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ (کا کام۔)'' یعنی اس میں نہ کوئی لغو کلام ہوگا جو فائدے سے خالی ہو اور نہ کوئی جھوٹ اور گناہ کا کام بلکہ وہ تو سلامتی کا گھر ہوگا اور اس میں ہر چیز نقص اور عیب سے پاک صاف ہوگی۔

---

[1] تفسیر الطبری: 22/30. [2] تفسیر الطبری: 23/30 وتفسیر البغوی: 202/5. [3] تفسیر الطبری: 23,22/30. [4] تفسیر الطبری: 2423/30 والدر المنثور: 505/6. [5] دیکھیے الواقعة، آیات: 35-37 کے ذیل میں۔ [6] تفسیر الطبری: 26/30. [7] تفسیر الطبری: 25/30. [8] تفسیر الطبری: 25/30.

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿37﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ

جو آسمانوں اور زمین کا اور ان کے درمیان تمام اشیا کا رب ہے، نہایت مہربان ہے، وہ اس سے بات کرنے کا اختیار نہیں رکھیں گے ﴿37﴾ جس دن جبریل

وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙۖ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿38﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ

اور (سب) فرشتے اس کے حضور صف بستہ کھڑے ہوں گے، اس سے صرف وہی کلام کر سکے گا جسے رحمٰن اجازت دے گا اور وہ درست بات کہے گا ﴿38﴾ یہ دن

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿39﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا

برحق ہے، چنانچہ جو چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنا لے ﴿39﴾ بے شک ہم نے تمھیں جلد آنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے، اس دن انسان وہ (سب

قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿40﴾ ع

کچھ) دیکھے گا جو اس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا ہوگا اور کافر کہے گا: کاش! میں مٹی ہو جاتا ﴿40﴾

ارشاد الٰہی ہے: ﴿جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿36﴾﴾ ''انھیں آپ کے رب کی طرف سے (نیک اعمال کا یہ) بدلہ ملے گا جو کافی انعام ہوگا۔'' یعنی یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ نے انھیں صلہ دیا ہے اور اپنے فضل و کرم اور لطف و احسان سے ایسا عطیہ دیا ہے جو کافی، وافی اور بے پایاں ہے۔ عرب کہتے ہیں: أَعْطَانِي فَأَحْسَبَنِي ''اس نے مجھے دیا اور کافی دیا۔'' اسی محاورے کے مطابق ہے: حَسْبِيَ اللّٰهُ ''مجھے اللہ ہی کافی ہے۔''

تفسیر آیات: 37-40

اجازت کے بغیر کوئی اللہ کے سامنے بول نہ سکے گا: اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و جلالت کے بارے میں آگاہ فرما رہا ہے، نیز اس بات سے بھی مطلع کر رہا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سب کا مالک ہے اور وہ رحمٰن ہے کہ اس کی رحمت ہر چیز کو ڈھانپے ہوئے ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿37﴾﴾ ''وہ اس سے کوئی بات کرنے کی قدرت نہیں رکھیں گے۔'' یعنی اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس سے گفتگو کرنے کی ابتدا نہ کر سکے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ (البقرة 2:255) ''کون ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر (کسی کی) سفارش کر سکے۔'' اور فرمایا: ﴿يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ (هود 11:105) ''(جب) وہ دن آ جائے گا تو کوئی نفس اللہ کے اذن کے بغیر کلام نہیں کر سکے گا۔''

فرمان الٰہی: ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙۖ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ﴾ ''جس دن روح (جبریل) اور فرشتے صف بنا کر کھڑے ہوں گے، وہ کلام نہیں کر سکیں گے۔'' روح سے مراد یہاں حضرت جبریل ہیں، یہ امام شعبی، سعید بن جبیر اور ضحاک کا قول ہے۔[1] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۙ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۙ﴾ (الشعرآء 26:193، 194) ''اس (قرآن) کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے، آپ کے دل پر تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں۔'' مقاتل بن حیان فرماتے ہیں کہ روح تمام فرشتوں سے افضل، اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے مقرب اور

① تفسير الطبري: 29/30 و تفسير القرطبي: 186/19.

صاحب وحی ہے۔ ①

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ ﴾ ''مگر وہ جسے رحمٰن اجازت دے گا۔'' یہ اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ (ھود 11:105) ''(جب) وہ دن آجائے گا تو کوئی نفس اللہ کے اذن کے بغیر کلام نہیں کر سکے گا۔'' اور جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے: [وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا الرُّسُلُ] ''اس دن رسولوں کے سوا اور کوئی بات نہ کر سکے گا۔'' ② فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَقَالَ صَوَابًا ﴾ ''اور وہ درست بات کہے گا۔'' اس سے مراد حق بات ہے اور حق بات سے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مراد ہے جیسا کہ ابو صالح اور عکرمہ کا قول ہے۔ ③ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ﴾ ''یہ دن برحق ہے۔'' یعنی لامحالہ وقوع پذیر ہونے والا ہے: ﴿ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴾ ''پس جو چاہے اپنے پروردگار کے پاس ٹھکانا بنا لے۔'' یعنی لوٹنے کی جگہ اور ایسا راستہ جو اسے اس تک پہنچائے اور ایسا پروگرام جسے اختیار کر کے اس تک رسائی حاصل کر لے۔

قیامت قریب ہے: فرمان الٰہی ہے: ﴿ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ﴾ ''بے شک ہم نے تمھیں جلد آنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے۔'' یعنی قیامت کے دن سے، ﴿ قَرِيْبًا ﴾ اس لیے کہا کہ یہ یقینی طور پر وقوع پذیر ہونے والا ہے اور جو چیز بہر حال آنے ہی والی ہو وہ قریب ہی ہوتی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ﴾ ''اس دن انسان وہ (سب کچھ) دیکھے گا جو اس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا ہوگا۔'' یعنی اس کی زندگی کے تمام اچھے اور برے، پرانے اور نئے اعمال اس کے سامنے پیش کر دیے جائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ﴾ (الکھف 18:49) ''اور انھوں نے جو عمل کیے تھے (سب کو) حاضر پائیں گے۔''

اور فرمایا: ﴿ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ﴾ (القیٰمۃ 75:13) ''اس دن انسان کو بتا دیا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا۔'' ﴿ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴾ ''اور کافر کہے گا: اے کاش! میں مٹی ہوتا۔'' یعنی کافر اس دن اس بات کو پسند کرے گا کہ اے کاش! وہ دنیا کی زندگی میں مٹی ہوتا، اے کاش! وہ پیدا ہو کر عدم سے وجود میں آیا ہی نہ ہوتا، یہ خواہش وہ اس وقت کرے گا جب اللہ تعالیٰ کے عذاب کو اور اپنے ان فاسد اعمال کو دیکھے گا

---

① الدر المنثور: 506/6۔ ملحوظہ: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس مقام پر ﴿ الرُّوْحُ ﴾ کے متعلق چھ اقوال نقل کیے ہیں: (1) اس سے مراد انسانوں کی روحیں ہیں، (2) انسان ہیں (3) اللہ کی مخلوق میں سے کوئی خاص مخلوق ہے جو انسانوں جیسی صورتوں والے ہیں لیکن نہ فرشتے ہیں اور نہ انسان اور وہ کھاتے اور پیتے بھی ہیں (4) جبریل علیہ السلام ہیں (5) قرآن ہے (6) ایک فرشتہ ہے جو تمام مخلوق کے برابر ہے۔ اور آخر میں کہا کہ ابن جریر رحمہ اللہ نے یہ اقوال ذکر کیے ہیں لیکن توقف کیا ہے اور کوئی فیصلہ نہیں کیا کہ ان میں سے کون سا قول درست ہے، (تفسیر الطبری: 30-28/30) اور میرے نزدیک ان تمام اقوال میں سے سب سے بہتر قول یہ ہے کہ اس سے مراد انسان ہیں، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ یہ وضاحت المصباح المنیر عربی میں نہیں ہے، اس لیے یہاں نقل کی گئی ہے۔ ② صحیح البخاری، التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ...... ﴾ (القیٰمۃ 75:22,23)، حدیث: 7437 و صحیح مسلم، الإیمان، باب معرفۃ طریق الرؤیۃ، حدیث: 182 عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ ③ تفسیر الطبری: 32,31/30.

جو لکھنے والے معزز، نیکوکار فرشتوں کے ہاتھوں نے لکھے ہوئے ہوں گے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ کافر یہ خواہش اس وقت کرے گا جب اللہ تعالیٰ دنیا کے حیوانات کے فیصلے فرمائے گا اور ان کے بارے میں بھی اس کے فیصلے سراسر مبنی بر عدل ہوں گے۔ اور ان میں ذرہ بھر ظلم نہیں ہو گا حتی کہ وہ بے سینگ بکری کو بھی سینگ والی بکری سے بدلہ دلوائے گا اور جب ان میں فیصلہ کرنے کے بعد فارغ ہو جائے گا تو کہے گا کہ تو مٹی ہو جا تو وہ مٹی ہو جائے گی اور اس وقت کافر یہ خواہش کرے گا: ﴿ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝ ﴾ ''اے کاش! میں مٹی ہوتا۔'' یعنی میں بھی حیوان ہوتا اور مٹی کی طرف لوٹ جاتا۔ یہ معنی مشہور حدیث صور میں بھی بیان ہوا ہے۔[1] اور اس کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمہ سے بھی آثار مروی ہیں۔[2]

سورۂ نبا کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

www.KitaboSunnat.com

① الأحاديث الطوال للطبرانی، حدیث الصور: 104-114، حدیث: 48 حدیثِ صور ضعیف ہے جیسا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے شرح عقیدہ طحاویہ کی تخریج میں نقل کیا ہے۔ (شرح العقيدة الطحاوية: 232) امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ صور مرسل ہے اور سنداً صحیح نہیں ہے۔ (الكامل لابن عدی: 453,452/1) تاہم اس میں مذکور بعض باتوں کی صحیح احادیث سے تائید ہوتی ہے، جیسے مندرجہ بالا بات صحیح حدیث میں مذکور ہے۔ (دیکھیے السلسلة الصحيحة: 607,606/4، حدیث: 1966) نیز دیکھیے حدیث صور پر امام ابن کثیر رحمہ اللہ کا کلام الأنعام، آیت: 73 کے ذیل میں۔ ② تفسير الطبری: 34,33/30.

تفسیر سُورۂ نٰزِعٰت

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ① وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ② وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ③ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ④

قسم ہے ڈوب کر روح نکالنے والے (فرشتوں) کی① اور آسانی سے روح نکالنے والوں کی② اور تیزی سے تیرنے والوں کی③ پھر دوڑ کر آگے بڑھنے والوں

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ⑤ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ⑥ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ⑦ قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ

کی④ پھر کام کی تدبیر کرنے والوں کی⑤ جس دن کانپنے والی (زمین) کانپے گی⑥ اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی (قیامت)⑦ اس دن کئی دل

وَّاجِفَةٌ ⑧ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ⑨ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ⑩ ءَاِذَا كُنَّا

دھڑکتے ہوں گے⑧ ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی⑨ وہ (کافر) کہتے ہیں: کیا ہم یقیناً پہلی حالت میں لوٹائے جائیں گے؟⑩ کیا جب ہم گلی

عِظَامًا نَّخِرَةً ⑪ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ⑫ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ⑬

سڑی ہڈیاں ہو جائیں گے؟⑪ کہتے ہیں کہ اس وقت لوٹنا تو خسارے والا ہے⑫ چنانچہ وہ (قیامت) تو صرف ایک (خوفناک) ڈانٹ ہوگی⑬

فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ⑭

تب لوگ ایک دم کھلے میدان میں (جمع) ہوں گے⑭

تفسیر آیات:1-14

قیامت کے وقوع پذیر ہونے پر پانچ قسمیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مسروق، سعید بن جبیر، ابو صالح، ابوالضحیٰ اور سدی فرماتے ہیں کہ ﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ①﴾ ''قسم ہے ڈوب کر روح نکالنے والوں کی'' سے مراد فرشتے ہیں جو اس وقت ڈوب جاتے ہیں جب وہ انسانوں کی روحیں قبض کرتے ہیں۔[1] کچھ لوگوں کی روحیں وہ بہت مشکل سے نکالتے ہیں، انھیں نکالنے کے لیے وہ ان کے جسموں میں ڈوب جاتے ہیں اور کچھ لوگوں کی روحیں بہت آسانی سے قبض کر لیتے ہیں، گویا ان کے انھوں نے بند کھول دیے ہوں، یہی معنی ہیں ﴿وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ②﴾ ''اور آسانی سے روح نکالنے والوں کی'' کے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔[2]

اور ﴿وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ③﴾ ''اور تیزی سے تیرنے والوں کی قسم!'' کے بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

① تفسیر الطبری:36,35/30 و تفسیر القرطبی:190/19 والدر المنثور:509/6. ② تفسیر الطبری:37/30.

www.KitaboSunnat.com

اس سے مراد فرشتے ہیں۔① حضرت علی رضی اللہ عنہ، مجاہد، سعید بن جبیر اور ابو صالح سے بھی اسی طرح مروی ہے۔② ﴿ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ④ ﴾ ''پھر دوڑ کر آگے بڑھنے والوں کی'' کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، مسروق، مجاہد، ابو صالح اور حسن بصری سے روایت ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں۔③ ﴿ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ⑤ ﴾ ''پھر کام کی تدبیر کرنے والوں کی'' کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، مجاہد، عطاء، ابو صالح، حسن، قتادہ، ربیع بن انس اور سدی سے روایت ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں۔④

قیامت کی ہولناکیاں: فرمان الٰہی ہے: ﴿ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ⑥ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ⑦ ﴾ ''جس دن کانپنے والی (زمین) کانپے گی۔ اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی (قیامت۔)'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان سے نفخۂ اولیٰ اور ثانیہ (پہلی اور دوسری مرتبہ صور میں پھونکا جانا) مراد ہیں۔⑤ امام مجاہد، حسن، قتادہ، ضحاک اور کئی ایک علماء کا یہی قول ہے۔⑥ حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ ﴿ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ⑥ ﴾ سے مراد نفخہ اولیٰ ہے اور یہ ایسا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ ﴾ (المزمّل 14:73) ''جس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں گے۔'' اور نفخہ ثانیہ، یعنی دوسرے بھونچال کا ذکر اس آیت میں ہے: ﴿ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴾ (الحآقّة 14:69) ''اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر ایک ہی چوٹ سے ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔''⑦ ﴿ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ⑧ ﴾ ''اس دن کئی دل دھڑکتے ہوں گے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ وَّاجِفَةٌ ⑧ ﴾ کے معنی ہیں: خَائِفَةٌ ''ڈر رہے ہوں گے۔''⑧ امام مجاہد اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔⑨ ﴿ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ⑨ ﴾ ''ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی۔'' یعنی ان لوگوں کی آنکھیں جہنم کی ہولناکیوں کو دیکھنے کی وجہ سے ذلیل وحقیر اور جھکی ہوں گی۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ⑩ ﴾ ''وہ (کافر) کہتے ہیں: کیا ہم یقیناً پہلی حالت میں لوٹائے جائیں گے؟'' یعنی مشرکینِ عرب اور آخرت کا انکار کرنے والے ان کے ہمنوا قبروں میں جانے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کو بہت بعید سمجھتے ہیں، یہ امام مجاہد کا قول ہے۔⑩ یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب ان کے جسم لپٹ جائیں گے اور ہڈیاں ٹوٹ پھوٹ کر گل سڑ جائیں گی تو ہم دوبارہ کیسے اٹھیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کا قول ذکر کیا ہے: ﴿ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ⑪ ﴾ ''کیا جب ہم گلی سڑی ہڈیاں ہو جائیں گے؟'' اسے [نَاخِرَةً] بھی پڑھا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں: بوسیدہ۔⑪ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بھی ہے کہ اس سے مراد وہ ہڈی ہے جو بوسیدہ ہو کر کھوکھلی ہو جائے اور اس میں ہوا داخل ہونے لگے۔⑫ محمد بن کعب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿ تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ⑫ ﴾

---

① تفسیر ابن أبی حاتم:3397/10. ② تفسیر الطبری:39/30 وتفسیر القرطبی:193/19 وتفسیر البغوی:205/5. ③ تفسیر الطبری:39/30 وتفسیر القرطبی:193/19 والدر المنثور:509/6. ④ تفسیر الطبری:40/30 وتفسیر ابن أبی حاتم:3397/10 والدر المنثور:509,508/6. ⑤ تفسیر الطبری:40/30 وتفسیر القرطبی:195/19. ⑥ تفسیر الطبری:42-40/30 وتفسیر القرطبی:195/19. ⑦ تفسیر الطبری:42/30. ⑧ تفسیر الطبری:43/30. ⑨ تفسیر الطبری:43/30 والدر المنثور:510/6. ⑩ تفسیر الطبری:44/30. ⑪ تفسیر الطبری:45/30. ⑫ تفسیر ابن أبی حاتم:3398/10 عن مجاهد.

’’اس وقت لوٹنا تو خسارے والا ہے۔‘‘ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ قریش نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد ہمیں زندہ کر دیا تو ہم ضرور خسارہ پائیں گے۔[1] اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿13﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿14﴾ ﴾ ’’چنانچہ وہ (قیامت) تو صرف ایک ڈانٹ ہوگی۔ تب لوگ ایک دم کھلے میدان میں (جمع) ہوں گے۔‘‘ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا امر ہوگا جسے ٹالا نہیں جاسکے گا، جب حکم ہوگا تو لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور دیکھنے لگیں گے، یعنی اللہ تعالیٰ اسرافیل کو حکم دے گا تو وہ مخلوق کے دوبارہ اٹھائے جانے کے لیے صور میں پھونکے گا تو اس سے سب اگلے پچھلے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 52:17) ’’جس دن وہ (اللہ) تمھیں بلائے گا تو تم اس کی تعریف کرتے ہوئے تعمیلِ ارشاد کرو گے اور تم خیال کرو گے کہ بس تھوڑا عرصہ ٹھہرے ہو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ ﴾ (القمر 50:54) ’’اور ہمارا حکم تو آنکھ جھپکنے کی طرح ایک (کلمہ) ہی ہوتا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ﴾ (النحل 77:16) ’’اور قیامت کا معاملہ تو بس آنکھ جھپکنے کی طرح ہے یا وہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔‘‘ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿14﴾ ﴾ ’’تب لوگ ایک دم کھلے میدان میں (جمع) ہوں گے۔‘‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سَاهِرَة سے مراد پوری زمین ہے۔[2] سعید بن جبیر، قتادہ اور ابو صالح کا بھی یہی قول ہے۔[3] عکرمہ، حسن، ضحاک اور ابن زید کا قول ہے کہ سَاهِرَة سطح زمین کو کہتے ہیں۔[4]

مجاہد فرماتے ہیں کہ لوگ زمین کے اندر ہوں گے تو انھیں باہر نکال دیا جائے گا[5] اور فرماتے ہیں کہ سَاهِرَة سے مراد برابر زمین ہے۔[6] ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴾ (إبراهيم 48:14) ’’جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی (بدل دیے جائیں گے) اور لوگ اللہ واحد، قہر والے کے سامنے پیش ہوں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۙ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۙ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴾ (طٰه 20:105-107) ’’اور آپ سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ دیجیے: میرا رب انھیں اڑا کر بکھیر دے گا، پھر وہ اس (زمین) کو چٹیل میدان (بنا) چھوڑے گا جس میں آپ نہ کوئی کجی (اور پستی) دیکھیں گے اور نہ ابھری جگہ۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ﴾ (الكهف 18:47) ’’اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو بالکل کھلا ہوا دیکھیں گے۔‘‘ یعنی وہ زمین جس پر پہاڑ تھے، صاف میدان کی صورت میں ظاہر ہو جائے گی، وہ اس زمین میں سے شمار

---

[1] تفسير الماوردی: 196/6 وفتح القدير: 453/5، لیکن تفسير القرطبي: 198/19 میں لَنَخْسِرَنَّ ’’ضرور ہم خسارہ پائیں گے‘‘ کے بجائے لَنُحْشَرَنَّ بِالنَّارِ ’’ضرور ہمیں آگ میں جمع کیا جائے گا‘‘ کے الفاظ ہیں۔ [2] تفسير الطبری: 47/30. [3] تفسير الطبری: 48/30. [4] تفسير الطبری: 48,47/30 والدر المنثور: 512,511/6. [5] الدر المنثور: 512/6. [6] تفسير الطبری: 48,47/30 ملحوظہ: تفسیر ابن کثیر مفصل میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے سَاهِرَة کے بارے میں کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد زمین کے اوپر کا حصہ ہے۔

وقف لازم

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ⑮ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ⑯ اِذْهَبْ اِلٰى

کیا آپ کے پاس موسیٰ کی بات آچکی ہے؟⑮ جب اس کے رب نے مقدس وادی طویٰ میں اسے پکارا تھا⑯ (کہ) فرعون کی طرف جاؤ،

فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ⑰ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ⑱ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ

بے شک اس نے سرکشی کی ہے⑰ پھر (اسے) کہو: کیا تجھے اس بات کی کوئی رغبت ہے کہ تو پاک ہو جائے؟⑱ اور میں تیرے رب کی طرف تیری راہنمائی کروں

فَتَخْشٰى ⑲ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ⑳ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ㉑ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ㉒

کہ تو ڈر جائے⑲ چنانچہ اس (موسیٰ) نے اسے بڑی نشانی دکھائی⑳ تو اس نے (اسے) جھٹلایا اور نافرمانی کی㉑ پھر وہ پلٹا (فساد کی) کوشش کرتا ہوا㉒

فَحَشَرَ فَنَادٰى ㉓ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ㉔ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ

پھر سب کو جمع کر کے اعلان کیا㉓ تو کہا: میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں㉔ تب اللہ نے اسے پکڑ لیا آخرت اور دنیا کے عذاب میں㉕

ع 1 26 3 وَالْاُوْلٰى ㉕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ㉖

بے شک اس میں اس کے لیے عبرت ہے جو ڈرتا ہے㉖

نہ ہوگی، وہ ایسی زمین ہوگی جس پر نہ کبھی کوئی گناہ ہوا اور نہ کبھی کوئی خون بہایا گیا۔

تفسیر آیات:15-26

قصۂ موسیٰ میں ڈرنے والوں کے لیے عبرت ہے: اللہ تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو اپنے بندے اور رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں فرعون کی طرف بھیجا اور معجزات کے ساتھ ان کی مدد فرمائی لیکن پھر بھی فرعون اپنی سرکشی اور کفر پر ڈٹا رہا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس طرح اپنے عذاب کی گرفت میں لے لیا جس طرح کوئی غالب اور قدرت رکھنے والا بادشاہ گرفت میں لیتا ہے، اسی طرح اس شخص کا انجام بھی ایسا ہی ہوگا جو آپ کی مخالفت کرے گا اور آپ کے لائے ہوئے دین اور شریعت کی تکذیب کرے گا، اسی لیے اس قصے کے آخر میں فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ㉖﴾ ''بلاشبہ اس (قصے) میں اس کے لیے عبرت ہے جو ڈرتا ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ⑮﴾ ''کیا آپ کے پاس موسیٰ کی بات آچکی ہے؟'' یعنی کیا آپ نے موسیٰ علیہ السلام کی خبر سنی ہے؟ ﴿اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ﴾ ''جب پکارا اسے اس کے رب نے۔'' یعنی ان سے پکار کر گفتگو کی۔ ﴿بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ﴾ ''مقدس وادی۔'' یعنی پاک وادی ﴿طُوًى ⑯﴾ ''طویٰ میں۔'' صحیح قول کے مطابق ﴿طُوًى ⑯﴾ وادی کا نام ہے جیسا کہ قبل ازیں سورۂ طٰہٰ میں بیان کیا جا چکا ہے۔[1] ﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ⑰﴾ ''فرعون کے پاس جاؤ بلاشبہ اس نے سرکشی کی ہے۔'' یعنی اس نے ظلم، سرکشی اور بغاوت اختیار کر رکھی ہے۔ ﴿فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ⑱﴾ ''پھر (اسے) کہو: کیا تجھے اس بات کی کوئی رغبت ہے کہ تو پاک ہو جائے؟'' یعنی اس سے کہو کہ کیا تو ایسا طریقہ اور راستہ اختیار کرنا چاہتا ہے جس پر چل کر تو مسلمان اور مطیع و فرماں بردار ہو جائے؟ ﴿وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ﴾

---

① دیکھیے طٰہٰ، آیت: 12 کے ذیل میں۔

''اور میں تیرے رب کی طرف تیری رہنمائی کروں۔''یعنی میں تیرے رب کی عبادت کی طرف تیری رہنمائی کروں۔ ﴿ فَتَخْشٰى ﴾ ''تو تو ڈر جائے''یعنی تیرا دل اللہ کے سامنے جھک جائے، اس کا فرماں بردار ہو جائے اور اسی سے ڈرے کیونکہ اب یہ بہت سخت، خبیث اور بھلائی سے دور ہو چکا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴾ ''چنانچہ اس (موسیٰ) نے اسے بہت بڑی نشانی دکھائی۔''یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اس دعوتِ حق کے ساتھ ساتھ اس دین و شریعت کی صداقت کی قوی حجت اور واضح دلیل بھی پیش فرمائی جسے وہ اللہ کے پاس سے لے کر آئے تھے۔ ﴿ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴾ ''تو اس نے جھٹلا دیا اور نافرمانی کی۔''یعنی فرعون نے حق کی تکذیب کی، موسیٰ علیہ السلام نے اسے اللہ کی اطاعت کا جو حکم دیا تھا، اس کی اس نے مخالفت کی۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس کا دل چونکہ کافر تھا، اس لیے ظاہری یا باطنی طور پر اس نے موسیٰ علیہ السلام کی کوئی بات بھی تسلیم نہ کی۔ فرعون کا یہ معلوم کر لینا کہ موسیٰ علیہ السلام جو دین لے کر آئے ہیں حق ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مومن ہے کیونکہ معرفت تو دل کے علم کا نام ہے مگر ایمان اس کے مطابق عمل کا نام ہے، یعنی حق کو تسلیم کر کے اس کے سامنے سرِ اطاعت جھکا دیا جائے۔

﴿ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴾ ''پھر وہ پلٹا (فساد کی) کوشش کرتا ہوا۔''یعنی حق کا باطل سے مقابلہ کرنے لگا اور وہ ایسے کہ اس نے جادوگروں کو جمع کیا تا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے روشن اور واضح معجزات کا مقابلہ کریں۔ ﴿ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴾ ''پھر اس نے (لوگوں کو) اکٹھا کیا، پس پکارا۔''یعنی اپنی قوم کو پکارا۔ ﴿ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴾ ''تو کہا: میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد فرماتے ہیں کہ فرعون نے پہلے یہ کہا تھا: ﴿ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ﴾ (القصص 38:28) ''میں نے اپنے سوا تمھارے لیے کوئی معبود نہیں جانا۔''پھر اس کے چالیس سال بعد یہ کلمہ کہا کہ میں ہی تمھارا سب سے بڑا رب ہوں۔ ①

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴾ ''تو اللہ نے اسے آخرت اور دنیا (دونوں) کے عذاب میں پکڑ لیا۔''یعنی اللہ تعالیٰ نے اس سے اس قدر سخت انتقام لیا کہ اسے دنیا میں اس جیسے سرکش اور باغی لوگوں کے لیے نمونۂ عبرت بنا دیا اور روزِ قیامت بھی وہ نمونۂ عبرت ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ○ ﴾ (ھود 11:99) ''اور قیامت کے دن بھی (ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی) اور برا ہے وہ انعام جو دیا جائے۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ○ ﴾ (القصص 41:28) ''اور ہم نے انھیں آگ کی طرف بلانے والے سرغنے بنا دیا اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔'' ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴾ ''بلاشبہ اس (قصے) میں اس کے لیے عبرت ہے جو ڈرتا ہے۔''یعنی اس کے لیے جو نصیحت قبول کرے اور اس طرح کے کاموں سے رک جائے۔

---

① تفسیر الطبری: 53/30 و تفسیر القرطبی: 202/19.

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰىهَا ﴿27﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿28﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا

کیا تمھاری (دوبارہ) پیدائش زیادہ مشکل ہے یا آسمان کی؟ جسے اسی نے بنایا ہے﴿27﴾ اس نے آسمان کی چھت بلند کی پھر اسے ٹھیک ٹھاک کیا﴿28﴾ اور اس کی

وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿29﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿30﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿31﴾

رات کو تاریک اور اس کے دن کو روشن بنایا﴿29﴾ اور اس کے بعد زمین کو بچھایا﴿30﴾ اس میں سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا﴿31﴾ اور

وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿32﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿33﴾

پہاڑوں کو مضبوط گاڑ دیا﴿32﴾ (یہ سب) تمھارے اور تمھارے جانوروں کے فائدے کے لیے ہیں﴿33﴾

تفسیر آیات:27-33

آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا مخلوق کے دوبارہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل ہے: جو لوگ پیدا کیے جانے کے بعد مر کر دوبارہ پیدا کیے جانے اور اٹھائے جانے کے منکر ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر حجت قائم کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ﴾ ''کیا تمھاری (اے لوگو! دوبارہ) پیدائش زیادہ مشکل ہے یا آسمان کی؟'' یعنی آسمان کا بنانا تو تمھارے بنانے سے زیادہ مشکل ہے جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ (المؤمن 57:40) ''یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑا (کام) ہے۔'' اور فرمایا: ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۭ بَلٰى ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ﴾ (یٰسٓ 81:36) ''کیا وہ (اللہ) جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس بات پر قادر نہیں کہ وہ ان جیسے (انسان) پیدا کر دے؟ کیوں نہیں! اور وہی سب کچھ پیدا کرنے والا، خوب جاننے والا ہے۔'' ﴿بَنٰىهَا ﴿27﴾﴾ ''اسی نے اسے بنایا۔'' اور پھر اس کی تفسیر میں فرمایا: ﴿رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿28﴾﴾ ''اس کی چھت کو بلند کیا، پھر اسے برابر کیا۔'' یعنی آسمان کی عمارت کو بہت اونچا بنایا، اس کے صحن کو بے حد وحساب وسیع وعریض بنایا، اس کے اطراف واکناف کو برابر کر دیا اور اندھیری رات میں اسے تاروں سے سجا دیا۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿29﴾﴾ ''اور اس کی رات کو تاریک کر دیا اور اس کے دن کو ظاہر (روشن) کیا۔'' یعنی اس نے اس کی رات کو سخت تاریک اور سیاہ بنایا اور دن کو واضح، روشن اور منور بنایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿اَغْطَشَ لَيْلَهَا﴾ کے معنی ہیں کہ اس نے اس کی رات کو تاریک بنا دیا۔[1] مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر اور مفسرین کی ایک بہت بڑی جماعت کا بھی یہی قول ہے۔[2] ﴿وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿29﴾﴾ ''اور اس کے دن کو ظاہر (روشن) کیا۔'' یعنی دن کو منور بنا دیا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿30﴾﴾ ''اور اس کے بعد زمین کو بچھا دیا۔'' اور پھر اس کی مزید وضاحت اس طرح فرمائی: ﴿اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿31﴾﴾ ''اس نے اس میں سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا۔'' قبل ازیں سورۂ حٰمٓ سجدہ کی تفسیر میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ زمین، آسمان سے پہلے پیدا کی گئی ہے

① تفسیر الطبری :56/30 . ② تفسیر الطبری :57,56/30 والدر المنثور :514/6.

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿34﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿35﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ

پھر جب بڑی آفت (قیامت) آ جائے گی ﴿34﴾ اس دن انسان یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی ہوگی ﴿35﴾ اور دوزخ ہر دیکھنے والے شخص

لِمَنْ يَّرٰى ﴿36﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿37﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿38﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿39﴾

کے سامنے (ظاہر) کر دی جائے گی ﴿36﴾ لیکن پھر جس نے سرکشی کی ﴿37﴾ اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی ﴿38﴾ تو بے شک دوزخ ہی (اس کا) ٹھکانا ہے ﴿39﴾

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿40﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿41﴾

لیکن جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا ﴿40﴾ تو بے شک جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہے ﴿41﴾ (اے نبی!)

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿42﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿43﴾ اِلٰى رَبِّكَ

کافر آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ وہ کب واقع ہوگی؟ ﴿42﴾ آپ کو اس کے بیان کرنے سے کیا غرض؟ ﴿43﴾ اس (کے علم) کی انتہا

مُنْتَهٰىهَا ﴿44﴾ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿45﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا

تو آپ کے رب ہی کے پاس ہے ﴿44﴾ آپ تو صرف ہر اس شخص کو ڈراتے ہیں جو اس سے ڈرے ﴿45﴾ جس روز وہ قیامت کو دیکھیں گے (تو سمجھیں گے)

عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿46﴾ ع 2 20 4

کہ گویا وہ دنیا میں بس ایک شام یا صبح ہی ٹھہرے ہیں ﴿46﴾

مگر اسے آسمان کی تخلیق کے بعد بچھایا گیا۔[1] یعنی زمین میں جو طاقت اور صلاحیت رکھی گئی تھی، اسے آسمانوں کی تخلیق کے بعد اس میں سے عملاً ظاہر کیا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی ایک ائمۂ تفسیر کے اقوال کے یہی معنی ہیں اور اسی کو امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے بھی اختیار کیا ہے۔[2] ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿32﴾﴾ ''اور اس نے پہاڑوں کو (مضبوط) گاڑ دیا۔'' یعنی پہاڑوں کو بنایا اور انھیں زمین میں اپنی اپنی جگہ پر نہایت مضبوطی کے ساتھ نصب کر دیا اور وہ اللہ کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا، اپنی مخلوق پر بہت شفقت کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿33﴾﴾ ''(یہ سب) تمھارے اور تمھارے جانوروں کے فائدے کے لیے ہے۔'' یعنی زمین کو پھیلایا، اس سے چشمے جاری کر دیے، اس کے مخفی خزانوں کو ظاہر کر دیا، اس میں نہروں کو جاری کر دیا، فصلوں، درختوں اور پھلوں کو اگایا، پہاڑوں کو نصب کیا تاکہ زمین اور اہل زمین کو ثبات و قرار نصیب ہو جائے اور اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ اپنے بندوں اور ان کے ان جانوروں کے لیے پیدا کیا ہے جن کی انھیں اپنی دنیا کی اس زندگی میں کھانے اور سواری کے لیے ضرورت ہے تا آنکہ مدت تمام ہو جائے اور عمر بیت جائے۔

تفسیر آیات:34-46

قیامت اور جنت و جہنم کا ذکر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿34﴾﴾ ''پھر جب بڑی آفت

[1] دیکھیے حٰمٓ السجدۃ، آیات:9-12 کے ذیل میں عنوان: ''تخلیق کائنات کی بعض تفصیلات'' [2] تفسیر الطبری:57/30 و 59.

آجائے گی۔'' اس سے قیامت کا دن مراد ہے، یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ ① قیامت کو اس نام سے موسوم کیا گیا ہے، اس لیے کہ یہ ہر ہولناک اور خوفناک چیز پر مشتمل ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴾ (القمر 54:46) ''اور قیامت بہت بڑی آفت اور نہایت تلخ ہے۔'' ﴿ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴾ ''اس دن انسان یاد کرے گا جو اس نے کوشش کی ہوگی۔'' یعنی اس دن اپنے تمام اچھے اور برے اعمال کو یاد کرے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴾ (الفجر 89:23) ''اس دن انسان (اپنے کرتوت) یاد کرے گا اور یہ یاد کرنا اس کے لیے کیونکر (مفید) ہوگا؟'' ﴿ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴾ ''اور دوزخ ہر دیکھنے والے کے لیے ظاہر کردی جائے گی۔'' یعنی اسے دیکھنے والوں کے سامنے ظاہر کر دیا جائے گا اور لوگ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ ﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴾ ''چنانچہ جس نے سرکشی کی۔'' یعنی بغاوت کی اور حد سے بڑھ گیا، ﴿ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴾ ''اور اس نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔'' یعنی دنیا کو دین سے مقدم اور دین کو مؤخر کردیا، ﴿ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴾ ''تو بے شک دوزخ ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔'' یعنی اس کا ٹھکانا دوزخ، اس کا کھانا زقوم (تھوہر) اور اس کا پینا سخت گرم اور کھولتا ہوا پانی ہوگا۔

﴿ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴾ ''اور لیکن جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور نفس کو خواہش سے روک لیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے سے اور اپنے بارے میں اللہ کے حکم سے ڈر گیا، اپنے آپ کو نفسانی خواہشوں سے روکا اور نفس کو اپنے مولیٰ کی طاعت و بندگی میں لگا دیا، ﴿ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴾ ''تو بے شک جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔'' یعنی اس کا ٹھکانا، اس کے لوٹنے کی جگہ اور اس کی واپسی کا مقام اللہ تعالیٰ کی وسیع و عریض جنت ہے۔ پھر فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴾ ''(اے نبی!) وہ (کافر) آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ وہ کب واقع ہوگی۔ آپ کو اس کے بیان کرنے سے کیا غرض؟ آپ کے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔'' یعنی اس کا وقت نہ تمھیں معلوم ہے اور نہ مخلوق میں سے کسی اور کو بلکہ اس کا علم تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، وہی متعین طور پر اس کے وقت کو جانتا ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ ﴿ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ (الأعراف 7:187) ''وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری (حادثہ) ہوگی، وہ تم پر اچانک ہی آئے گی، وہ (لوگ) آپ سے پوچھتے ہیں جیسے آپ اس (کے وقت) سے بخوبی واقف ہیں، کہہ دیجیے: اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔''

اور یہاں فرمایا: ﴿ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴾ ''آپ کے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔'' اسی لیے جب حضرت جبریل نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اس کا جواب یہ دیا تھا:

---

① تفسیر الطبری: 61/30.

[مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ] ''اس کے بارے میں مسئول کو سائل سے زیادہ علم نہیں ہے۔''①

﴿ إِنَّمَآ أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَىٰهَا ﴾ ''آپ تو صرف اسے ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہے۔'' یعنی میں نے آپ کو اس لیے مبعوث کیا ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی گرفت سے ڈرائیں، جو شخص اللہ سے، اس کے سامنے کھڑا ہونے سے اور اس کی وعید سے ڈر گیا اور اس نے آپ کی پیروی اختیار کر لی تو وہ کامیاب و کامران ہوگا اور جس نے آپ کی تکذیب اور مخالفت کی وہ خائب و خاسر ہوگا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَىٰهَا ﴾ ''جس روز وہ اس (قیامت) کو دیکھیں گے (تو سمجھیں گے) کہ گویا وہ (دنیا میں) صرف ایک شام یا صبح ہی ٹھہرے ہیں۔'' یعنی وہ قبروں سے اٹھیں گے، میدان حشر کی طرف جائیں گے تو دنیا کی مدت حیات کو کم سمجھیں گے حتی کہ ان کے نزدیک یہ مدت دن کی ایک شام یا ایک صبح ہوگی۔ جویبر نے ضحاک سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ظہر سے غروب آفتاب تک کا وقت ﴿ عَشِيَّةً ﴾ ہے اور طلوع شمس سے نصف النہار تک کا وقت ضحی ہے۔② امام قتادہ فرماتے ہیں کہ لوگ جب آخرت کا مشاہدہ کریں گے تو ساری دنیا کا وقت انھیں ایک صبح یا ایک شام کے بقدر معلوم ہوگا۔③

سورۂ نازعات کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

① صحيح البخاری، الإيمان، باب سؤال جبريل النبي ﷺ......، حديث: 50 وصحيح مسلم، الإيمان، باب الإيمان ما هو؟ وبيان خصاله، حديث: 9 عن أبي هريرة ﷺ. ② الدر المنثور:515/6. ③ تفسير الطبری: 63/30.